دیوبندیہ
کے
مجسمی

تحقیق

محمد سلمان شیخ

بسم الله الرحمن الرحیم

فہرست

- اہل حدیث کو مجسمی کہنا بدعتیوں کی پرانی عادت ہے 007
- دیوبندیہ کے مجسمی 014
- سارے فوت شدہ دیوبندی اکابر مجسمی تھے 020
- اللہ کے سارے اعضاء ماننے والے دیوبندی مجسمی مولوی 026
- مجسمی، ابن تیمیہ رحمہ اللہ یا دیوبندی مولوی؟ 035
- بعض دیوبندی مجسمی مولوی 040
- امام ابو حنیفہ اور ان کا بیٹا موجودہ بدعتیوں کے نزدیک مجسمی ہیں 048
- پینتیس سال دارالعلوم دیوبند میں دیوبندی بنانے والا مجسمی مفتی 053
- دیوبندیہ کا مجسمی حکیم الامت 055
- کیا یہ اللہ کو مجسم ثابت کرنا ہے؟ (پارٹ 1) 057
- کیا یہ اللہ کو مجسم ثابت کرنا ہے؟ (پارٹ 2) 061
- اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد (پارٹ 1) 064
- اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد (پارٹ 2) 068
- اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد (پارٹ 3) 072
- اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد (پارٹ 4) 076
- دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 1) 081

▣ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 2) 084
▣ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 3) 089
▣ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 4) 096
▣ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 5) 102
▣ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 6) 106
▣ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 7) 109
▣ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب (پارٹ 8) 111
▣ اللہ بذاتہ عرش پر ہے، اہل سنت و اہل حدیث کا اجماعی مذہب 115
▣ منکرین صفاتِ باری تعالیٰ پر علماء اہل سنت کا زبردست رد 122
▣ اللہ بذاتہ عرش پر ہے، اہل سنت کا مذہب 124
▣ صفات باری تعالیٰ کے ظاہری معنی ہی سلف صالحین کا مذہب ہے 127
▣ صفات کا ظاہری معنی، ابن تیمیہ کا یا تمام سلف صالحین کا مذہب 128
▣ اللہ کی دو آنکھیں ہیں، اہل سنت و اہل حدیث کا مذہب 134
▣ اللہ پاک کے لیے حد کا اثبات 137
▣ اہل حدیث پر بدعتیوں کا طعن اور سلف کے عقائد کا جواب 145
▣ جب وہ مکان ہے اور وہاں اللہ نہیں ہو سکتا، تو دیکھا کیسے؟ 150
▣ سلف صالحین کا عقیدہ اور اہل حدیث کا عقیدہ ایک ہے 155
▣ صفات باری تعالیٰ کا ظاہری معنی سلف صالحین کا مذہب 160
▣ صفات کا ظاہری معنی سلف صالحین کا مذہب ہے 168

▣ صفاتِ باری تعالیٰ اور دیوبندیہ بریلویہ 170
▣ صفات باری تعالیٰ کے بارے امام ابو حنیفہ اور امام ابن تیمیہ کا عقیدہ ایک ہے 175
▣ اللہ کی ذات کو مخلوق پر قیاس کرنے والے دیوبندیہ کا حکم 183
▣ آدم علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے؟ 188
▣ کیا "این اللہ؟" کہنا جائز ہے؟ 191
▣ صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی (پارٹ 1) 200
▣ صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی (پارٹ 2) 206
▣ صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی (پارٹ 3) 210
▣ صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی (پارٹ 4) 213
▣ صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی (پارٹ 5) 216
▣ صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی (پارٹ 6) 223
▣ صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی (پارٹ 7) 228
▣ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق 232
▣ علم کلام اور متکلمین کی مذمت، علماء اہل سنت سے 243
▣ متکلمین کا ردو اُبطال 249
▣ عقل پرست، بدعتی فرقے اور اہل سنت 252
▣ قدیم جہمیہ اور عصرِ حاضر کے جہمیہ 258
▣ نزول باری تعالیٰ کے وقت عرش خالی ہوتا ہے؟ جہمیہ دیوبندیہ کے سوال کا جواب 263
▣ صفات باری تعالیٰ کے معاملے میں برحق مسلک 265

▣ سلف صالحین کا مذہب اللہ کے لیے جہت علو ثابت ہے 267
▣ موجود بلا مکاں کا عقیدہ بدعتی فرقے معطلہ کا تھا 274
▣ اصلی حنفیوں کے نزدیک اللہ کی صفات متشابہات نہیں 279
▣ اللہ کی صفات متشابہات نہیں 285
▣ امام ابو حنیفہ اور ان کا بیٹا موجودہ بدعتیوں کے نزدیک مجسمی ہیں 287
▣ دیوبندی اور ملحد کا خدا کے وجود پر مکالمہ 292

❀❀❀

✱ اہل حدیث کو مجسمی کہنا بدعتیوں کی پرانی عادت ہے ✱

اہل حدیث اللہ پاک کی اسماء وصفات پر ایمان رکھتے ہیں جیسے اللہ پاک نے بیان فرمائی ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ کے استواء، ہاتھ، چہرہ، آنکھیں، ساق کے ماننے سے جسم لازم آتا تو اللہ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہیں صراحتاً بیان ہی نہ فرماتے اور اگر بیان فرمادیا تھا تو یہ سمجھا دیتے کہ اس کے حقیقی معنی نہیں لینے بلکہ مجازی معنی یا تاویل کرنی ہے۔

لیکن اللہ پاک نے قرآن میں استواء علی العرش اور اپنے ہاتھوں کا ذکر بار بار کیا ایسے ہی چہرہ، آنکھیں، ساق، قدم، نزول کا ذکر اللہ پاک نے اور رسول پاک نے کیا۔ کیا اللہ کو معلوم نہیں تھا کہ اس سے تجسیم ظاہر ہوتی ہے لیکن پھر بھی اللہ پاک نے نہ رسول پاک نے اس کے معنی بدلنے اور تاویل کرنے کی تعلیم دی، یہ دلیل ہے کہ انہیں حقیقی معنوں میں سمجھا جائے گا اور اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں یہ کہہ کر اور کیفیت بیان نہ کر کے تجسیم کی نفی کی جائے گی۔

❀ امام ابوالحسن اشعری متوفی 330ھ اہل سنت و اہل حدیث ایک ہی گروہ قرار دیتے ہوئے ان کا عقیدہ نقل کرتے ہیں:

"اہل سنت واہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی جسم نہیں ہے اور وہ کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے اور وہ عرش کے اوپر ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

رحمٰن عرش پر مستوی ہوا،

ہم اللہ کے سامنے اپنی رائے کو مقدم نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ وہ بلا کیف عرش پر استواء کیے ہوئے ہے، اور اللہ تعالی نور ہے جیسا کہ اس نے فرمایا:

اللہ تعالی نور ہے زمین وآسمانوں کا،

اور اس کے لیے چہرہ ثابت ہے جیسا کہ فرمایا:

تیرے رب کا عزت وعظمت والا چہرہ باقی رہے گا،

اوراس کے لیے دو ہاتھ ثابت ہیں، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

آدم علیہ السلام کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا،

اس کے لیے دو آنکھیں بھی ثابت ہیں، جیسا کہ اللہ پاک نے خود فرمایا:

کشتی بناؤ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہے،

اور قیامت کے دن وہ خود اور فرشتے تشریف لائیں گے، جیسا کہ اللہ پاک نے خود فرمایا:

تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف در صف آئیں گے،

اور وہ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، جیسا کہ حدیث رسول میں بیان ہوا ہے:

اور وہ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے،

اہل سنت واہل حدیث صرف وہی بات کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں پائیں یا رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث میں پائیں۔"

امام اشعری نے اہل سنت واہل حدیث کا جو عقیدہ لکھا ہے بدعتی فرقے دیوبندیہ و بریلویہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مجسمیہ کہتے ہیں۔ بدعتیوں کے گندے دماغوں کو اس میں بھی ان صفات کے ماننے سے جسم لازم ہونا نظر آتا ہے، یہ وہ بدعتی ہیں جنہیں اللہ پاک نے گمراہی پر ڈھیل دے رکھی ہے۔

❁ بدعتیوں کی اہل حدیث کے بارے ایسی ہی زبان درازیوں کا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(ان بدعتیوں نے) اہل حدیث پر بڑی زبان درازی کی ہے اور ان کا نام مجسمہ ومشبہہ رکھا ہے، (بدعتی) کہتے ہیں کہ یہ لوگ (اہل حدیث) تجسیم کو چھپاتے تھے۔ مجھ (شاہ ولی اللہ) کو خوب صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کی زبان درازی محض بے معنی ہے۔ اپنے قول میں ان لوگوں نے درایۃً خطاء کی ہے آئمہ ہدایت کی نسبت ان کا طعن بے جا ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے کلام سے معلوم ہوا کہ بدعتی فرقے جو اہل حدیث پر صفات باری تعالی کے حقیقی معنی لینے پر جو زبان درازی کرتے ہیں اور ان کو مجسمی اور مشبہہ کہتے ہیں اس پر وہ ہر لحاظ سے خطاکار ہیں اور سیدھے

راستے سے ہٹ چکے ہیں اہل حدیث جو ہدایت پر ہیں ان کے بارے ان بدعتیوں کی اس بہتان تراشی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

❁ امام ابن البناء حنبلی رحمہ اللہ متوفی 471ھ فرماتے ہیں:

"مشبہ و مجسمیہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالی کی صفات کو مخلوق کی طرح قرار دیتے ہیں، یہ لوگ کافر ہیں۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مشبہہ فرقے کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کی طرح ہیں اور اس کی آنکھیں ہماری آنکھوں کی طرح ہیں، جو لوگ یہ بات کرتے ہیں انہوں نے اللہ تعالی کو مخلوق سے مشابہ قرار دیا ہے حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے،

مشبہہ گروہ کی وجہ سے بدعتی ملحدوں نے اہل سنت و اہل حدیث پر اعتراض کرنے کا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے اور ان پر تشبیہ اور تجسیم کا الزام لگایا ہے حالانکہ یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے، اور دروغ گوئی اور سرکشی ہے۔"

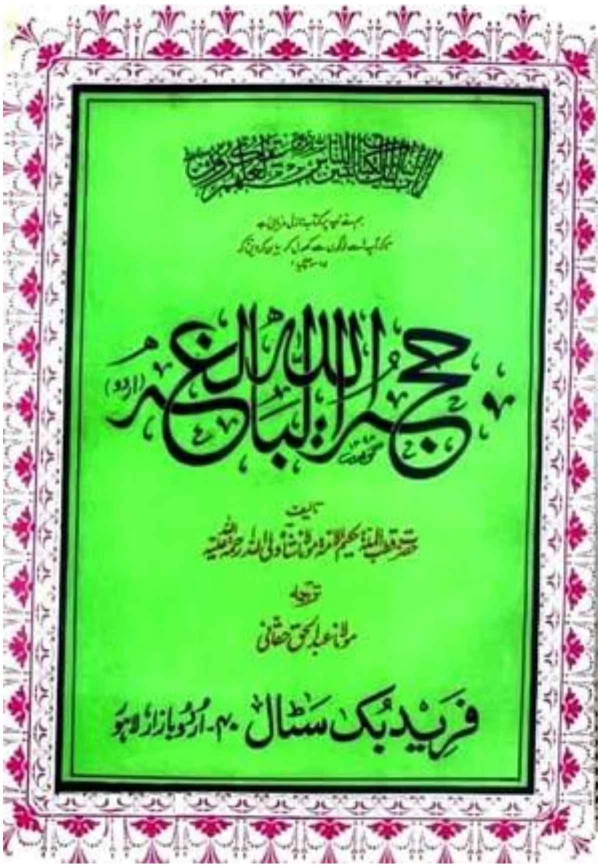
موجودہ دور کے بدعتی دیوبندیہ بریلویہ نے اہل سنت و اہل حدیث پر تجسیم و تشبیہ کے الزامات لگائیں ہیں اور یہ اہل حدیث کو مجسمی کہتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ الزام لگانے والے لوگ ملحد اور بدعتی ہیں جو جھوٹ بولتے اور بہتان لگاتے ہیں۔

❁ پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جہمیہ اور انصار یہ اہل سنت کو مشبہہ کہتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالی کے لیے علم قدرت اور زندگی جیسی صفات ثابت کرتے ہیں، جبکہ اس ناجی گروہ کا نام اہل حدیث و اہل سنت ہے۔"

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث کو مجسمی اور مشبہہ کہنا بدعتیوں کی پرانی عادت ہے جو آج تک بدعتی فرقوں میں چلی آرہی ہے جیسا کہ موجودہ دور کے بدعتی دیوبندیہ اور بریلویہ بھی اہل حدیث کو مجسمی کہتے ہیں۔

اہل حدیث کو ان القابات سے نوازنا ہی ان فرقوں کے بدعتی ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔





حجۃ اللہ البالغۃ اردو ۱۲۳

شنوائی اور بینائی کی صفت بھی گوشت اور آنکھ کی محتاج ہے۔ واللہ اعلم۔ ان خوض کرنے والوں نے اہل حدیث پر بڑی زبان درازی کی ہے اور ان کا نام مجسمہ اور مشبہ رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تجسیم کو چھپاتے تھے اب کو خوب صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ ان کی زبان درازی محض بے معنی ہے اپنے قول میں انہوں نے اور اپنے خطا کی ہے آئمہ ہدایت کی نسبت ان کا طعن بے جا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ متشابہات میں دو مقام ہیں ۱۔ یہ کہ خدا تعالیٰ کے لئے یہ صفات کس طرح ثابت ہوتے ہیں۔ [illegible] شنوائی بینائی اور کلام وغیرہ کی حقیقت کیا ہے۔ بادی الرائے میں جو ان الفاظ سے معنے سمجھے جاتے ہیں وہ خدا کی شان کے مناسب نہیں ہیں۔ اس مرتبے کے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا ہے بلکہ اس میں بحث و گفتگو کرنے سے اپنی امت کو روک دیا ہے۔ اس لئے کسی کی تاب نہیں ہے کہ جس چیز کو آپ نے منع فرمادیا ہے اس کا اقدام کرے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ ایسی صفات کون سی ہیں جن کو ہم شرع کی کی اجازت سے خدا کے لئے ثابت کرسکیں اور ایسی کون سی ہیں جن کا اطلاق خدا کے لئے درست نہیں ہے۔ اس کے متعلق حق یہ ہے کہ خدا کی صفات اور اسماء توقیفی ہیں۔ یعنی ہم کو وہ قواعد معلوم ہیں جن کو شرع نے صفات الٰہی کے بیان کرنے کے لئے معیار قرار دیا ہے۔ اس کو ہم کتاب کے شروع میں تحریر کرچکے ہیں لیکن اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر صفات میں خوض کرنے کی ان کو اجازت دے دی جائے تو وہ خود بھی گمراہ ہو جائیں اور دوں کو بھی گمراہ کردیں۔ اور بہت سی صفات بھی ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ خداتعالیٰ کو موصوف کرنا اصل میں جائز ہے۔ لیکن کفار کے بعض فرقوں نے ان کا بے جا استعمال کیا ہے۔ یہ استعمال ان میں شائع تھا۔ اس لئے اس فساد کے دور کرنے کو شرع نے ان صفات کے استعمال سے منع کردیا ہے اور بعض صفات ایسی ہیں کہ اگر ان کو ظاہری معنی میں استعمال کریں تو خلاف مقصود کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اس واسطے ان صفات کے استعمال سے بھی احتراز چاہیئے اسی حکمت سے شرع نے اوصاف کو توقیفی قرار دیا ہے۔ اور اپنی رائے سے ان میں خوض کرنے کو ناجائز ٹھیرایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ضحک فرحت بشاشی کا استعمال کرنا خدا کی شان میں جائز ہے اور اگر یہ خوف وغیرہ کا استعمال درست نہیں ہے۔ اگرچہ ان دونوں قسموں کا ماخذ قریب قریب ہے اور یہ مسئلہ جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کر دی عقل اور نقل سے مؤید ہے اس کے آس پاس باطل کو گزر نہیں ہے۔ لوگوں کے اقوال اور مذاہب کے باطل کرنے کا یہ موقع بھی نہیں ہے۔ بلکہ اور موقع میں ان کا ابطال کیا جاتا ہے۔ ہم ان الفاظ متشابہ کی تفسیر اور دوسرے معنے سے بھی کرسکتے ہیں۔ جو بہ نسبت ان علماء کے معنے کے زیادہ قریب الفہم اور مناسب ہوں۔ جو معنے انہوں نے ذکر کئے ہیں وہ ابھی تک بالکل متعین نہیں ہوسکے ہیں۔ دلیل عقلی ان پر ہم کو مجبور نہیں کرتی اور دوسرے معنے کے لحاظ سے کہ ان کو ترجیح اور فضیلت بھی نہیں ہے۔ [illegible] مراد الٰہی کے موافق ہیں ذ ان

المختار في أصول السنة

تأليف

الإمام أبي علي الحسن بن أحمد بن عبد الله بن البنا الحنبلي البغدادي

المتوفى سنة ٤٧١ هـ

تحقيق

عبد الرزاق بن عبد المحسن البدر

٥٦ ـ وقد حدثنا بكتاب العرش لابن أبي شيبة عن ابن الصوّاف، وهو يشتمل على عدة أحاديث في العرش ردًّا على الجهمية[1]، وذكر الآجري في كتاب الشريعة من ذلك شيئًا كثيرًا[2].

فصل

٥٧ ـ وأمّا المشبهة والمجسمة فهم الذين يجعلون صفات الله ـ عز وجل ـ مثل صفات المخلوقين وهم كفار.

قال الإمام أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل ﷺ: « المشبهة تقول بصر كبصري، ويد كيدي، ومن قال هذا فقد شبّه الله تعالى بخلقه ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ [الشورى ١١][3] »[4].

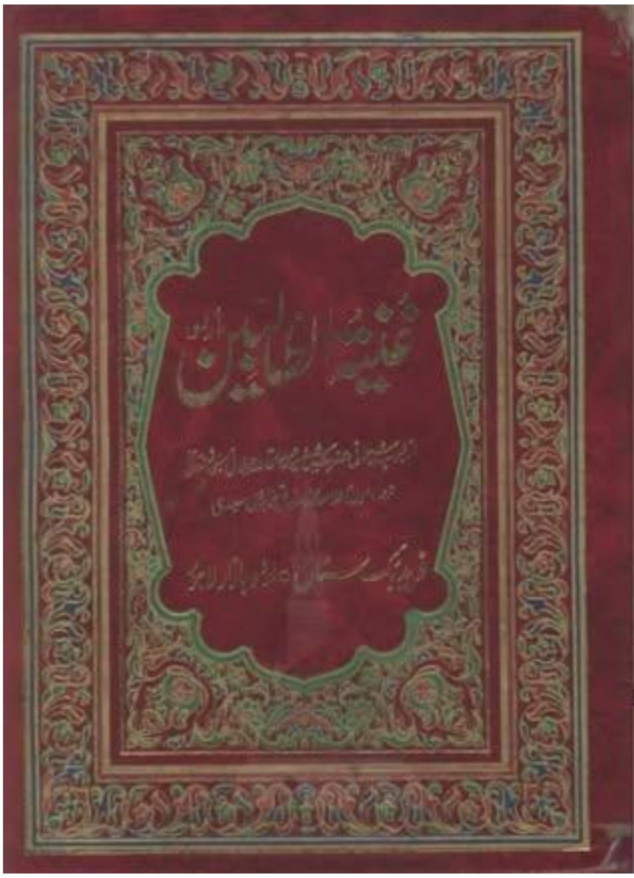
بن سعد مرفوعًا، ورواه ابن مردويه، وأبو نعيم في دلائل النبوة، وأبو نصر السجزي في الإبانة، والديلمي عن عمر بن عبسة قال: سألت النبي ﷺ عن قوله تعالى: ﴿وَمَا كُنتَ﴾ ما كان النداء وما كانت الرحمة؟ قال: كتاب كتبه الله قبل أن يخلق خلقه بألفي عام ... وذكره بنحوه.

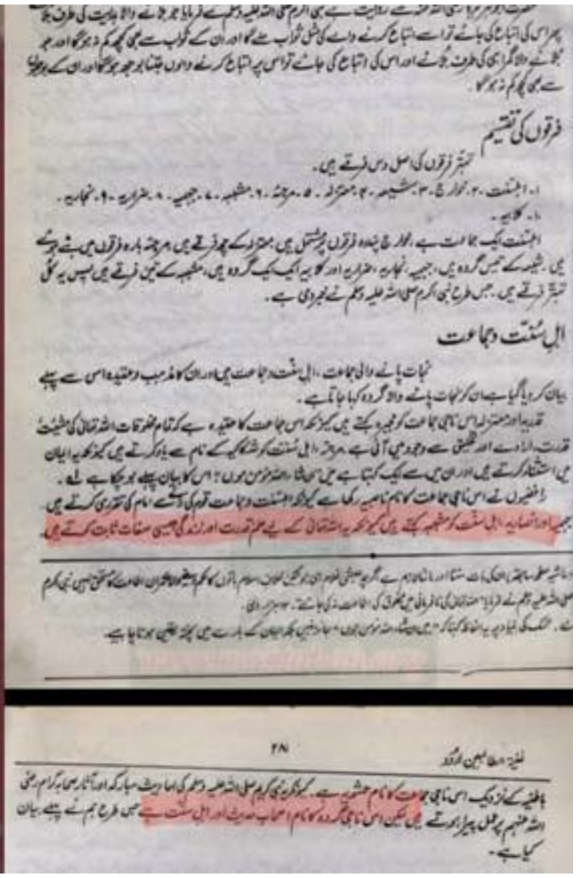
(١) وهو مطبوع بتحقيق محمد بن حمد الحمود على نسخة خطية واحدة، وهي من رواية أبي الفتح محمد بن أحمد بن أبي الفوارس وهو من شيوخ المؤلف عن أبي علي محمد بن أحمد بن الحسن بن الصوّاف عن مؤلفه محمد بن عثمان بن أبي شيبة، فقول المؤلف هنا: « وقد حدثنا » يعني: ابن أبي الفوارس المتقدم في الإسناد الذي قبله.

(٢) انظر: الشريعة (ص: ٢٩٠ وما بعدها).

(٣) هذه الآية الكريمة تعد أصلاً عظيمًا في تقرير معتقد أهل السنة وإبطال ما سواه، قال شيخ الإسلام ابن تيمية ـ: « فطريقتهم [أي أهل السنة] تتضمن إثبات الأسماء والصفات مع نفي مماثلة المخلوقات إثباتًا بلا تشبيه، وتنزيهًا بلا تعطيل كما قال تعالى: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ ففي قوله: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَيْءٌ﴾ رد للتشبيه والتمثيل، وقوله: ﴿وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ رد ...

وبهم وجد المبتدع الملحد طريقًا على أهل السنة وأصحاب الحديث فأضاف إليهم التشبيه والتجسيم، وهذا كذب وبهتان، وإفك وطغيان، ما أنزل الله به من سلطان، قد نزّه الله سبحانه كتبه القرآن وآثار الرسول ﷺ، الذين هم سرج العباد، ونور البلاد عن مثل هذه المقالة العوراء، والجهالة العمياء، بل يضح عند العقلاء، ويصح عند العلماء أنها من أباطيل الملحدة حين ضاق بهم المخرج، ولم يضح لهم المنهج، ورأوا ما أبدى الله على ألسنتهم من عوراتهم الشنيعة وجهالاتهم الفظيعة ما خالفوا فيه الكتاب والسنة وإجماع الأمة، أرادوا أن يموّهوا على العوام ويوهموا بزخرف الكلام ما نزّه الله عنه كل





حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بلانے والا ہدایت کی طرف بلائے پھر اس کی اتباع کی جائے تو اسے اتباع کرنے والے کی مثل ثواب ملے گا اور ان کے ثواب سے بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جو بلانے والا گمراہی کی طرف بلائے اور اس کی اتباع کی جائے تو اس پر اتباع کرنے والوں جتنا بوجھ ہوگا اور ان کے بوجھ سے بھی کچھ کم نہ ہوگا۔

فرقوں کی تقسیم

تہتر فرقوں کی اصل دس فرقے ہیں۔

۱۔ اہلسنت ۲۔ خوارج ۳۔ شیعہ ۴۔ معتزلہ ۵۔ مرجئہ ۶۔ مشبہ ۷۔ جہمیہ ۸۔ ضراریہ ۹۔ نجاریہ ۱۰۔ کلابیہ۔

اہلسنت ایک جماعت ہے، خوارج پندرہ فرقوں پر مشتمل ہیں، معتزلہ کے چھ فرقے ہیں، مرجئہ بارہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، شیعہ کے تیس گروہ ہیں، جہمیہ، نجاریہ، ضراریہ اور کلابیہ ایک ایک گروہ ہیں، مشبہ کے تین فرقے ہیں پس یہ کل تہتر فرقے ہیں۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

اہل سنت وجماعت

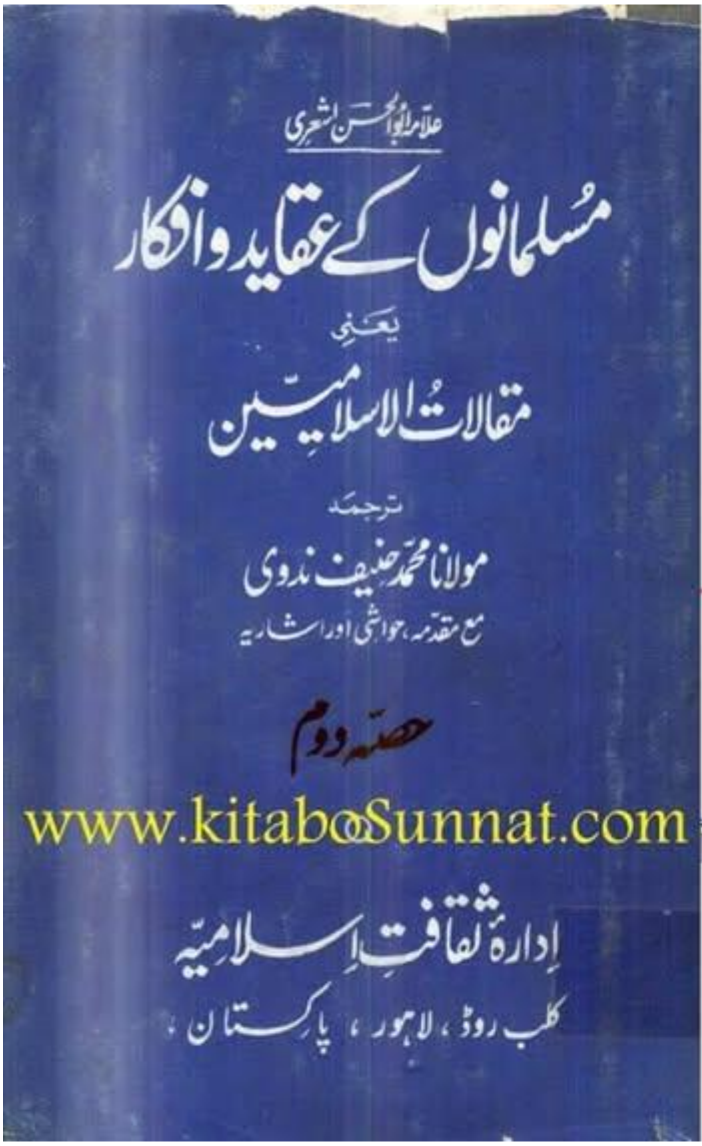
نجات پانے والی جماعت، اہل سنت وجماعت ہیں اور ان کا مذہب وعقیدہ اس سے پہلے بیان کر دیا گیا ہے ان کو نجات پانے والا گروہ کہا جاتا ہے۔

قدریہ اور معتزلہ اس ناجی جماعت کو مجبرہ کہتے ہیں کیونکہ اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی مشیئت، قدرت، ارادے اور تخلیق سے وجود میں آئی ہے۔ مرجئہ، اہل سنت کو شکاکیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں کیونکہ یہ ایمان میں استثناء کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کہتا ہے میں ان شاء اللہ مومن ہوں؟ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

رافضیوں نے اس ناجی جماعت کا نام ناصبیہ رکھا ہے کیونکہ اہلسنت وجماعت قوم کی طرف سے امام کی تقرری کرتے ہیں۔ جہمیہ اور نصاریہ اہل سنت کو مشبہ کہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم، قدرت اور زندگی جیسی صفات ثابت کرتے ہیں۔

۲۸ غنیۃ الطالبین اردو

باطنیہ کے نزدیک اس ناجی جماعت کا نام حشویہ ہے، کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن اس ناجی گروہ کا نام اصحاب حدیث اور اہل سنت ہے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔





اصحاب حدیث یا اہل السنۃ کے عقائد

اہل الحدیث یا اہل السنۃ جن چیزوں کو فکر ونظر کا محور کرتے ہیں وہ یہ ہیں،

اللہ، ملائکہ، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابیں، اس کے رسول، اور جو حکم بھی اللہ کی طرف سے آیا، یا جو ذخیرۂ احادیث ثقہ راویوں نے آنحضرت ؐ سے روایت کیا اور امت تک پہنچایا، ان سب کی حقانیت کا یہ اقرار کرتے ہیں اور ان میں سے کسی شے کی بھی یہ تردید نہیں کرتے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ ایک، فرد (یگانہ) اور صمد (بے نیاز) ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ جورو۔ محمدؐ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ جنت برحق ہے۔ جہنم بھی برحق ہے قیامت آ کے رہے گی۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش پائی نہیں جاتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قبر والوں سے لوگوں کو اٹھا کھڑا کرے گا۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

الرحمٰن علی العرش استوی (طہٰ: ۵) رحمٰن عرش پر استواء پذیر ہے۔

اس کے دو ہاتھ بھی ہیں۔ کس طرح کے ہیں؟ یہ نہیں معلوم۔ قرآن میں ہے،

خلقت بیدی (ص ۷۵) جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔

اس کی دو آنکھیں بھی ہیں۔ مگر کیفیت نہیں معلوم۔ قرآن میں ہے،

تجری باعیننا (قمر) کشتی جو ہماری آنکھوں کے سامنے رواں تھی

یہی نہیں، اس کا چہرہ بھی ہے۔ قرآن ہی میں ہے،

ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام اور آپ کے پروردگار کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو کہ عظمت واحسان والا ہے۔ (رحمٰن: ۲۷)

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارہ میں معتزلہ و خوارج کی طرح یہ کہنا کہ یہ اللہ کا غیر ہیں جائز نہیں۔

* دیوبندیہ کے مجسمی *

دیوبندیہ جہمیہ کے نزدیک جو اللہ کے ہاتھ، پیر، آنکھیں، چہرہ وغیرہ مانتا ہے وہ مجسمی ہے، کیونکہ ان جاہل بدعتیوں کے نزدیک اس سے مخلوق سے مشابہت ہوتی ہے،اس وجہ سے یہ پھدو قوم اہل حدیث کو مجسمی کہتی نظر آتی ہے،حالانکہ اہل حدیث اللہ کی صفات کااثبات کرتے ہیں تو مخلوق کے مشابہ ہونے کی نفی بھی ساتھ ہی کرتے ہیں یہ کہہ کر کہ "لیس کمثله شی" اللہ کی مثل کوئی شے نہیں۔اس لیے یہ مشابہت تو تب ہو جب اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کی طرح کہا جائے جب یہ کہا جائے کہ جیسا اس کی شایان شان ہے ویسے ہی اس کے ہاتھ ہیں تو مخلوق سے مشابہت ہو ہی نہیں سکتی۔

❁ یہی بات دیوبندیہ کے اکابرین میں شامل ان کا شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"ورنہ فی الواقع انسان کی صفات اللہ تعالی کی صفات کے ساتھ کسی طرح بھی مشابہ نہیں ہو سکتی، محض اسمی مشارکت ہے اور لفظی مناسبت ہے جو بحث سے خارج ہے۔"

ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب کے بیان سے معلوم ہوا کہ انسان کی صفات کی اللہ کی صفات کے ساتھ کسی طرح بھی مشابہ نہیں ہو سکتی محض صفات کے نام اور الفاظ ایک جیسے ہیں۔کاندھلوی دیوبندی صاحب کہہ رہے ہیں انسان اور اللہ کی صفات کی کسی صورت مشابہت نہیں ہو سکتی جبکہ دیوبندیہ جہمیہ اللہ کے ہاتھ اور دیگر ایسی صفات جو مخلوق میں بھی ہیں ماننے سے مخلوق سے تشبیہ دینے بیٹھ جاتے ہیں اسی لیے یہ ایک پھدو اور گئی گزری قوم ہے جن کو اپنے خالق کی بھی معرفت نہیں۔

دیوبندیہ جہمیہ جو اللہ کی وہ صفات جو مخلوق میں بھی ہیں ان کا اثبات کرنے والوں کو مجسمی کہتے عام نظر آتے ہیں، تو میں نے سوچا ان کے کچھ اکابرین کے منہ ان کو دکھادوں جو یہی صفات اللہ کے لیے مانتے رہے ہیں،اس پر ایک پہلے بھی پوسٹ کی تھی یہ دوسری ہے،دیکھتے ہیں یہ جاہل قوم ان کو بھی مجسمی کہتی ہے یا ہمیشہ کی طرح اکابرین کی عبارات کی تاویلوں کی پٹاری کھول کر بیٹھ جاتی ہے،یہ جملہ یاد رکھیں:

﴿ ایک دیوبندی کی زندگی اپنے اکابرین کی عبارات کی لولی لنگڑی تاویلیں کرتے ہی گزر جاتی ہے۔ ﴾

سادہ زبان میں اپنے اکابرین کے گوبر کو حلوہ بناتے ہی گزر جاتی ہے،اس کے باوجود دیوبندی فوت ہو جاتا ہے اور عبارت وہیں کی وہیں رہتی ہے، پھر اگلی دیوبندی نسل آتی ہے اکابرین دیوبند کی عبارات کی تاویلیں کرنے، بس یہ سلسلہ چل رہاہے اور قیامت تک چلتاہی رہناہے،یہی ایک دیوبندی کی زندگی ہے۔

پہلا مجسمی مولوی دیوبندیہ کا حکیم الامت اشرف علی تھانوی ہے،

❁ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

"بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں، مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں.... سلف صالحین و علماء متقدمین کا یہی مذہب تھا۔"

تھانوی دیوبندی صاحب کے مطابق اللہ کے ہاتھ پیر آنکھ کان اور باقی سب چیزیں بھی مانی جائیں اور یہی سلف صالحین کا مذہب تھا، موجودہ دیوبندیہ جہمیہ کے مطابق اللہ کے ہاتھ پیر آنکھ کان ماننا مجسمی ہونا ہے،اس طرح سارے سلف صالحین ان کے نزدیک مجسمی ہیں تبھی انہوں نے سلف صالحین کا مذہب چھوڑ کر بعد کے بدعتیوں کا مذہب اختیار کیا ہے،

دوسرا مجسمی دیوبندی اکابرین میں شامل مولوی عبدالحمید سواتی ہے،

❁ سواتی صاحب فرماتے ہیں:

"ہمیں یہی اعتقاد رکھنا چاہیے کہ خدائے تعالی کے ہاتھ تو ہیں مگر مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں بلکہ جس طرح اس کی شان کے لائق ہیں،

بعض روایات میں آتاہے کہ خدائے تعالی کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں،وہاں بائیں کا بھی کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ بایاں ہاتھ کمزوری اور عیب کی علامت ہے ہم اس سے استنجاء کرتے ہیں اور نجاست کو دور کرتے ہیں، لہذا اگر بائیں کی نسبت خدائے تعالی کی طرف کی جائے گی تو اس سے عیب ثابت ہوگا جو کہ خدائے تعالی کی شان کے لائق نہیں،

اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کے علاوہ بعض دیگر "اعضاء" مثلاً چہرہ، پنڈلی، ردا، آزار اور قدم کا ذکر بھی آتا ہے، بعض روایات میں قدم کو دوزخ میں ڈالنے اور پنڈلی کو کھولنے کا ذکر بھی ملتا ہے، اس سلسلے میں حق مسلک یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں...

فرمایا کہ

میں نے آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا تو دیگر "اعضاء" کی طرح اللہ کے ہاتھ بھی اس کی صفات میں داخل ہیں۔"

عبدالحمید سواتی دیوبندی نے اللہ کے اعضاء گنوادیے ہیں یہ پھر بھی دیوبندیہ جہمیہ کے نزدیک مجسمی نہیں، اور اہل حدیث ان کے نزدیک مجسمی ہیں جنہوں نے کبھی ان صفات کو اللہ کے اعضاء قرار نہیں دیا۔

سواتی صاحب کہتے ہیں کہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور بایاں ہاتھ اس لیے نہیں ہے کہ اس سے حقیر کام کیے جاتے ہیں، یعنی سواتی دیوبندی صاحب ہاتھوں کو اللہ کے اعضاء ہی مان رہا ہے جن سے کام کیے جاتے ہیں، پھر اللہ کا قدم کو دوزخ میں ڈالنا اور قیامت کے دن پنڈلی ننگی کرنا سب صفات کا اثبات کر رہے ہیں، یہ دیوبندیہ دھرم پر ایٹم بم کا حملہ کیا ہے عبدالحمید سواتی نے، جس سے دیوبندی دھرم کی عمارت زمین بوس ہو گئی ہے۔

تیسرے مجسمی مولوی دیوبندیہ کے امام اہل سنت سرفراز خان صفدر صاحب ہیں،

❀ سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:

"قیامت کے دن اللہ کے دائیں ہاتھ میں آسمان ہوں گئے اور بائیں ہاتھ میں زمین ہو گی۔"

نوٹ: (عبدالحمید سواتی دیوبندی کے مطابق اللہ کے لیے بایاں ہاتھ ماننے سے اللہ کے لیے عیب ثابت ہو گا جو کہ اللہ کی شان کے لائق نہیں، جبکہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب نے اللہ کا بایاں ہاتھ بھی مان لیا ہے اور فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن زمین اللہ کے بائیں ہاتھ میں ہو گی، اب پتہ نہیں یہ عیب ثابت ہو رہا ہے یا نہیں اللہ کے لیے موجودہ دیوبندیہ جہمیہ کے نزدیک، بہر حال لطیفہ یہ ہے کہ یہ مولوی دائیں بائیں ہاتھ مان کر بھی مجسمی نہیں دیوبندیہ جہمیہ کے نزدیک)

سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب مزید فرماتے ہیں:

اللہ کے دو ہاتھ قرآن سے ثابت ہیں (تو جو اللہ کے ہاتھ نہیں مانتا وہ دیوبندی قرآن کا منکر ہے۔)

سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:

"(سن لو دیوبندیو بدعتیو!) اللہ کے ہاتھ بھی ہیں، اللہ تعالی دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، جیسا اس کی شایان شان ہے۔"

تو یہ تھے بعض دیوبندی مجسمی مولوی، جیسا ان صفات کا اثبات جو مخلوق میں بھی ہیں ان دیوبندی مولویوں نے کیا ہے ایسا تو آج تک کسی اہل حدیث عالم نے بھی نہیں کیا، لیکن یہ اکابرین دیوبند پھر بھی مجسمی نہیں، دیوبندیت منافقت کا دوسرا نام ہے۔

اسی لیے ان کو اللہ کی طرف سے یہ سزا ملی ہے دنیا میں اہل حدیث ہوں یا بریلوی ان دونوں پر جو اعتراض بھی دیوبندی کرتا ہے وہی ان کے اکابرین سے نکل آتا ہے اور دیوبندی اپنے اکابرین کی تاویلیں شروع کر دیتا ہے، بس یہی ایک دیوبندی کی زندگی ہے۔

۱۲۹

کا اپنا ارشاد ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (الشوریٰ-۱۱) اس کی مثل کوئی چیز نہیں
ہے۔ ہم ہر وقت اس کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور سبحان اللہ کہتے ہیں تو اس
کا معنی یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب، نقص، اور مادیت سے
پاک اور منزہ ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ
تو ہیں مگر مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں بلکہ جس طرح اس کی شان کے لائق ہیں
ہم انہیں خیال میں لانے سے قاصر ہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ
کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ وہاں بائیں کا بھی کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ بایاں
ہاتھ کمزوری اور عیب کی علامت ہے کہ ہم اس سے استنجا کرتے ہیں
اور نجاست کو دور کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر بائیں کی نسبت خدا کی طرف کی جائیگی
تو اس سے عیب ثابت ہوگا جو کہ خدا کی شان کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کے علاوہ بعض دیگر اعضاء مثلاً چہرہ، پنڈلی
پاؤں اور قدم، کا ذکر بھی آتا ہے۔ بعض روایات میں قدم کا دوزخ میں ڈالنے
اور پنڈلی، انگلیوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ بعض میں ... مسلک یہ ہے کہ
یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہیں ضروری نہیں کہ اللہ کے ہاتھ ہمارے جیسے
ہوتے ہیں۔ یہودیوں نے کہا اللہ کا ہاتھ بخیل ہو گیا ہے مگر اللہ نے فرمایا بَلْ یَدٰهُ
مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ (المائدہ-۶۴) بلکہ اللہ کے دونوں
ہاتھ کھلے ہیں، مگر وہ اپنی مرضی سے خرچ کرتا ہے جسے چاہے دیتا ہے اور
جسے چاہے روک لیتا ہے۔ یہاں بھی اللہ کے دونوں ہاتھوں کا ذکر ہے۔ اور
آیت زیر درس میں بھی فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے
تخلیق کیا تو دیگر اعضاء کی طرح اللہ کے ہاتھ بھی اس کی صفات میں داخل ہیں اور
ویسے ہی ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کے مجازی معنی مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ
کی قدرت اور قوت کے ہاتھ۔ انسان کی تخلیق میں مادیت اور لطافت دونوں

روزانہ درس قرآن

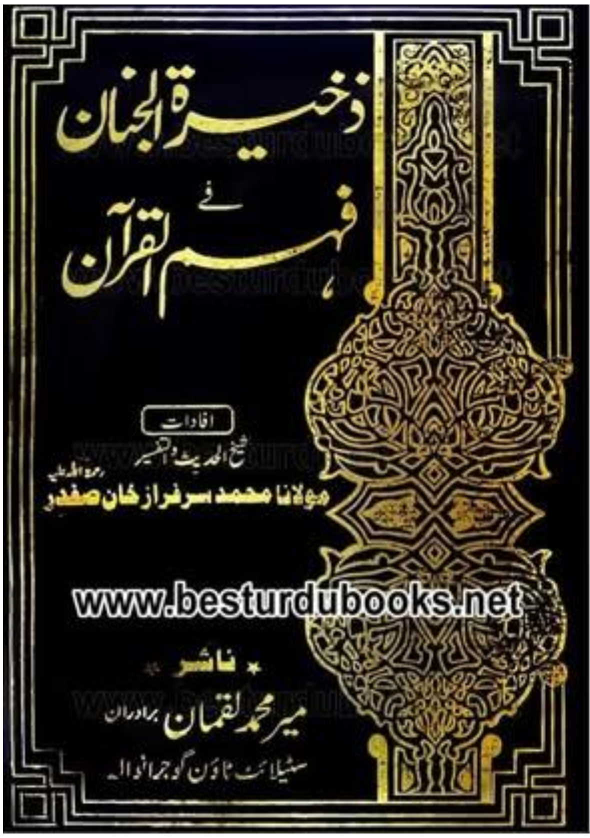
تفسیر

سُورۃ صٓ ——— (مکمل)
سُورۃ الزّمر ——— (مکمل)
سُورۃ المؤمن ——— (مکمل)
سُورۃ حٰمٓ السّجدۃ ——— (مکمل)
سُورۃ الشّوریٰ ——— (مکمل)
سُورۃ الزّخرف ——— (مکمل)
سُورۃ الدّخان ——— (مکمل)
سُورۃ الجاثیۃ ——— (مکمل)
سُورۃ الاحقاف ——— (مکمل)

افادات

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دام مجدہم

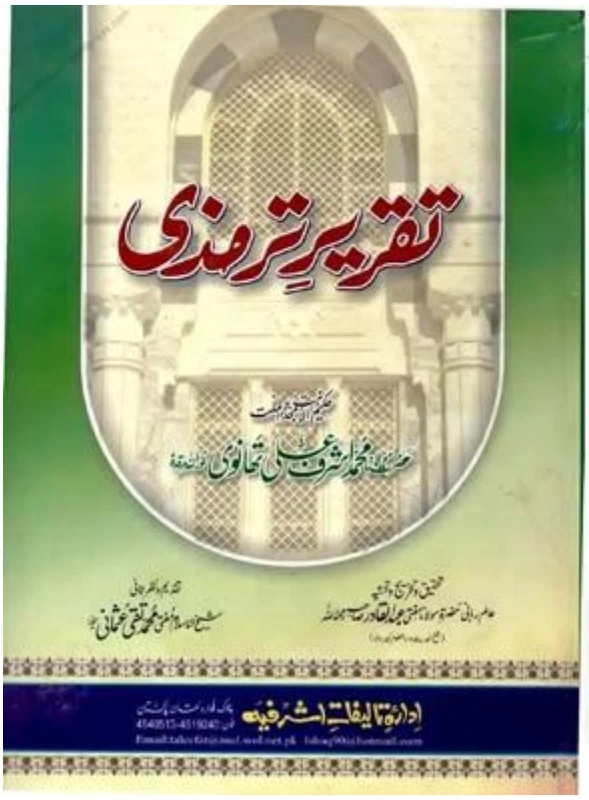
خطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ پاکستان



ذخیرۃ الجنان | ۳۰۶ | الزمر

کرتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ وہ لے شاہ کرتا ہے، علی ہجویری کرتا ہے، فلاں کرتا ہے۔ او ظالمو! ساری چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ کو مان کر یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اوروں کے سپرد کرتے ہو تم نے رب تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو رب تعالیٰ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ اور زمین ساری اس کی مٹھی میں ہوگی يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت والے دن وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ اور سارے آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے دائیں ہاتھ میں۔ دائیں ہاتھ میں آسمان ہوں گے اور بائیں ہاتھ میں زمین ہوگی۔ جو ہاتھ اس کی شان کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ قرآن سے ثابت ہیں۔ یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جکڑ دیئے گئے ہیں۔ فرمایا غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا "یہودیوں کے ہاتھ جکڑ دیئے اور ان پر لعنت کی گئی ہے اس وجہ سے جو انھوں نے کہا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ [المائدہ: ۶۴] بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے۔" اور سورۃ ص آیت نمبر ۷۵ پارہ ۲۳ میں ہے مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ "اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تو سجدہ کرتا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔" تو اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ تو قرآن سے ثابت ہیں آگے ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسے ہیں؟ کسی شے کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دے سکتے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ [شوریٰ: ۱۱] "نہیں ہے اس کے مثل کوئی شے۔" اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ پاک ہے رب تعالیٰ کی



۱۸۹

اور جو شخص ایک نفل ادا کرتا ہے تو اس کو ایک فرض ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ سو اسی بنا پر بعض امراء کی عادت ہے کہ رمضان شریف میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں۔ تاکہ ثواب زیادہ ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔

انتہی التقریر فائدہ: فی شرح ابی الطیب وهذا الحدیث وان ضعفه لکن یؤیده ماثبت من فعله فی الصحیحین عن عائشة قال ما رأیته فی شهر اکثر منه صیاما فی شعبان وفی روایة کان یصوم شعبان کله ولا یعارضه حدیث افضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم وقد تقدم فی الکتاب فی باب صلوٰة اللیل وهو صحیح رواه مسلم ایضا لجواز ان یکون افضل الصیام بعد رمضان عند الاطلاق صیام المحرم وعند قصد تعظیم رمضان صیام شعبان ۱ه ملخصًا زاده الجامع عفی عنه

قوله ان الصدقة لتطفیٔ غضب الرب وتدفع میتة السوء قال الجامع شبه الصدقة بالماء والغضب بالنار ثم اثبت تاثیر الماء فی النار للصدقة فی اطفاء الغضب ووجه التشبیه بین الماء وبین الصدقة قدمر عنقریب فی اواخر کتاب الصلوٰة واماوجه التشبیه بین النار وبین الغضب فهو اشتراک الحرارة بینهما فان النار سبب وجودها الحرارة الظاهرة وسبب وجود الغضب هو الحرارة الباطنة الکائنة فی الانسان وفی شرح ابی الطیب قوله وتدفع میتة السوء بکسر المیم الحالة التی یکون علیها الانسان من الموت والسوء بفتح السین وبضم ۱ه

وفی قوت المغتذی قال العراقی الظاهر ان المراد بها ما استعاذ منه النبی صلی الله علیه وسلم الهدم والتردی والغرق والحرق وان یتخبطه الشیطن عند الموت وان یقتل فی سبیل الله مدبرا ۱ه وفی شرح ابی الطیب قوله مهره بضم المیم ولد الفرس ۱ه

قوله وتصدیق ذلک فی کتاب وهو الذی یقبل التوبة عن عباده ویاخذ الصدقٰت قال العراقی فی هذا تخلیط من بعض الرواة ألم یعلموا ان الله هو یقبل التوبة الایة وقدرویناه فی کتاب الزکوٰة لیوسف القاضی علی الصواب کذا فی قوت المغتذی هذا کله من قوله ان الصدقة الی ههنا من زیادات الجامع قوله وقد قال غیر واحد الخ

مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں جیسا وہ خدا ہے بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کما حقہ ادراک نہیں ہو سکتا ایسے ہی اس کے صفات کا ادراک بھی محال ہے اور سلف صالحین و علماء حقہ میں کا یہی مذہب تھا اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً ید اللہ فوق ایدیھم میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔

✱ سارے فوت شدہ دیوبندی اکابر مجسمی تھے ✱

میں نے دیوبندیہ بدعتیہ کے اکابرین کو مجسمیہ کی جیل میں قید کیا ہوا ہے تو دیوبندیہ کے لیے اعلان ہے کہ ہمت ہے تو آکر اپنے اکابر مجھ سے چھڑالو۔ انہی دیوبندیہ کے بھگوانوں میں ایک سعید احمد پالن پوری دیوبندی ہے۔

❁ پالن پوری دیوبندی "استواء علی العرش کا مسئلہ " کے عنوان کے تحت کہتا ہے:

"قرآن کریم میں سات جگہ ہے "الرحمٰن علی العرش استوی "نہایت مہربان ہستی (ذات) عرش نشیں (عرش پر بیٹھا) ہوئی.... غرض اللہ تعالی عرش نشیں ہوئے۔"

پالن پوری دیوبندی نے استواء علی العرش کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ بذاتہ عرش پر بیٹھا، ہستی کا معنی ذات ہے اور نشیں ہونے کا معنی بیٹھنا، پالن پوری دیوبندی آگے خود ہی اس کی وضاحت کرتا ہے جیسا کہ آگے آپ دیکھیں گے.....

❁ پالن پوری دیوبندی استواء علی العرش میں سلف کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"سلف میں امام مالک، سفیان ثوری اور ایک روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ قرآن میں جو استواء علی العرش آیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

سب نے ایک ہی جواب دیا کہ

استواء معلوم، والکیف مجھول ،والإیمان به واجب، والسؤال عنه بدعة:

لغت میں استواء کے جو معنی ہیں وہ معلوم ہیں، جو بھی عربی جانتا ہے وہ اس کے معنی سمجھتا ہے، وہ معنی ہیں:

سیدھا ہونا، جم کر بیٹھنا،

اور اللہ تعالی پر بیٹھنے کی کیفیت کیا ہے، وہ ہمیں معلوم نہیں، اور اللہ کے عرش پر بیٹھنے کی جو کیفیت ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں،

غرض ان حضرات (سلف صالحین) نے کہا کہ

عرش پر جم کر بیٹھنا اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی صفات غیب ہیں،

اور یہ جو تم پوچھ رہے ہو کہ اللہ کے عرش پر جم کر بیٹھنے کی کیفیت کیا ہے؟ یہ سوال بدعت ہے، کیونکہ یہ آیتیں آج نہیں اتریں، اور کسی صحابی نے حضور سے نہیں پوچھا پھر تم کیوں پوچھتے ہو؟ سب نے یہی جواب دیا، اور یہی اصل سلفیت ہے۔"

سعید احمد پالن پوری دیوبندی کا واضح بیان آپ کے سامنے ہے، موجودہ دیوبندی جہلاء کے نزدیک کئی وجوہات کی بناپر یہ کھلی تجسیم ہے.....

- پہلی وجہ، کیونکہ پالن پوری دیوبندی نے سلف صالحین کا مذہب استواء کا معنی معلوم قرار دیا ہے جم کر بیٹھنا،

جبکہ موجودہ بدعتی دیوبندیہ کے نزدیک استواء کا معنی معلوم نہیں، وہ تفویض کے قائل ہیں،

نیز موجودہ بدعتیوں کے نزدیک امام مالک اور سلف سے یہ قول ثابت بھی نہیں۔

- دوسری وجہ، پالن پوری دیوبندی نے استواء کا لغوی معنی جم کر بیٹھنا لینا سلف کا مذہب قرار دیا ہے،

جبکہ موجودہ بدعتی دیوبندیہ کے نزدیک صفات باری تعالی کے لغوی معنی لینا مجسمی ہونا ہے، اس لیے یہ ہاتھ کا لغوی معنی کلائی سے نیچے کا حصہ لینا اللہ کے اعضاء ثابت کرنا قرار دیتے ہیں، لیکن پالن پوری دیوبندی کے نزدیک سلف صالحین کا مذہب صفات باری تعالی کے لغوی معنی مراد لینا ہی ہے۔

- تیسری وجہ، پالن پوری دیوبندی نے استواء کا معنی، جم کر بیٹھنا کیا،

اس سے موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک اللہ کا جسم ثابت ہو گیا کیونکہ جم کر وہی بیٹھتا ہے جو جسم رکھتا ہو۔

- چوتھی وجہ، پالن پوری دیوبندی نے یہی صفات باری تعالی کے لغوی معنی اصل سلفیت قرار دی ہے،

جبکہ موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک یہ اصل مجسمیت ہے، ان جاہل بدعتیو کے نزدیک تفویض مطلق اصل سلفیت ہے،

پالن پوری دیوبندیت کے تابوت میں کیل ٹھونک گیا ہے جو ان دیوبندیہ سے نکلنا نہیں، آگے چلیے!

سلف کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد آگے پالن پوری دیوبندی خود کو یہی اصل سلفی قرار دیتے ہوئے اپنا اور علماء دیوبند کا عقیدہ بیان کرتا ہے،

❀ پالن پوری دیوبندی کہتا ہے:

پہلی بات: سب سے پہلا سلفی میں ہوں... میں مانتا ہوں قرآن میں ہے:

امنتم من فی السماء-

پس میں مانتا ہوں اللہ تعالی آسمان میں ہیں، چنانچہ ہم جب بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے یہ فرمایا، تو ہم انگلی اوپر کی (جہت کی) طرف کرتے ہیں، زمین کی طرف نہیں کرتے، مگر اللہ کے آسمان میں ہونے کی کیفیت کیا ہے یہ میں نہیں جانتا،

اسی طرح اللہ عرش نشیں ہے، اللہ کے عرش پر ہونے کو بھی مانتا ہوں، اللہ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں،

لیکن کوئی پوچھے کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا،

اسی طرح اللہ کا چہرہ بھی ہے، ہاتھ بھی ہے، پنڈلی بھی ہے، میں سب باتیں مانتا ہوں،

میرا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے، تنزیہ کا مطلب ہے کہ اللہ کی مخلوق کی مشابہت سے پاکی بیان کرنا، پس کہیں گے اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا نہیں، اللہ کا چہرہ ہمارے چہرے جیسا نہیں،

اور تفویض کا مطلب ہے، صفات کی کیفیت کو اللہ کے حوالہ کرنا، یہ کہنا کہ اللہ تعالی ہی اپنی صفات کو بہتر جانتے ہیں، یہی اصل سلفیت ہے، اور علماء دیوبند اسی کے قائل ہیں۔"

جی جناب، تو یہ ہے فرقہ مجسمیہ دیوبندیہ!!

پالن پوری دیوبندی نے تنزیہ کا معنی یہ کیا ہے کہ صفات باری تعالی کو مخلوق سے مشابہت نہ دی جائے، جبکہ موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک تنزیہ کا مطلب یہ کہ صفات کا لغوی اور ظاہری معنی نہ لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس کا معنی اللہ کو ہی معلوم ہے۔

پالن پوری دیوبندی کے مطابق، تفویض یہ ہے کہ صفات کی کیفیت کو اللہ کے سپرد کیا جائے، جبکہ موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک تفویض یہ ہے کہ صفات کے معنی اور کیفیت دونوں کو اللہ کے سپرد کیا جائے۔

پالن پوری دیوبندی اللہ کا عرش پر بیٹھنا، اللہ کے ہاتھ، چہرہ، پنڈلی سب کچھ مانتا ہے اور اسے ہی دیوبندی علماء کا مذہب قرار دیتا ہے، جبکہ موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک اللہ کو عرش پر بیٹھا ماننا، اللہ کے ہاتھ، چہرہ، پنڈلی ماننا اللہ کے اعضاء ماننا ہے اور یہ فرقہ مجسمیہ کا کام ہے۔

❀ چنانچہ موجودہ بدعتی دیوبندی مولوی اعجاز اشرفی لکھتا ہے:

"فرقہ مجسمہ اللہ تعالی کو جسم گمان کرتا ہے اور استواء کے معنی بیٹھنے کے کرتا ہے۔"

توثابت ہوا تمام سلف صالحین اور دیوبندی اکابرین اور سعید احمد پالن پوری یعنی سارے فوت شدہ دیوبندی اکابر فرقہ مجسمہ سے تھے،

آخر میں دیوبندیہ بدعتیہ کے لیے ضروری اعلان!

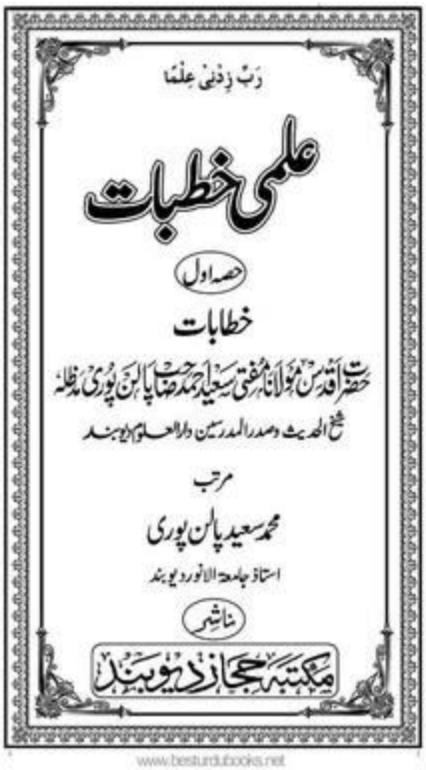
میں نے تمہارے اکابرین مجسمیہ کی جیل میں قید کر کے رکھے ہیں ہمت ہے تو آکر انہیں چھڑالو!


علمی خطبات ۱۴۰ اصلی سلفی اور آج کے سلفی

استواء علی العرش میں سلف کا مذہب

سلف میں امام مالک، سفیان ثوری اور ایک روایت میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ قرآن میں جو استواء علی العرش آیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ سب نے ایک ہی جواب دیا کہ الاستواء معلوم، والکیف مجھول، والایمان به واجب، والسؤال عنه بدعة۔ لغت میں استواء کے جو معنی ہیں وہ معلوم ہیں، جو بھی عربی جانتا ہے وہ اس کے معنی سمجھتا ہے، وہ معنی ہیں: سیدھا ہونا، جم کر بیٹھنا۔ اور اللہ کے عرش پر بیٹھنے کی کیفیت کیا ہے؟ وہ ہمیں معلوم نہیں۔ اور اللہ کے عرش پر بیٹھنے کی جو بھی کیفیت ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ ایمانیات میں سب سے پہلے ایمان بالغیب ہے، قرآن کریم کی دوسری سورت میں ہے ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ اور غیب کیا ہے؟ جو بھی چیز حواس خمسہ ظاہرہ کے دائرے میں نہیں آتی وہ غیب ہے، ایسی چیزیں کیا ہیں؟ جنت ہے، جنت کی نعمتیں ہیں، جہنم ہے جہنم کا عذاب ہے، فرشتے ہیں، اللہ ہیں، اللہ کی صفات ہیں، یہ سب حواس خمسہ ظاہرہ کے دائرے میں نہیں آتے، پس یہ سب غیب ہیں، اور ان پر ایمان لانا واجب ہے، کس بنیاد پر؟ اللہ کے رسول جو سچی خبر دینے والے ہیں ان کی خبر پر اعتماد کر کے جنت بھی مانتی ہے، اس کی نعمتیں بھی مانتی ہیں، جہنم بھی مانتی ہے، فرشتے بھی مانتے ہیں، اللہ کی جو صفات قرآن وحدیث میں آئی ہیں وہ سب مانتی ہیں۔ غرض: ان حضرات نے کہا کہ عرش الٰہی پر جم کر بیٹھنا یا اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی صفات غیب ہیں، لہٰذا اس کو پوری طرح سمجھے بغیر ماننا ضروری ہے، جیسے جنت کو پوری طرح سمجھے بغیر ماننا ضروری ہے، جہنم کو بغیر سمجھے ماننا ضروری ہے، تھوڑا بہت تو سمجھیں گے مگر مکمل نہیں سمجھیں گے، ایسے ہی اللہ کی صفات کو تھوڑا بہت تو سمجھیں گے مگر پوری کیفیت نہیں سمجھ سکتے، اس لئے پوری کیفیت سمجھے بغیر ماننا ضروری ہے۔ اور یہ جو تم پوچھ رہے ہو کہ اللہ کے عرش پر جم کر بیٹھنے کی کیفیت کیا ہے؟ یہ سوال بدعت ہے، کیونکہ یہ آیتیں آج نہیں اتریں، اور کسی صحابی نے حضور سے نہیں پوچھا، پھر تم کیوں پوچھتے ہو؟ سب نے یہی جواب دیا ہے، اور یہی اصل سلفیت ہے۔

لیکن جب حنابلہ میں غلو پیدا ہوا، اور مسلمانوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا کہ کاغذ



اور وہ خود کو اشعری کہتے اور لکھتے تھے۔

پھر جب انھوں نے دیکھا کہ اب سلفی بنے بغیر چارہ نہیں، یہ لبادہ اوڑھے بغیر ریال ہاتھ نہیں آسکتے تو انھوں نے اشعریت کا لبادہ اتار پھینکا اور سلفی بن گئے اور سعودیہ والے بے چارے دھوکہ میں آگئے، وہ سمجھے کہ یہ بھی ہمارے جیسے سلفی ہیں، حالانکہ وہ نقلی سلفی ہیں۔

غرض مسئلہ میں یہ سمجھا رہا تھا کہ اہل حق کون ہیں؟ جو عقائد میں تین میں سے ایک ہو، اور فقہ میں چار میں سے ایک ہو، وہی مکمل طور پر اہل حق ہیں، اور اگر ایک طرف سے اہل حق میں سے ہو، اور دوسری طرف سے اہل باطل میں سے تو وہ کریلا نیم چڑھا ہے، اور اگر دونوں طرف سے اہل باطل میں سے ہو تو اس سے اللہ کی پناہ!

خلاصہ کلام:

اب آخر میں دو باتیں سنو!

پہلی بات: سب سے پہلا سلفی میں ہوں، لیکن میں اشعری بھی ہوں، اور ماتریدی بھی، تینوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ اس طرح کہ اللہ کی تمام صفات کو جو قرآن و حدیث میں آئی ہیں، میں مانتا ہوں، قرآن میں ہے: ﴿أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ﴾: پس میں مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، چنانچہ ہم جب بھی کہتے ہیں: اللہ نے یہ فرمایا تو ہم انگلی اوپر کی طرف کرتے ہیں، زمین کی طرف نہیں کرتے، مگر اللہ کے آسمان میں ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ عرش نشیں ہیں، اللہ کا عرش بھی مانتا ہوں، اللہ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں لیکن کوئی پوچھے کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا، اسی طرح اللہ کا چہرہ بھی ہے، ہاتھ بھی ہے، پنڈلی بھی ہے، میں یہ سب باتیں مانتا ہوں، مگر کوئی پوچھے کہ وہ کیسے ہیں؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا۔

پس میرا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے: تنزیہ کا مطلب ہے: اللہ کی مخلوق کی مشابہت سے پاکی بیان کرنا، پس کہیں گے: اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا نہیں، اللہ کا چہرہ ہمارے چہرے جیسا نہیں، اور تفویض کا مطلب ہے: صفات کی کیفیت کو اللہ کے حوالہ کرنا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی صفات کو بہتر جانتے ہیں۔ یہی اصل سلفیت ہے اور علمائے دیوبند اسی کے قائل ہیں۔

(گمراہی) کی بات کہی ہے، پس اس کو باہر نکالو، چنانچہ آپ بخاریٰ سے بھی نکالے گئے، حالانکہ امام بخاری کی بات صد فیصد صحیح تھی، اور یہ بات امام بخاریؒ سے سو سال پہلے امام ابو حنیفہؒ اپنی کتاب الفقہ الاکبر میں لکھ چکے تھے کہ کلامنا بالقرآن مخلوق اور امام بخاریؒ حدیث میں امام احمدؒ کے شاگرد تھے اور امام احمدؒ نے قرآن کے بارے میں جو کہا تھا کہ وہ مخلوق نہیں ہے، قدیم ہے، اس کا مطلب امام بخاری بہتر جانتے تھے بمقابلہ بعد کے لوگوں کے، اور امام احمد امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، پس امام اعظم کی بات امام احمد کے سامنے تھی، اور امام بخاری اپنے استاذ کا مذہب صحیح سمجھ رہے تھے، مگر حنابلہ میں اتنا غلو ہو گیا تھا کہ امام بخاری کا یہ قول ان کو ہضم نہیں ہوا۔

استواء علی العرش کا مسئلہ:

پھر زمانہ آگے بڑھا تو اللہ کی ایک دوسری صفت زیر بحث آئی، قرآن کریم میں سات جگہ ہے: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾: نہایت مہربان ہستی عرش نشیں ہوئی، ان سات جگہوں میں سے ایک جگہ سورۂ یونس کے پہلے رکوع میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ، يُدَبِّرُ الْأَمْرَ﴾: اللہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے آسمان و زمین کو چھ دنوں میں یعنی چھ دوروں میں پیدا کیا۔ دن: دنیا کا بارہ گھنٹے کا دن نہیں تھا، کیونکہ اس وقت سورج نہیں تھا، بلکہ یہ اللہ کے یہاں کا دن ہے، اس لئے میں نے لفظ دور استعمال کیا، ایک دور کتنے دن کا ہوتا ہے؟ معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں! غرض اللہ تعالیٰ عرش نشیں ہوئے، وہ پوری کائنات کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس آیت سے رد کرتا ہے ان ہندوؤں اور مشرکوں پر جنھوں نے اللہ کی حکومت کے شعبے بنائے ہیں: بارش کا خدا یہ ہے، دولت کا خدا یہ ہے، صحت کا خدا یہ ہے، مشرکین مکہ نے بھی یہی کر رکھا تھا، وہ کہتے تھے: بادشاہ اکیلا حکومت نہیں چلا سکتا، پھر اللہ اتنی بڑی کائنات کا انتظام کیسے کر سکتے ہیں؟ اللہ نے بھی الگ الگ شعبے قائم کر کے الگ الگ خداؤں کو سونپ دیئے ہیں۔ قرآن جگہ جگہ اس کی تردید کرتا ہے، کہتا ہے: اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دوروں میں بنایا، پھر کوئی انتظام کسی کو نہیں سونپا، وہ خود عرش نشیں ہیں اور وہی معاملات کا انتظام کر رہے ہیں۔



144 استواء علی العرش

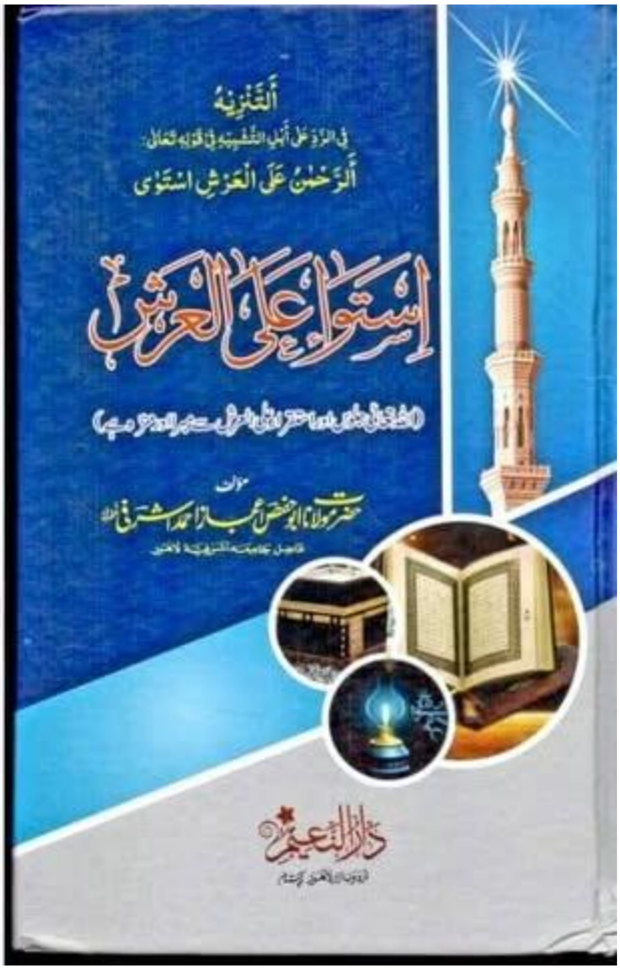
اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ اور سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ ہر چیز ایک معین میع
تک کے لیے رواں دواں ہے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ وہی ان نشانیوں
کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ اس بات کا یقین کرلو کہ (ایک دن) تمہیں اپ
پروردگار سے جاملنا ہے۔

تشریح پھر وہ اپنی قدرت اور قہر سے اور تدبیر و تصرف سے عرش عظیم پر قائم ہوا جو قیام اس کی
شان کے لائق ہے۔

عرش پر قائم ہونے سے اس کی جلوہ افروزی مراد ہے جس کی حقیقت سوائے اللہ تعالی
کے کسی کو معلوم نہیں۔ اور اللہ تعالی کا عرش پر قائم اور جلوہ فرما ہونا آسمانوں کے بنا
کرنے سے کہیں زیادہ بلند اور برتر ہے۔ اس لیے لفظ "ثُمَّ" ان دونوں میں تفاضل
اور تفاوت کے بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ "اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" "رفع
السَّمٰوٰت" سے زیادہ اعلی اور ارفع ہے کیونکہ عرش عظیم تجلیات خداوندی اور احکا
الہیہ کا مصدر اور مرکز ہے۔ تمام عالم کی تدبیر اور تصرف کے احکام عرش عظیم ہی سے
نازل ہوتے ہیں۔

عرش پر قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالی بادشاہ کی طرح تخت پر برابر بیٹھا ہوا ہے
کیونکہ یہ صفت تو جسم کی ہے، جو وضع اور ہیئت کے ساتھ موصوف ہو اور اللہ تعالی اس
سے پاک اور منزہ ہے۔

فرقہ مجسمہ اللہ تعالی کو جسم گمان کرتا ہے اور استواء کے معنی بیٹھنے کے کرتا ہے۔ اہل
السنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ "اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ
تعالی عرش پر قائم ہوا جو اس کی شان عظمت و جلال اور اس کی شان قدوسیت کے
شایان ہے اور ہم اس کے "اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" پر ایمان لاتے ہیں جو اس کی
شان کے لائق ہے اور اس کی تنزیہ و تقدیس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ
عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی مکان اور جہت سے، تمکن اور استقرار سے، اتصال اور
انفعال سے، سب سے پاک ہے۔ مکان اور جہت سب اسی کی مخلوق ہے۔ وہ خدا
قدوس مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے جس شان پر تھا اسی شان پر زمان اور



✱ اللہ کے سارے اعضاء ماننے والے دیوبندی مجسمی مولوی ✱

اللہ کے اعضاء ماننا اللہ کا جسم ماننا ہے اور جو اللہ کا جسم مانتا ہے وہ مجسمی ہے جو کہ اہل سنت کے نزدیک بدعتی اور گمراہ فرقہ ہے، بعض دیوبندی مولوی بھی اللہ کے اعضاء ماننے والے مجسمی تھے، دیوبندیہ پر اتمام حجت ہے یہ پوسٹ اللہ پاک کے فضل و کرم سے، جو کوئی دیوبندی مولوی اس پوسٹ کا جواب دے دے میں اس کا مذہب قبول کرلوں گا،

❀ مولوی اعجاز اشرفی دیوبندی لکھتا ہے:

"بعض لوگ (دیوبندی مولوی) تجسیم کی لفظاً اور معناً تو نفی کرتے ہیں لیکن وہ اس کے باوجود بعض تشبیہ سے محفوظ نہیں ہیں کیونکہ ان (دیوبندی مولویوں) کے گمان میں یہ تشبیہ نہیں ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔"

اعجاز اشرفی دیوبندی کے بیان سے معلوم ہوا کہ بعض دیوبندی مولوی اللہ کے لیے تجسیم و تشبیہ کی زبانی کلامی نفی تو کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ مجسمہ اور مشبہہ ہیں، تو یہی دیوبندی مولوی آپ کو دکھارہا ہوں جو زبانی کلامی اللہ کے لیے تجسیم و تشبیہ کی نفی کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی مجسمی ہیں۔

اللہ کے سارے اعضاء ماننے والے دیوبندی مولوی

سب سے پہلے دیوبندیہ کے اکابر عبدالحمید سواتی دیوبندی صاحب کو دیکھتے ہیں......

❀ عبدالحمید سواتی دیوبندی اللہ کے سارے اعضاء مانتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خداتعالی کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں وہاں بائیں کا بھی کوئی تصور نہیں، کیونکہ بایاں ہاتھ کمزوری اور عیب کی علامت ہے ہم اس سے استنجاء کرتے ہیں اور نجاست کو دور کرتے ہیں، لہذا اگر بائیں کی نسبت خدا کی طرف کی جائے گی تو اس سے عیب ثابت ہوگا جو کہ خدا کی شان کے لائق نہیں،

(سواتی دیوبندی صاحب کے نزدیک اللہ کا بایاں ہاتھ اس لیے نہیں کہ ہم اس سے استنجاء اور نجاست دور کرتے ہیں، یعنی سواتی دیوبندی کے نزدیک اللہ کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کی طرح ہیں)

مزید سواتی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"اللہ کے ہاتھوں کے علاوہ بعض دیگر اعضاء مثلاً چہرہ، پنڈلی، ردا، ازار، اور قدم کا ذکر بھی آتا ہے، بعض روایات میں قدم کو دوزخ میں ڈالنے اور پنڈلی کو کھولنے کا ذکر بھی ملتا ہے، تو اس سلسلے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اللہ تعالی کی صفات ہیں...

آیت زیر درس میں بھی فرمایا کہ [میں نے آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا] تو دیگر اعضاء کی طرح اللہ کے ہاتھ بھی اس کی صفات میں داخل ہیں۔"

سواتی دیوبندی صاحب واضح الفاظ میں اللہ کے ہاتھ، چہرہ، پنڈلی، ردا یعنی چادر، آزار یعنی تہہ بند، اور قدم کو اللہ کے اعضاء قرار دے رہے ہیں،

ہاتھ، کلائی سے نیچے کا حصہ جس میں انگلیاں شامل ہیں،

چہرہ، ماتھے سے ٹھوری تک کا حصہ،

پنڈلی، گھٹنے سے ٹخنے کے درمیان کا حصہ،

قدم، جس کے اوپر پنڈلی ہوتی ہے،

ازار، تہہ بند،

ردا یعنی چادر،

یہ سارے اعضاء عبد الحمید سواتی دیوبندی اللہ کے لیے ثابت کر رہا ہے اور دیوبندی کہتے ہیں یہ مجسمی نہیں، پھر قدم کو دوزخ میں ڈالنا اور پنڈلی کھولنا بھی مان رہا ہے جو کہ موجودہ دیوبندیہ کے نزدیک مجسمیہ کی علامت ہے۔

دوسرا اللہ کے سارے اعضاء ماننے والا مجسمی دیوبندی مولوی......

❁ دیوبندیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب سلف صالحین کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یوں کہا جائے گا کہ اللہ تعالی کے ہاتھ بھی ہیں، پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں، مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں۔"

اللہ کے ہاتھ، پیر، آنکھ، کان اور سب چیزیں ہیں، ان سب چیزوں سے مراد سارے اعضاء ہیں جو اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب بیان کر رہے ہیں، حیرانی یہ ہے کہ یہ دیوبندیہ کے نزدیک مجسمی نہیں، کیونکہ اپنا حکیم الامت ہے۔

تیسرا اللہ کے سارے اعضاء ماننے والا مجسمی دیوبندی مولوی......

دیوبندیہ کا امام اہل سنت سرفراز خان صفدر، کیسا لطیفہ ہے جسے امام اہل سنت بنایا ہوا ہے وہ مجسمی ہے جو کہ بدعتی ہیں۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی کا بیان دیکھنے سے پہلے دیوبندی اکابرین میں شامل ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب کا بیان دیکھیں۔

❁ ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"اور مشبہہ اور مجسمہ کی طرح یہ نہ کہے کہ معاذ اللہ یہ اللہ کے اعضاء اور اجزاء ہیں اور اس طرح نہ کہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے تاکہ مشبہہ کی طرح آیات تنزیہ اور تقدیس کا انکار لازم نہ آئے۔"

ادریس کاندھلوی دیوبندی کے مطابق اللہ کے ہاتھ، پنڈلی، چہرہ، پاؤں، آنکھیں، وغیرہ کو اللہ کے اعضاء کہنے والا مجسمی اور مشبہہ ہے، جو کہ اوپر عبدالحمید سواتی دیوبندی کہہ رہا ہے لہذا ادریس کاندھلوی کے مطابق عبدالحمید سواتی مجسمی ہے مزید ثبوت آگے بھی آرہا ہے، اور سرفراز خان صفدر دیوبندی بھی ادریس کاندھلوی کے مطابق مجسمی ہے۔

❁ چنانچہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"استوی کا حقیقی معنی بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں.... جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔"

عبدالحمید سواتی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے، عرش پر بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہوتی ہے" ....

ادریس کاندھلوی دیوبندی کے مطابق سرفراز خان صفدر اور عبدالحمید سواتی دونوں مجسمہ اور مشبہہ ہیں کیونکہ یہ کہنا کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے آیات تنزیہ اور تقدیس کا انکار اور مجسمہ اور مشبہہ کی علامت ہے۔

خود ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب اپنے ہی فتوے کے مطابق مجسمہ اور مشبہہ ہیں، چنانچہ دوسری جگہ جناب خود لکھتے ہیں:

"اللہ تعالی نے اپنی صفات کاملہ کا نمونہ انسان میں اسی لیے پیدا کیا کہ ان کو دیکھ کر اللہ تعالی کی صفات کا نشان پا سکیں، اور سمجھیں کہ ہماری یہ صفات کمال خدا کی صفات کمال کا ادنی سا پرتو ہے"....

ادریس کاندھلوی دیوبندی کے مطابق انسان کے ہاتھ، چہرہ، پاؤں، حیات، علم، قدرت وغیرہ وغیرہ جیسی صفات اس لیے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ کے ہاتھ، چہرہ، آنکھیں، علم قدرت، حیات کا پتہ لگا سکیں، یہ واضح تشبیہ ہے انسان سے، اور تشبیہ دے کر آگے جناب تشبیہ کی نفی کر رہے ہیں تو یہاں سب سے پہلے دیوبندی مولوی اعجاز اشرفی کا بیان دیکھیں:

❁ "کہ ان مولویوں کا گمان ہے کہ یہ تجسیم و تشبیہ نہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔"

سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب مزید فرماتے ہیں:

"اللہ کے دائیں ہاتھ میں آسمان اور بائیں ہاتھ میں زمین ہو گی، (حالانکہ عبدالحمید سواتی کے مطابق اللہ کا بایاں ہاتھ نہیں اس لیے کہ دیوبندی بائیں ہاتھ سے استنجاء کرتے ہیں، اور سرفراز خان صفدر دیوبندی کہہ رہا ہے کہ اللہ کے بائیں ہاتھ میں زمین ہو گی، ہر دیوبندی مولوی کا اپنا اپنا ہی عقیدہ ہے۔)

سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب مزید فرماتے ہیں:

"(جاہل دیوبندیو!) اللہ کے دو ہاتھ تو قرآن سے ثابت ہیں... اللہ تعالی کے ہاتھ بھی ہیں، اللہ دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہے۔"

اس کے علاوہ سرفراز خان صفدر دیوبندی، اللہ کی مٹھی، اللہ کے حقیقی نزول، قیامت کے دن مخلوق کے سامنے آنے کا بھی قائل ہے۔ یہ واضح تشبیہ ہے، کیونکہ دیوبندی مولوی کے بھی دو ہاتھ ہیں، دیوبندی مولوی بھی دیکھتا، سنتا اور بولتا ہے، لیکن اس کے باوجود اسے امام اہل سنت بنایا ہوا ہے دیوبندیوں نے جسے ہم نے مجسمی اور مشبہہ ثابت کیا ہے

، کوئی دیوبندی مولوی اپنے اکابرین کو ہم سے چھڑا لے ہم بھی ان تیرے اکابرین کے ساتھ تیرے مذہب میں آ جائیں گے۔

آخر میں دیوبندیہ کا امام اعظم بھی دیکھ لیں وہ موصوف بھی دیوبندیہ کے مطابق مجسمی ہی تھے.....

❁ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ کا چہرہ بھی ہے اور نفس بھی، جس طرح کے اللہ تعالی نے قرآن میں اپنے لیے چہرہ، نفس اور ہاتھ کا ذکر کیا ہے" ....

❁ دیوبندی مولوی ڈاکٹر عبدالرحیم بلوچ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بیان کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اللہ تعالی کی وہ صفات جو انسانی جسم کا خاصہ اور لوازم ہیں جیسے ہاتھ، چہرہ اور نفس یا جن کا تعلق بعض انسانی اعضاء سے ہے جیسے غصہ اور خوشی وغیرہ، تو ان صفات کی تاویل اور توجیہ اس طرح کرنا کہ اس سے خود ان الفاظ کا مفہوم ہی لغو اور باطل ہو جائے درست نہیں ہے، ہم ان صفات پر اسی معنی اور مفہوم میں ایمان رکھتے ہیں جو ان الفاظ کو سن کر فوراً ہی ذہن میں آ جاتے ہیں۔"

دیوبندی مولوی عبدالرحیم بلوچ کے مطابق ہاتھ، چہرہ، نفس انسانی جسم کا خاصہ ہیں، لہذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اللہ کا جسم مان رہے ہیں، اور اسی طرح انسانی اعضاء سے جن کا تعلق ہے غصہ اور خوشی وغیرہ تو ان سب کا وہی معنی و مفہوم مانتے ہیں جو ان الفاظ کو سن کر فوراً ذہن میں آ جاتا ہے، یعنی ہاتھ کا لفظ سن کر ذہن میں جو آتا ہے وہی مانا جائے گا، اسی طرح پنڈلی، نفس، چہرہ وغیرہ وغیرہ کا۔

تو یہ تھے اللہ کے سارے اعضاء ماننے والے دیوبندی مجسمی مولوی، لیکن یہ دیوبندیہ کے نزدیک مجسمی نہیں کیونکہ ان کے اکابرین میں سے ہیں تو اگر یہی مجسمی قرار دے دیے تو دیوبندیت تو وڑ گئی،

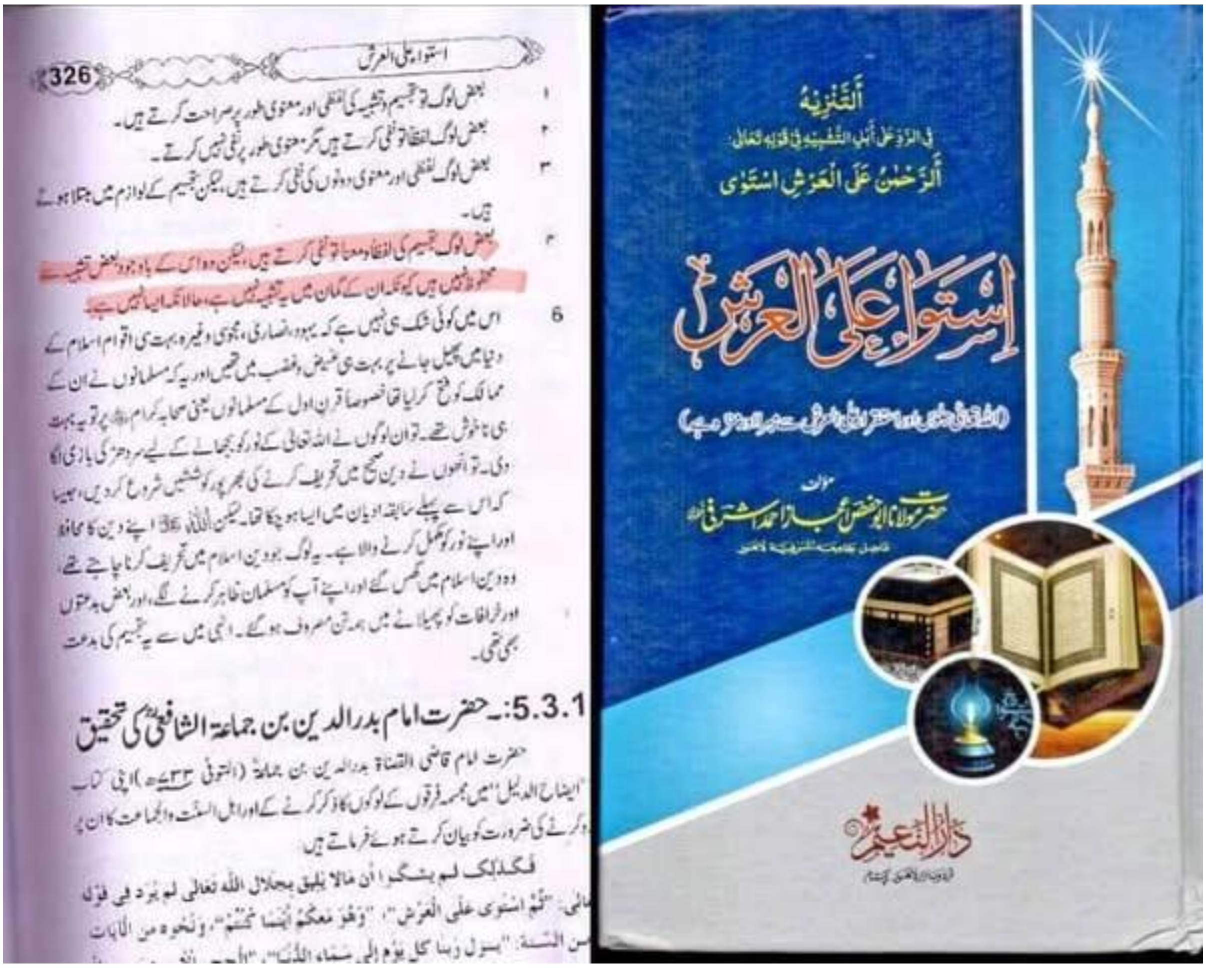
خلاصہ کلام:

اب تک دیوبندی اکابرین سے جو اللہ کے لیے ثابت ہوا ہے وہ یہ اعضاء ہیں:

دو ہاتھ، مٹھی، چہرہ، نفس، پنڈلی، آنکھیں، کان، قدم، ازار، ردا، بیٹھنا، دیکھنا، سننا، بولنا، آنا، اترنا، حیات، علم، قدرت، غصہ، خوشی، اور سب کچھ،

لطیفہ:

یہ دیوبندیوں کے نزدیک نہ تشبیہ ہے نہ تجسیم۔


استواء علی العرش 326

۱ بعض لوگ تو تجسیم وتشبیہ کی لفظی اور معنوی طور پر صراحت کرتے ہیں۔

۲ بعض لوگ لفظاً تو نفی کرتے ہیں مگر معنوی طور پر نفی نہیں کرتے۔

۳ بعض لوگ لفظی اور معنوی دونوں کی نفی کرتے ہیں، لیکن تجسیم کے لوازم میں مبتلا ہوتے ہیں۔

۴ بعض لوگ تجسیم کی الفاظ ومعناً تو نفی کرتے ہیں، لیکن وہ اس کے باوجود بعض تشبیہ سے محفوظ نہیں ہیں کیونکہ ان کے گمان میں یہ تشبیہ نہیں ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

6 اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ یہود، نصاریٰ، مجوسی وغیرہ بہت سی اقوام اسلام کے دنیا میں پھیل جانے پر بہت ہی غیض وغضب میں تھیں اور یہ کہ مسلمانوں نے ان کے ممالک کو فتح کرلیا تھا خصوصاً قرن اول کے مسلمانوں یعنی صحابہ کرام ؓ پر تو یہ بہت ہی ناخوش تھے۔ تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ تو انھوں نے دین صحیح میں تحریف کرنے کی بھرپور کوششیں شروع کردیں، جیسا کہ اس سے پہلے سابقہ ادیان میں ایسا ہو چکا تھا۔ لیکن اللہ ﷻ اپنے دین کا محافظ اور اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے۔ یہ لوگ جو دین اسلام میں تحریف کرنا چاہتے تھے، وہ دین اسلام میں گھس گئے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگے، اور بعض بدعتوں اور خرافات کو پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ انہی میں سے یہ تجسیم کی بدعت بھی تھی۔

5.3.1:۔ حضرت امام بدرالدین بن جماعۃ الشافعیؒ کی تحقیق

حضرت امام قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعۃؒ (المتوفی ۷۳۳ھ) اپنی کتاب "ایضاح الدلیل" میں مجسمہ فرقوں کے لوگوں کا ذکر کرنے کے اور اہل السنۃ والجماعۃ کا ان پر رد کرنے کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فكذلك لم يشكوا أن ما لا يليق بجلال الله تعالى لم يرد في قوله تعالى: "ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ"، "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ"، ونحوه من الآيات ومن السنة: "ينزل ربنا كل يوم إلى سماء الدنيا"

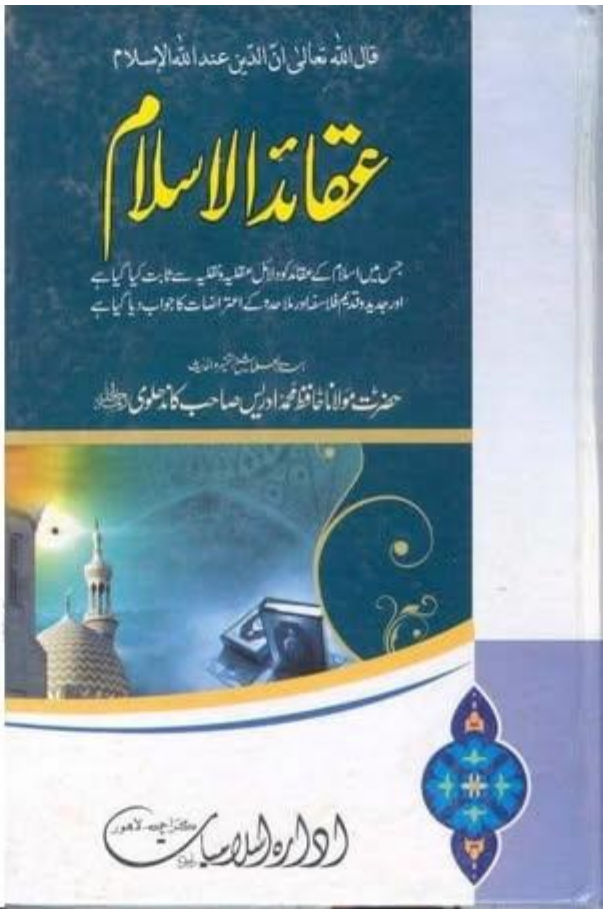
عقائد اسلام حصہ اول ٦٦

تعالی کے لئے ثابت تسلیم کریں اور اپنی رائے اور قیاس سے اور اپنے کشف اور الہام سے ان کی حقیقت معلوم کرنے کی سعی نہ کریں اور جس طرح یہ صفات متشابہات کتاب وسنت صحیحہ سے ثابت ہوئی ہیں ان کو بے چون وچرا تسلیم کریں اور معتزلہ کی طرح درپے تاویل نہ ہوں تاکہ قدریہ اور معتزلہ کی طرح ان صفات متشابہات کا انکار لازم نہ آئے جو جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں اور مشبہہ اور مجسمہ کی طرح یہ نہ کہے کہ معاذ اللہ یہ اللہ کے اعضا اور اجزاء ہیں اور اس طرح نہ کہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے تاکہ مشبہہ کی طرح آیات تنزیہ اور تقدیس کا انکار لازم نہ آئے حق تعالی کی جو صفات قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان لائے اور ان کی حقیقت اللہ کے سپرد کرے اور تنزیہ اور تقدیس کے لئے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ زبان سے کہے اور دل سے اعتقاد رکھے کہ جس طرح باتفاق عقلاء حق تعالی سمیع اور بصیر ہے اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے سننے اور دیکھنے کے مشابہ نہیں پس اسی طرح اس کا ہاتھ اور قدم ہمارے ہاتھ اور قدم کے مشابہ نہیں۔ اہل حق کے گروہ نے نہ تو معتزلہ کی طرح ظاہر کی نفی میں اتنا غلو کیا کہ حد تعطیل تک پہنچ جائے اور نہ مشبہہ کی طرح ظاہر پر اس درجہ جمود کیا کہ تشبیہ اور تمثیل میں جا پڑتے بلکہ دم(۱) تعطیل اور تشبیہ اور تمثیل کے فرث(۲) کے درمیان سے ایک لبن(۳) خالص نکال لیا اور خود بھی پیا اور شاربین(۴) کرام کو بھی پلایا۔ تمام سلف صالحین اور ائمہ اربعہ کا یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر میں امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں:

فما ذكر الله في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس والعين فهو له صفات ولا يقال ان يده قدرته و نعمته لان فيه ابطال الصفة وهو قول اهل القدر والاعتزال ولكن يده صفته بلا كيف. انتهى

یعنی قرآن کریم میں جو اللہ تعالی نے وجہ اور ید اور نفس اور عین کا ذکر کیا ہے وہ سب اللہ تعالی کی صفات ہیں۔ اور نہ یہ کہنا چاہئے کہ ید سے اللہ کی قدرت یا نعمت مراد ہے اس لئے کہ اس طور سے اللہ کی صفات کو باطل کرنا لازم آتا ہے اور یہ قول معتزلہ کا ہے بلکہ یہ کہنا

(۱) خون۔ (۲) گندگی۔ (۳) دودھ۔ (۴) پینے والے۔



روزانہ درسِ قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الاعراف

(مکمل)

جلد (۸)

افادات

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دام مجدھم

خطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ

انجام دینے کی تعلیم دی ہے۔

استوٰی علی العرش

ابتدائے تخلیق کے ضمن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ سورۃ ہود میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ اور اس کا عرش اس وقت پانی پر تھا۔ پانی کی طرح عرش بھی اللہ کی مخلوق ہے، اُس کی صفت نہیں۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی تجلیات اُس کی صفات ہیں۔ بہرحال فرمایا کہ تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ مفسرین کرام عرش پر مستوی ہونے کے دو معنی بیان کرتے ہیں ایک تو مجازی معنیٰ ہے جو متکلمین بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے۔ عرش پر بیٹھنا صاحبِ اقتدار ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔

استوٰی بشر علی العراق

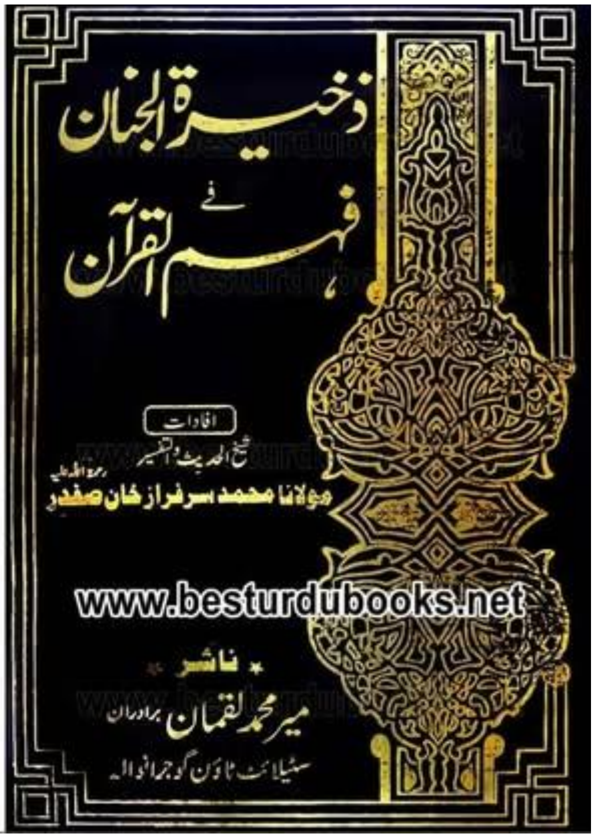
من غیر سیف و دم مھراق

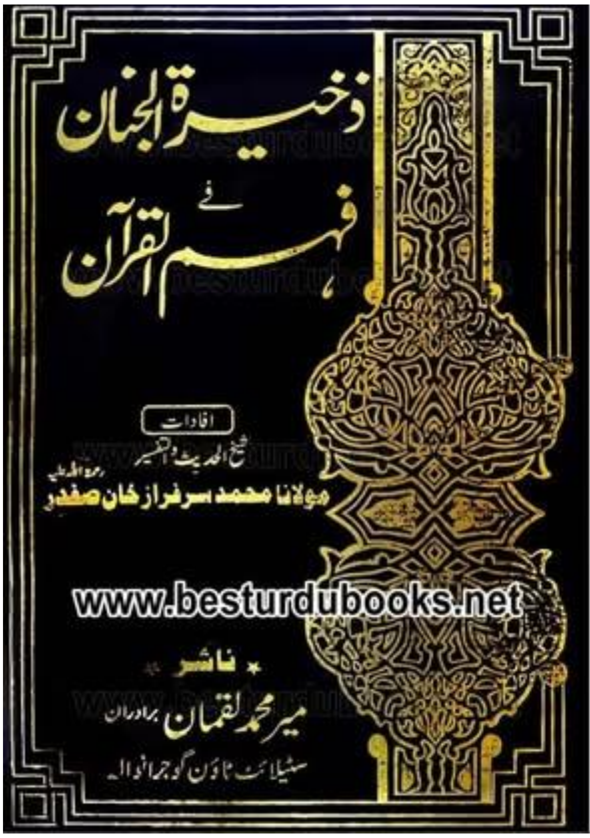
بشر تخت پر بیٹھ گیا یعنی اُس کو اقتدار مِل گیا، مگر نہ تلوار چلی اور نہ خون بہا۔ بہرحال استوٰی علی العرش کے مجازی معنٰی یہ ہیں کہ تخت پر بیٹھ گیا، اختیارات مِل گئے یا بادشاہ وغیرہ بن گیا۔

استوٰی کو حقیقی معنٰی پر بھی محمول کر سکتے ہیں جیسا کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابن عیینہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ سلف کا مسلک ہے۔ امام مالک کا قول ہے استوی معلوم والکیف غیر معقول یعنی استوی کا معنٰی تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی یا فرماتے ہیں والکیف مجھول یعنی اس کی کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا استوی بھی اسی طرح سمجھا جائے جس طرح کوئی انسان کرسی یا

ذخیرۃ الجنان — ٩٨ — الاعراف

کے مطابق اکتالیس دن پڑھیں انشاء اللہ نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور رزق کی تنگی کیلئے یَا رَحِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا رَزَّاقُ کا وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں اثر ہے الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ یہ دن تو اس وقت نہیں تھے لہٰذا اتنا وقت مراد ہے کہ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کیا۔ پیدا تو وہ ایک لمحے میں کر سکتا تھا مگر یہ اس کی حکمت تھی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے مخلوق کو سمجھانا مقصود ہے کہ کام دفعۃً نہیں بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے بھی چھ دنوں میں پیدا کیا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ مستوی کا ایک معنیٰ تو مجازی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے۔ عرش کا بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے۔ اور استوٰی کا حقیقی معنیٰ بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے؟ ہم کسی سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے۔ مثلاً میں گدی پر بیٹھا ہوں اور آپ قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے کوئی پلنگ پر اور کوئی چٹائی پر، کوئی زمین پر۔ یہ بیٹھنا تو ہم دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کہیں گے کہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔ اس سے آگے ہمیں اس کی تشریح معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے۔ اسی آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے متعلق امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے۔ تو فرمایا





ذخیرۃ الجنان — ٣٠٦ — الزمر

کرتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ دولے شاہ کرتا ہے، علی ہجویری کرتا ہے، فلاں کرتا ہے۔ او ظالمو! ساری چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ کو مان کر یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اوروں کے سپرد کرتے ہو تم نے رب تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو رب تعالیٰ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ اور زمین ساری اس کی مٹھی میں ہوگی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ اور سارے آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے دائیں ہاتھ میں۔ دائیں ہاتھ میں آسمان ہوں گے اور بائیں ہاتھ میں زمین ہوگی۔ جو ہاتھ اس کی شان کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ قرآن سے ثابت ہیں۔ یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جکڑ دیے گئے ہیں۔ فرمایا غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ”یہودیوں کے ہاتھ جکڑ دیے اور ان پر لعنت کی گئی ہے اس وجہ سے جو انھوں نے کہا بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ [المائدہ: ٦٤] ”بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے۔“ اور سورۂ ص آیت نمبر ٧٥ پارہ ٢٣ میں ہے مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ”اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تو سجدہ کرتا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔“ تو اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ تو قرآن سے ثابت ہیں آگے ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسے ہیں؟ کسی شے کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دے سکتے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ [شوریٰ: ١١] ”نہیں ہے اس کے مثل کوئی شے۔“ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی پاک ہے رب تعالیٰ کی

✱ مجسمی، ابن تیمیہ رحمہ اللہ یا دیوبندی مولوی؟ ✱

دیوبندی جہلاء نے رافضیوں کا اعتراض چوری کر کے ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر الزام لگایا کہ وہ تجسیم باری تعالی کے قائل تھے، رافضیوں کا جو ناطقہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بند کیا ہے اس کے بعد تو ان کے خوابوں میں بھی ابن تیمیہ چھایا رہتا ہے، لیکن دیگر بدعتیوں کو بھی ابن تیمیہ سے خاص بغض ہے کیونکہ ابن تیمیہ نے ہر بدعتی کا رد کیا ہے جن میں جہمیہ، معتزلہ، ماتریدیہ، اشعریہ بھی ہیں اس لیے موجودہ بدعتی دیوبندی بریلوی بھی ابن تیمیہ کے شدید مخالف ہیں، اس لیے ابن تیمیہ کے خلاف رافضیوں کے چبائے لقمے دیوبندیہ بریلویہ کے مولوی اکثر نگلتے نظر آتے ہیں۔

ہم ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے صراحتا تجسیم و تشبیہ کی نفی پیش کرتے ہیں، اس کے علاوہ دیوبندی مولوی سے دیوبندی مولوی کو ہی مجسمی ثابت کریں گے۔

❁ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب یہ بات واضح ہو گئی کہ فرشتوں اور انسانوں کی روحوں کی جو صفات نقل و حرکت اور اوپر نیچے سے تعلق رکھتی ہیں، یہ آپس میں انسانی جسم کی حرکت کے مشابہ نہیں ہیں،

اسی طرح آنکھ سے دیکھی جانے والی دیگر دنیاوی چیزوں کی حرکتیں بھی آپس میں نہیں ملتی، نیز روحوں وغیرہ میں وہ کچھ ممکن ہو سکتا ہے جو انسانی جسم میں ممکن نہیں ہے،

اس لیے اللہ تعالی کی صفات کو مخلوق کی صفات کی مشابہت سے دور ماننا زیادہ ضروری ہو گا کہ اللہ تعالی کی صفت نزول ایسے نہیں ہے جیسے مخلوق کے اجسام کی ہوتی ہیں۔

اسی طرح میت کا قبر میں بیٹھنا ایسے نہیں ہو گا جیسے جسم بیٹھتا ہے، چنانچہ بعض آثار میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لفظ قعود اور جلوس (بیٹھنا) اللہ تعالی کے لیے استعمال ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے کہ سیدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور دیگر روایات میں منقول ہے، اس میں موجود قعود اور جلوس کی صفت اور کیفیت بالا ولی ایسی نہیں ہو گی جو بندوں کے جسموں سے مشابہت رکھتی ہو۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اللہ کے استواء و نزول کی مخلوق کے اجسام کی طرح ہونے کی نفی کی ہے، بلکہ جن روایات میں اللہ کے لیے قعود اور جلوس کا لفظ آیا ہے اس کی بھی انسانوں کے جسموں کی طرح ہونے کی نفی کی ہے، یہ واضح دلیل ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تجسیم کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کا رد کرتے تھے۔

اب دیوبندی مولوی سے دیوبندی مولوی کا مجسمی ہونا دیکھیں۔

❁ اعجاز اشرفی دیوبندی لکھتا ہے:

"فرقہ مجسمہ اللہ تعالی کا جسم گمان کرتا ہے اور استواء کے معنی بیٹھنے کے کرتا ہے"

اعجاز اشرفی دیوبندی کے مطابق استواء کے معنی بیٹھنے کے کرنے والا مجسمی ہے اور یہ اللہ کا جسم گمان کرتا ہے،

اعجاز اشرفی دیوبندی کے مطابق صرف استواء کے معنی بیٹھنے کے کرنے والا مجسمی ہے نہ کہ بیٹھنے کی تشبیہ مخلوق سے دینے والا،

❁ دیوبندیوں کا امام اہل سنت سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"استواء کا حقیقی معنی بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں.... اللہ تعالی کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے ہاں یہ کہیں گے جو استواء اس کی شان کے لائق ہے جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے"

❁ سرفراز خان صفدر دیوبندی کے نزدیک استواء کا حقیقی معنی ہی بیٹھنا ہے اور یہ اللہ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، جبکہ اعجاز اشرفی دیوبندی کے نزدیک ایسا بندہ مجسمی ہے، لہذا اشرفی دیوبندی کے مطابق سرفراز خان صفدر دیوبندی مجسمی ہے۔

لطیفہ:

اعجاز اشرفی دیوبندی نے اپنی اس کتاب کا انتساب سرفراز خان صفدر دیوبندی کے نام ہی کیا ہے، جو اس کے فتوے کے مطابق مجسمی ہے۔

مجموع فتاوى

شيخ الإسلام أحمد بن تيمية

« قدس الله روحه »

جمع وترتيب

عبد الرحمن بن محمد بن قاسم « رحمه الله »

وساعده ابنه محمد « وفقه الله »

المجلد الخامس

طبع بأمر

خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبد العزيز آل سعود

أجزل الله مثوبته

السادسة، مع قرب الزمان؛ فهذا أمر لا يحصل للجسد. ومن هذا الباب أيضاً نزول الملائكة صلوات الله عليهم وسلامه: جبريل وغيره.

فإذا عرف أن ما وصفت به الملائكة وأرواح الآدميين من جنس الحركة والصعود والنزول وغير ذلك لا يماثل حركة أجسام الآدميين، وغيرها مما تشهده بالأبصار في الدنيا، وأنه يمكن فيها ما لا يمكن في أجسام الآدميين، كان ما يوصف به الرب من ذلك أولى بالإمكان، وأبعد عن مماثلة نزول الأجسام، بل نزوله لا يماثل نزول الملائكة وأرواح بني آدم، وإن كان ذلك أقرب من نزول أجسامهم.

وإذا كان قعود الميت في قبره ليس هو مثل قعود البدن، فما جاءت به الآثار عن النبي صلى الله عليه وسلم من لفظ «القعود والجلوس» في حق الله تعالى كحديث جعفر بن أبي طالب رضي الله عنه وحديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه وغيرهما أولى أن لا يماثل صفات أجسام العباد.

144 استواء علی العرش

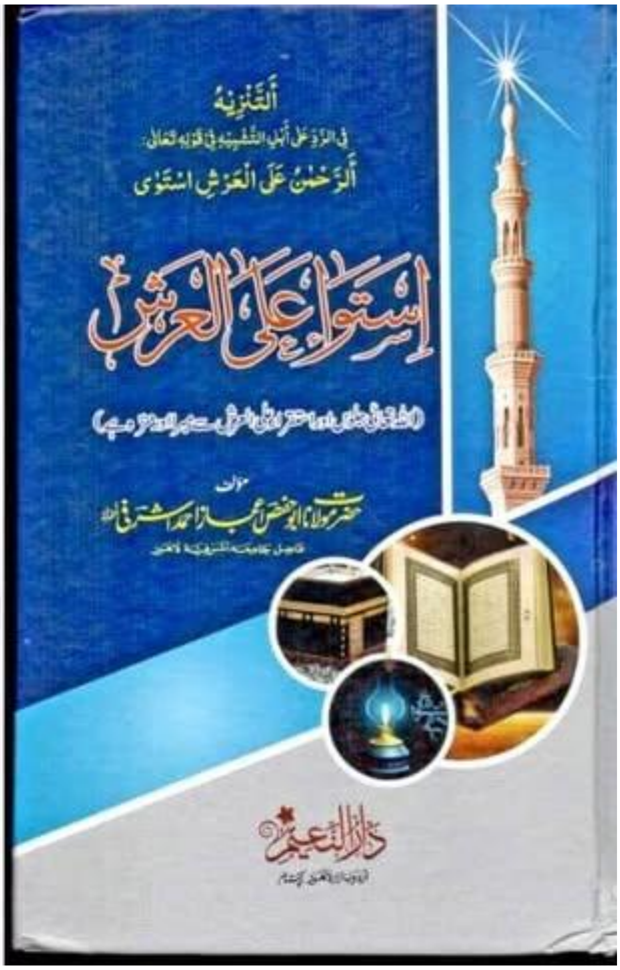
اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ اور سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ ہر چیز ایک معین مید
تک کے لیے رواں دواں ہے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ وہی ان نشانیوں
کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ اس بات کا یقین کرلو کہ (ایک دن) تمھیں ا
پروردگار سے جاملنا ہے۔

تشریح پھر وہ اپنی قدرت اور قہر سے اور تدبیر و تصرف سے عرش عظیم پر قائم ہوا جو قیام اس کی
شان کے لائق ہے۔

عرش پر قائم ہونے سے اس کی جلوہ افروزی مراد ہے جس کی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ
کے کسی کو معلوم نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر قائم اور جلوہ فرما ہونا آسمانوں کے بنا
کرنے سے کہیں زیادہ بلند اور برتر ہے۔ اس لیے لفظ "ثُمَّ" ان دونوں میں تفاضل
اور تفاوت کے بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ "اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" "رفع
السَّمٰوٰتِ" سے زیادہ واعلیٰ اور ارفع ہے کیونکہ عرش عظیم تجلیات خداوندی اور احکا
الہیہ کا مصدر اور مرکز ہے۔ تمام عالم کی تدبیر اور تصرف کے احکام عرش عظیم ہی سے
نازل ہوتے ہیں۔

عرش پر قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کی طرح تخت پر برابر بیٹھا ہوا ہے
کیونکہ یہ صفت تو جسم کی ہے، جو وضع اور ہیئت کے ساتھ موصوف ہو اور اللہ تعالیٰ اس
سے پاک اور منزہ ہے۔

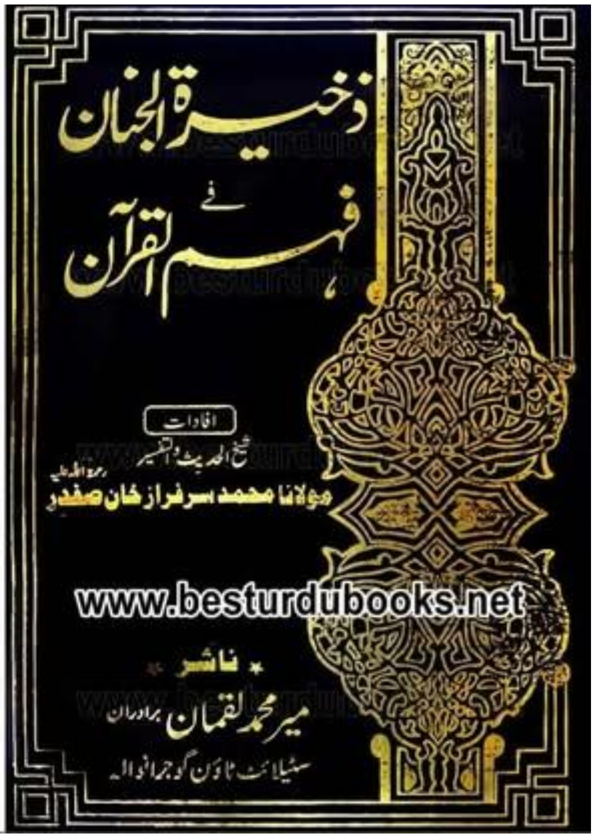
فرقۂ مجسمہ اللہ تعالیٰ کو جسم گمان کرتا ہے اور استواء کے معنی بیٹھنے کے کرتا ہے۔ اہل
السنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ "اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ
تعالیٰ عرش پر قائم ہوا جو اس کی شان عظمت و جلال اور اس کی شان قدوسیت کے
شایان ہے اور ہم اس کے "اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" پر ایمان لاتے ہیں جو اس کی
شان کے لائق ہے اور اس کی تنزیہ و تقدیس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ
عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے، تمکن اور استقرار سے، اتصال او
انفصال سے، سب سے پاک ہے۔ مکان اور جہت سب اسی کی مخلوق ہے۔ وہ خدا
قدوس مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے جس شان پر تھا اسی شان پر زمان او





ذخیرۃ الجنان — ۹۸ — الاعراف

کے مطابق اکتالیس دن پڑھیں انشاء اللہ نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور رزق کی تنگی کیلئے یَا رَحِیمُ یَا کَرِیمُ یَا رَزَّاقُ کا وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں اثر ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ یہ دن تو اس وقت نہیں تھے لہذا اتنا وقت مراد ہے کہ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کیا۔ پیدا تو وہ ایک لمحے میں کر سکتا تھا مگر یہ اس کی حکمت تھی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے مخلوق کو سمجھانا مقصود ہے کہ کام دفعۃً نہیں بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے بھی چھ دنوں میں پیدا کیا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ مستوی کا ایک معنٰی تو مجازی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے۔ عرش کا بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے۔ اور استوی کا حقیقی معنٰی بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے؟ ہم کسی سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے۔ مثلاً میں گدی پر بیٹھا ہوں اور آپ قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے کوئی پلنگ پر اور کوئی چٹائی پر، کوئی زمین پر۔ یہ بیٹھنا تو ہم دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کہیں گے کہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔ اس سے آگے ہمیں اس کی تشریح معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے۔ اسی آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اِستوی عَلَی العرش کے متعلق امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے۔ تو فرمایا



* بعض دیوبندی مجسمی مولوی *

یہ مولوی مجسمی بھی دیوبندی نظریہ کے مطابق ہیں، کیونکہ انہی نظریات کی بنا پر یہ اہل حدیث کو مجسمی کہتے ہیں، لہذا اہل حدیث سے بھی بڑھ کر وہی نظریات دیوبندی مولویوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک نے تقریر میں کہہ دیا کہ "وہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے" تو دیوبندی مولویوں اور عوام نے یہ راگ الاپنا شروع کر دیا کہ دیکھو یہ اہل حدیث کا مجسمی عقیدہ ہے کہ اللہ کو عرش پر بیٹھا ہوا کہہ رہے ہیں،

تو یہی نظریہ دیوبندیہ کے امام اہل سنت سرفراز خان صفدر کا بھی تھا، لہذا اس سلسلے کا پہلا دیوبندی مجسمی مولوی یہی ہے،

❁ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

"اور استوی کا حقیقی معنی "بیٹھنا" بھی کر سکتے ہیں، لیکن وہ (اللہ) کس طرح قائم اور بیٹھا ہے، ہم کسی سے اس کی تشبیہ نہیں دے سکتے...

اللہ تعالی کے بیٹھنے کی کسی سے تشبیہ نہیں دے سکتے، ہاں یہ کہیں گے کہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے، اس سے آگے ہمیں اس کی تشریح معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے"

تو سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب استوی کا معنی بیٹھنا کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اللہ کی شان کے جیسے لائق ہے وہ ویسے ہی بیٹھا ہے، کیفیت معلوم نہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی اسے بھی ذاکر نائیک کی طرح مجسمی کہتے ہیں یا ہمیشہ کی طرح تاویلوں کی پٹاری کھول کر اپنے اکابرین کی عبارات سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں،

دوسرا مجسمی مولوی عبدالحمید سواتی دیوبندی صاحب ہیں، یہ بھی دیوبندی اکابرین میں شامل ہیں،

❁ عبدالحمید سواتی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی کی ہی بادشاہی ہے، عرش پر بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہوتی ہے...

استواء کو حقیقی معنی پر بھی محمول کر سکتے ہیں، جیسا کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، امام ابن عیینہ، امام شافعی اور دیگر آئمہ سلف رحمہ اللہ اجمعین کا مسلک ہے، امام مالک کا قول ہے:

یعنی استواء کا معنی تو معلوم ہے لیکن کیفیت عقل میں نہیں آسکتی، یا فرماتے ہیں اس کی کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔"

عبدالحمید سواتی دیوبندی صاحب کے مطابق استواء کا معنی بیٹھنا کر سکتے ہیں اور جناب نے خود کر کے بتایا بھی، اور فرماتے ہیں یہی آئمہ اربعہ سمیت تمام سلف صالحین کا مذہب ہے، جیسا کہ امام مالک نے بھی فرمایا ہے استواء کا معنی معلوم ہے کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔

یہ مولوی دیوبندیوں کے مطابق بہت بڑا مجسمی ہے کیونکہ اس نے استواء کا معنی بیٹھنا کیا، پھر استواء کو حقیقی معنی پر محمول کرنا درست قرار دیا، پھر یہی آئمہ اربعہ سمیت تمام سلف صالحین کا مذہب قرار دیا، پھر امام مالک کا قول استواء کا معنی معلوم ہے کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی، پیش کیا ہے۔

یہ ساری باتیں دیوبندیہ کے نزدیک ناجائز ہیں اور ان کا قائل مجسمی ہے، امام مالک کا قول بھی ان بدعتیوں کے نزدیک ثابت نہیں جبکہ دیوبندیہ کے تقریباً ہر اکابر نے یہ قول نقل کیا ہوا ہے تو جب ثابت نہیں تو یہ نقل کر کے جھوٹ کیوں پھیلاتے رہے ہیں ہر جگہ۔

❁ عبدالحمید سواتی دیوبندی صاحب اپنے مجسمی ہونے پر مہر لگاتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

"اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں"

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد سواتی صاحب مجسمی بن گئے، اور فرماتے ہیں:

"اس کا بایاں ہاتھ نہیں ہے، بائیں ہاتھ سے عموماً حقیر کام کیے جاتے ہیں، لہذا خدا تعالی کے لیے ہاتھ بائیں کا تصور اس کے لائق نہیں، اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔"

اب اس سے زیادہ مجسمی ہونے کا کیا ثبوت دے سواتی صاحب کہ بتا رہے ہیں کہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور بایاں ہاتھ کیوں نہیں ہے، کیونکہ اس سے حقیر کام کیے جاتے ہیں، اس کا مطلب عبدالحمید سواتی دیوبندی صاحب ہاتھ سے مراد وہی ہاتھ لے رہے ہیں جس سے کام کیے جاتے ہیں بائیں سے حقیر کام ہوتے ہیں اور دائیں سے اچھے کام اس لیے اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

دیوبندیہ کے نزدیک اللہ کے ہاتھ ماننے والا بھی مجسمی ہے، لہذا عبدالحمید سواتی صاحب ان بدعتیوں کے نزدیک بہت بڑا مجسمی ہے، یہ دیوبندیوں کے اکابرین کی وہ عبارات ہیں کہ ساری دیوبندیت الٹی بھی لٹک جائے ان عبارات کی تاویل بھی نہیں کرسکتی۔

تیسرا مجسمی مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب ہیں یہ بھی دیوبندیہ کے اکابرین میں شامل ہیں،

❁ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ صوفیہ نے یہ بزرخ کہاں سے نکالا ہے یا تو اللہ تعالی کے ہاتھ پیر ہماری مثل ہوں گے یا بالکل نہ ہوں گے؟ تو دل کو یہ جواب دینا چاہیے کہ

ہمارے ہاتھ پیر وغیرہ مجازی ہیں اور حق سبحانہ و تعالی کے حقیقی ہیں، جیسا وہ خدا ہے ویسے ہی اس کے ہاتھ پیر بھی ہوں گے"

اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کے مطابق اللہ کے ہاتھ پیر ہیں لیکن مخلوق کے مشابہ نہیں بلکہ جیسا اس کی شایان شان ہیں، اور اللہ کے ہاتھ پیر حقیقی ہیں مخلوق کے مجازی ہیں، یعنی مخلوق کے ہاتھ پیر کے بارے شک ہو سکتا ہے کہ یہ اس کے ہاتھ پیر ہیں یا نہیں لیکن اللہ کے بارے شک نہیں کرنا اس کے ہاتھ پیر ماننے ہی ماننے ہیں۔

دیوبندیہ کے نزدیک اشرف علی تھانوی دیوبندی بھی مجسمی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اللہ کے ہاتھ پیر حقیقت میں ماننے والا مجسمی ہے۔

چوتھا مجسمی دیوبندی مولوی محمد عاقل صاحب ہیں یہ زکریا کاندھلوی تبلیغی دیوبندی صاحب کے شاگرد ہیں،

❁ محمد عاقل دیوبندی صاحب صحیح حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

"رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

پھر اس سمندر کے اوپر آٹھ بکرے ہیں یعنی فرشتے جو بکروں کی شکل میں ہیں، جو اپنے جسم و قد و قامت کے لحاظ سے ایسے ہیں کہ ان کے پاؤں اور کھروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک، یعنی ان کی پنڈلیاں اتنی بڑی اور لمبی ہیں، اور ان فرشتوں کی کمر پر عرش ہے، جس گہرائی اونچائی اتنی ہے جتنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک، پھر اس عرش کے اوپر اللہ تعالی ہے"

یہ صحیح حدیث نقل کرنے کے بعد عاقل دیوبندی صاحب اس سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ حدیث دلالت کر رہی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالی فوق العرش ہے اور جہمیہ جن کے رد میں یہ باب ہے وہ عرش کے بھی منکر ہیں اور اللہ تعالی کے فوق العرش ہونے کے بھی، یعنی وہ صاف یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالی عرش پر نہیں بلکہ عرش کا ہی سرے سے انکار کرتے ہیں"

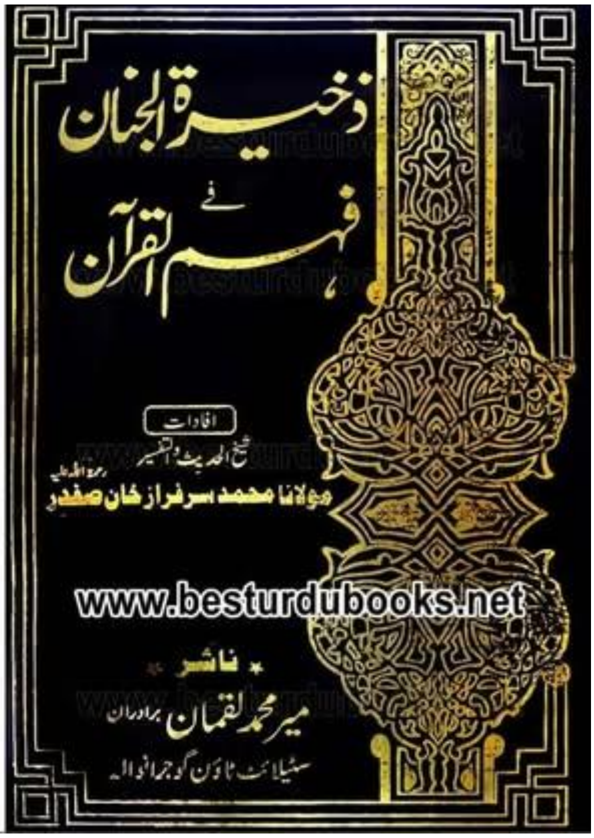
آگے انہوں نے بھی آئمہ اربعہ اور سلف صالحین کا وہی مذہب بیان کیا ہے اور امام مالک کا قول نقل کیا ہے، کہ یہ تمام اسلاف اللہ کا فوق العرش ہونا تسلیم کرتے ہیں اور کیفیت اور تشریح بیان نہیں کرتے۔

دیوبندیہ کے نزدیک یہ مولوی بھی مجسمی ہے کیونکہ ان بدعتیوں کے نزدیک جس کا یہ نظریہ ہے کہ عرش کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور پھر اس عرش کے اوپر اللہ تعالی ہے وہ پکا مجسمی ہے، لہذا عاقل دیوبندی صاحب بھی ان بدعتیوں کے نزدیک مجسمی ہیں۔

تو یہ ہے دیوبندیہ کے بعض مجسمی مولوی جو اہل حدیث سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ کر اللہ کی صفات کی حقیقت بیان کر رہے ہیں، لیکن دیوبندی مر جائے گا لیکن اپنے ان اکابرین کو مجسمی نہیں کہے گا یہی اس کے منافق ہونے کی نشانی ہے۔

اصل میں دیوبندیہ کو اپنے اکابرین کی ان عبارات کا علم ہی نہیں تھا سمیت الیاس گھمن واہیاتی کے ورنہ وہ اس بنا پر اہل حدیث کو مجسمی قرار نہ دیتے، اب اس کا جواب ساری دیوبندیت الٹا لٹک کر بھی نہیں دے سکتی دنیا دیوبندیت کو ہمارا کھلا چیلنج ہے۔

کے مطابق اکتالیس دن پڑھیں انشاء اللہ نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور رزق کی تنگی کیلئے یَا رَحِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا رَزَّاقُ کا وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں اثر ہے الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ یہ دن تو اس وقت نہیں تھے لہٰذا اتنا وقت مراد ہے کہ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کیا۔ پیدا تو وہ ایک لمحے میں کر سکتا تھا مگر یہ اس کی حکمت تھی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے مخلوق کو سمجھانا مقصود ہے کہ کام دفعۃً نہیں بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے بھی چھ دنوں میں پیدا کیا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ مستوی کا ایک معنیٰ تو مجازی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے۔ عرش کا بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے۔ اور اسْتَوٰی کا حقیقی معنیٰ بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے؟ ہم کسی سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے۔ مثلاً میں گدی پر بیٹھا ہوں اور آپ قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے کوئی پلنگ پر اور کوئی چٹائی پر، کوئی زمین پر۔ یہ بیٹھنا تو ہم دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کہیں گے کہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔ اس سے آگے ہمیں اس کی تشریح معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے۔ اسی آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے متعلق امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے۔ تو فرمایا



روزانہ درسِ قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الاعراف

(مکمل)

جلد (۸)

افادات

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دام مجدھم

خطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ

انجام دینے کی تعلیم دی ہے۔

استویٰ علی العرش

ابتدائے تخلیق کے ضمن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ سورۃ ہود میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا "وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ" اور اس کا عرش اس وقت پانی پر تھا۔ پانی کی طرح عرش بھی اللہ کی مخلوق ہے، اُس کی صفت نہیں۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی تجلیات اُس کی صفات ہیں۔ بہرحال فرمایا کہ تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ مفسرین کرام عرش پر مستوی ہونے کے دو معنی بیان کرتے ہیں ایک تو مجازی معنی ہے جو متکلمین بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے۔ عرش پر بیٹھنا صاحبِ اقتدار ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔

استوای بشر علی العراق

من غیر سیف ودم مھراق

بشر تخت پر بیٹھ گیا یعنی اُس کو اقتدار مل گیا۔ مگر نہ تلوار چلی اور نہ خون بہا۔ بہرحال استویٰ علی العرش کے مجازی معنی یہ ہیں کہ تخت پر بیٹھ گیا، اختیارات مل گئے یا بادشاہ وغیرہ بن گیا۔

استویٰ کو حقیقی معنی پر بھی محمول کر سکتے ہیں جیسا کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابن عیینہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ سلف کا مسلک ہے۔ امام مالک کا قول ہے استوی معلوم والکیف غیر معقول یعنی استویٰ کا معنی تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی یا فرماتے ہیں والکیف مجھول یعنی اس کی کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا استویٰ بھی اسی طرح سمجھا جائے جس طرح کوئی انسان کرسی یا

روزانہ درسِ قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الاعراف

(مکمل)

جلد (۸)

افادات

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دام مجدہم

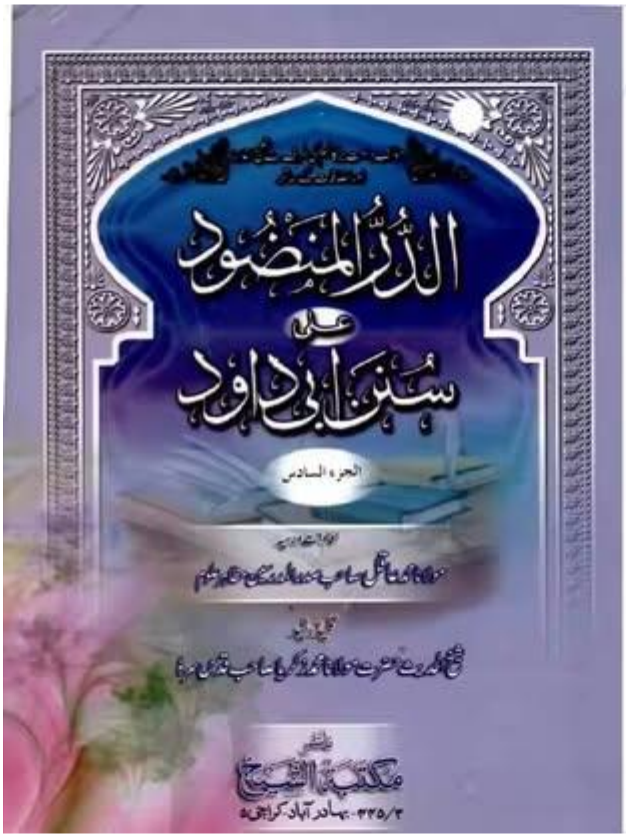
خطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ

۱۸۹

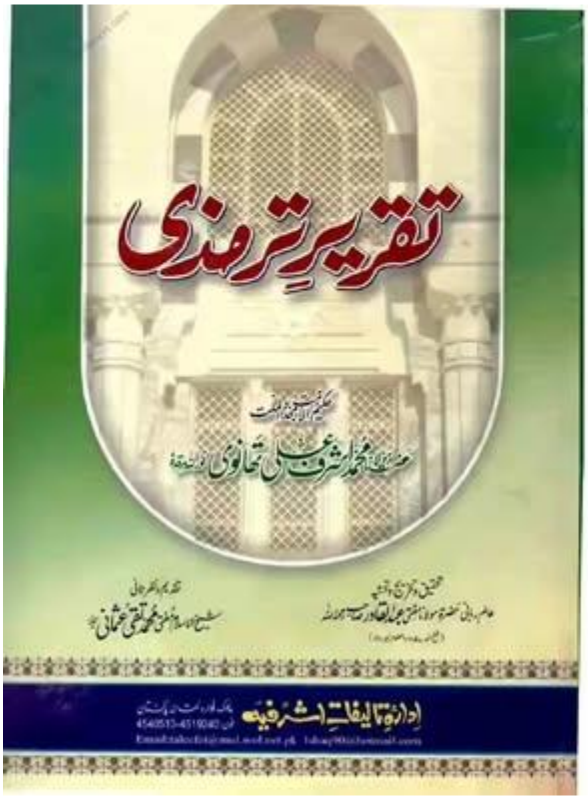
چارپائی پر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت ہو گا حالانکہ وہ جسمانیت اور مادیت سے پاک ہے وہ مکانیت سے بھی مبرا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وہ بےمثال ہے اُس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی اور نہ ہم اس کے استویٰ کی حالت کو سمجھ سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ اُس کے استویٰ پر ایمان لانا ضروری ہے وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ مگر اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔ چنانچہ تمام آئمہ کرام کا یہی عقیدہ ہے کہ اس چیز پر ایمان لاؤ کہ خدا مستوی العرش ہے جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے باقی اس کی کیفیت کو خدا کے سپرد کر دو۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ جسم اور مکان سے پاک ہے۔ اسی طرح وہ جہت سے بھی پاک ہے۔ اگر اُس کے آگے پیچھے، دائیں بائیں یا اُوپر نیچے جہت تسلیم کی جائے تو خدا تعالیٰ کی مادیت تسلیم کرنے کے مترادف ہو گا اور انسان کافر اور مشرک بن جائے گا۔ خدا تعالیٰ اِن تمام چیزوں سے منزہ ہے اللہ تعالیٰ کی دائیں بائیں جہت بالکل نہیں کلتا یدی الرحمٰن یمین اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ اُس کا بایاں ہاتھ نہیں ہے۔ بائیں ہاتھ سے عموماً حقیر کام کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کے لیے بائیں ہاتھ کا تصور اس کے لائق نہیں ہے۔ اُس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے یہ بات زیادہ آسان طریقے سے سمجھائی ہے وہ استویٰ علی العرش کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اللہ تعالیٰ عرش پر تجلی ڈالتا ہے"۔ اُس کی تجلی خصوصاً تجلی اعظم ہر وقت عرش الٰہی پر پڑتی رہتی ہے جس سے سارا عرش رنگین ہو جاتا ہے۔ اس کے اثرات تمام کائنات پر پھیلتے ہیں اور پھر واپس پلٹتے ہیں۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے اس کی ابتدا کب ہوئی، یہ انسان کے علم سے باہر ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات وراء الوراء ہے۔ وہ سب کائنات سے جدا ہے۔ وہ غیب الغیب ہے، وہاں کسی




حدیث الاوعال من حیث السند




باب ماجاء فی حق السائل

باب ماجاء فی اعطاء المؤلفة قلوبهم

✱ امام ابو حنیفہ اور ان کا بیٹا موجودہ بدعتیوں کے نزدیک مجسمی ہیں ✱

موجودہ بدعتیوں کا مفتی عبدالواحد دیوبندی لکھتا ہے:

❀ "ید سے جب ظاہری معنی مراد ہوں تو وہ ذات کا جزو اور عضو ہے.... اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ کا جسم ہو، اللہ کی آنکھ اور کان سے بھی ظاہری معنی مراد ہوں تو وہ اعضاء ذات ہیں جن سے اللہ دیکھتے اور سنتے ہیں، اس طرح اللہ ان اعضاء کے محتاج ہوئے۔"

بدعتی مفتی کے بیان سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاتھ، آنکھ، کان، وغیرہ کا ظاہری معنی لینا اللہ کا جسم ماننا ہے، اور وہ بندہ مجسمی ہے، چلیں پہلے ابو حنیفہ مجسمی کو دیکھتے ہیں،

❀ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس کا ہاتھ بھی ہے، چہرہ بھی ہے، اور نفس بھی جس طرح کے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اپنے لیے چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے، وہ اس کی ایسی صفات ہیں جن کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں،

لیکن (تاویل کر کے) یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ اس کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا اس کی نعمت ہے، کیونکہ اس طرح اس کی صفات کا اُبطال لازم آئے گا، اور قدریہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے (یہاں ترجمہ کرتے بریکٹ میں دیوبندی مولوی نے روایتی دجل سے کام لیا ہے کہ یہ درست عقیدہ ہے جبکہ امام ابو حنیفہ اسے باطل اور بدعتیوں کا عقیدہ قرار دے رہے ہیں، جیسا کہ آگے بھی اس کی صراحت ہے) کہ اس کا ہاتھ اس کی ایسی صفت ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، اسی طرح اللہ کی ناراضگی اور خوشی دو ایسی صفات ہیں جن کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔"

امام ابو حنیفہ مزید فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی کی وہ صفات جو انسانی جسم کا خاصہ ہیں اور لوازم ہیں جیسے ہاتھ، چہرہ اور نفس یا جن کا تعلق بعض انسانی اعضاء سے ہے، جیسے غصہ اور خوشی وغیرہ، تو ان الفاظ کی تاویل و توجیہ اس طرح کرنا کہ اس سے خود ان صفات کا مفہوم ہی لغو و

باطل ہو جائے درست نہیں ہے، ہم ان صفات پر اسی معنیٰ اور مفہوم میں ایمان رکھتے ہیں جو ان الفاظ کو سن کر فوراً ہی ذہن میں آجائے" ...

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ واضح طور پر آپ کے سامنے ہے کہ ان کے نزدیک اللہ کے ہاتھ، چہرہ، اور ہر وہ صفت جن کا تعلق انسانی اعضاء سے ہے ان کا وہی معنیٰ لیا جائے گا جو یہ الفاظ سن کر فوراً ذہن میں آتا ہے، مثلاً کوئی کہے ہاتھ! تو یہ لفظ سن کر جو ذہن میں آتا ہے وہی معنیٰ لیا جائے گا،

یعنی آسان الفاظ میں اللہ کی ان صفات کا جن کا تعلق انسانی اعضاء سے ہے ان کا ظاہری معنیٰ لیا جائے گا کیونکہ ہاتھ کا لفظ سن کر فوراً ذہن میں ہاتھ ہی آتا ہے بدعتیوں کے دماغ میں کچھ اور آتا ہو تو اس کا ہم کچھ نہیں کر سکتے، اس طرح امام ابو حنیفہ مجسمی ہے موجودہ بدعتیوں دیوبندیہ بریلویہ کے نزدیک۔

❁ بدعتی مفتی عبدالواحد دیوبندی لکھتا ہے:

"اللہ تعالی کے وہ افعال جن سے وہ خود متاثر ہوں، مثلاً غضبناک ہونا خوش ہونا، اور آنا اور اترنا وغیرہ... ظاہری معنیٰ میں اللہ کی صفت نہیں ہو سکتے۔

آنا، جانا، چلنا پھرنا دوڑنا ان سب کا حاصل حرکت کرنا ہے"...

موجودہ بدعتیوں کے نزدیک جو اللہ پاک کے آنے کا قائل ہو وہ مجسمی ہے،

❁ اللہ پاک نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

وَجاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا-

"اور آئے تیرا رب اور فرشتے آئیں قطار قطار۔"

[الفجر، 22-ترجمہ محمود الحسن دیوبندی]

اس آیت میں قیامت کے دن اللہ کے آنے کا ذکر ہے، سلف صالحین اور اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ یہ حق ہے کہ اللہ قیامت کے دن آئے گا لیکن اس کی کیفیت کا علم نہیں کہ کیسے آئے گا، لیکن موجودہ بدعتی اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے اللہ کا مجسم ماننا قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبدالواحد دیوبندی کا بیان اوپر موجود ہے۔

❀ امام صابونی رحمہ اللہ سلف صالحین اور اہل حدیث کے عقائد پر مشتمل کتاب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بیٹے حماد بن ابی حنیفہ کا قول نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"ہم ان جہمیہ (بدعتیوں) سے کہتے ہیں کہ تمہارا کیا خیال ہے اللہ پاک کے اس فرمان کے بارے:

وَجاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا-

"اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے)"

[الفجر،22]

تو وہ (بدعتی) کہتے ہیں کہ فرشتے تو آئیں گے صف در صف لیکن اللہ تعالی کے بارے ہم نہیں جانتے کہ اس نے اس قول سے کس مفہوم کا ارادہ کیا ہے، اور ہم نہیں جانتے کہ اس کے آنے کی کیفیت کیا ہو گی۔

تو میں نے (حماد بن ابو حنیفہ) نے ان سے کہا کہ ہم نے تمہیں اس کا مکلف نہیں بنایا کہ تم اللہ کے آنے کی کیفیت جان لو، ہم نے تمہیں اس بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ تم اس کے آنے پر ایمان لاؤ،

تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک شخص فرشتوں کے آنے کا منکر ہو جائے تو تمہارے نزدیک اس شخص کا کیا حکم ہے؟

تو انہوں (بدعتیوں) نے کہا وہ شخص کافر ہے اور کذاب ہے،

میں (حماد بن ابو حنیفہ) نے کہا:

کہ اسی طرح اس شخص کا بھی یہ حکم ہے جو اس بات کا منکر ہو جائے کہ اللہ تعالی کے لیے آنا ثابت نہیں ہے۔"

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سگے پتر حماد بن ابی حنیفہ کے نزدیک موجودہ بدعتی دیوبندیہ بریلویہ کافر اور کذاب ہیں، اور بدعتیوں کے نزدیک امام ابو حنیفہ اور اس کا پتر مجسمی ہیں۔

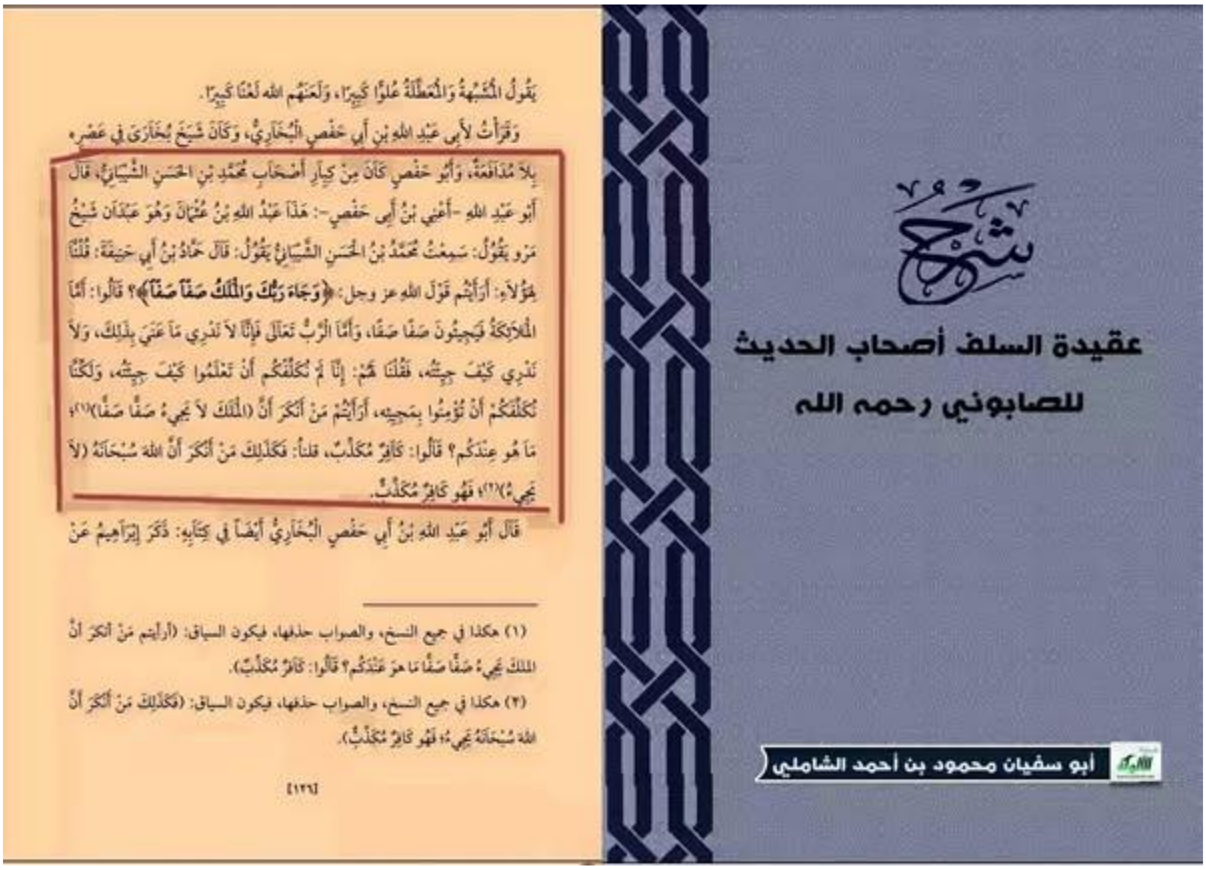


58

الله تعالیٰ کے ہاتھ اور چہرے کا بیان

(١٦) وَلَهُ يَدٌ وَوَجْهٌ وَنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَهُ اللهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ. فَمَا ذَكَرَهُ اللهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ فَهُوَ لَهُ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَلَا يُقَالُ اَنَّ يَدَهُ قُدْرَتُهُ اَوْ نِعْمَتُهُ لِاَنَّ فِيهِ اِبْطَالَ الصِّفَةِ. وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْقَدَرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَدَهُ صِفَتُهُ بِلَا كَيْفٍ وَغَضَبُهُ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتِ اللهِ تَعَالَى بِلَا كَيْفٍ.

(١٦) اس کا ہاتھ بھی ہے، چہرہ بھی اور نفس بھی، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لیے جسم چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے وہ اس کی ایسی صفات ہیں جن کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ ...



يَقُولُ الْمُشَبِّهَةُ وَالْمُعَطِّلَةُ عُلُوًّا كَبِيرًا، وَلَعَنَهُم الله لَعْنًا كَبِيرًا.

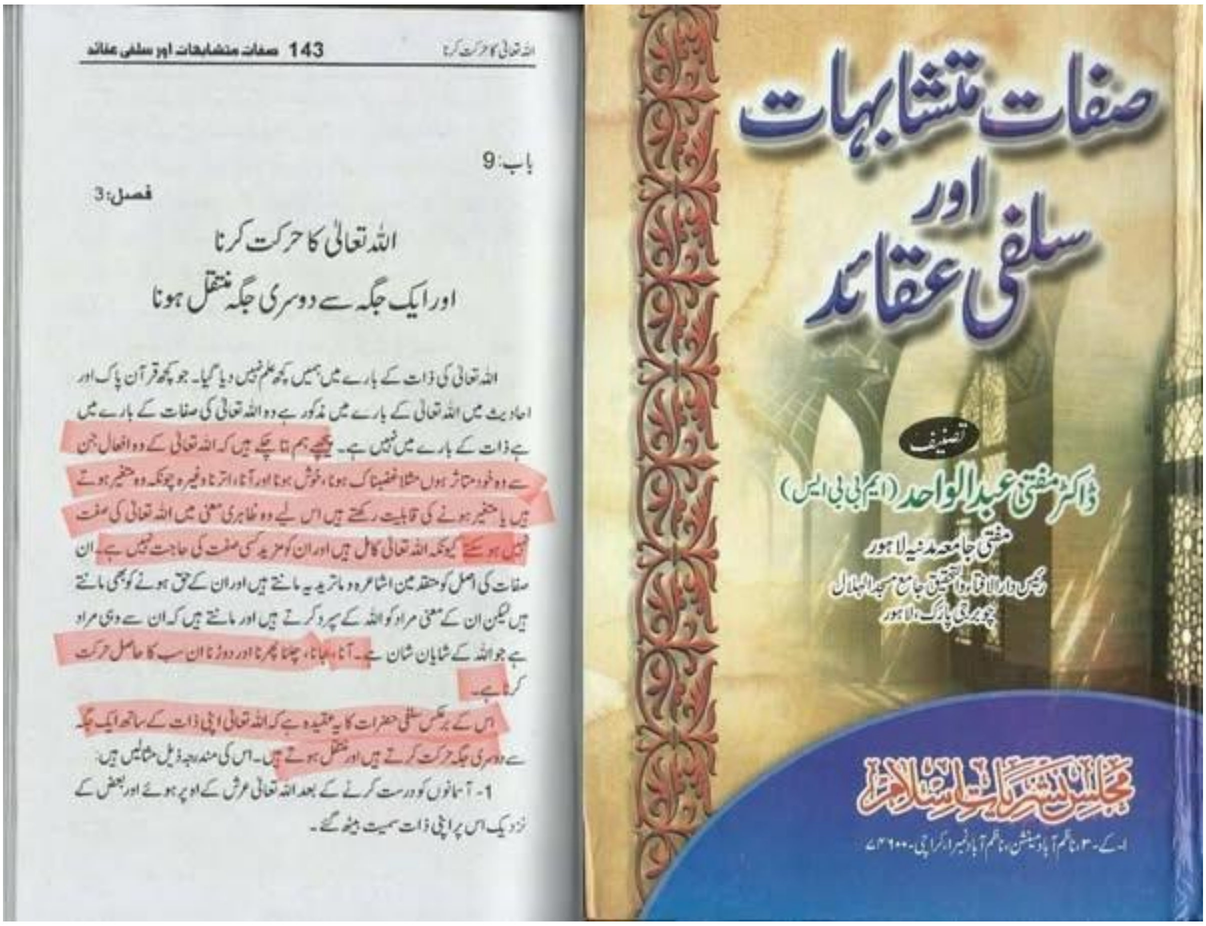
وَقَرَأْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَفْصٍ الْبُخَارِيِّ، وَكَانَ شَيْخَ بُخَارَى فِي عَصْرِهِ بِلَا مُدَافَعَةٍ، وَأَبُو حَفْصٍ كَانَ مِنْ كِبَارِ أَصْحَابِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ -أَعْنِي بْنَ أَبِي حَفْصٍ-: هَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ وَهُوَ عَبْدَانُ شَيْخُ مَرْوٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ: قُلْنَا لِهَؤُلَاءِ: أَرَأَيْتُم قَوْلَ اللهِ عز وجل: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾؟ قَالُوا: أَمَّا الْمَلَائِكَةُ فَيَجِيئُونَ صَفًّا صَفًّا، وَأَمَّا الرَّبُّ تَعَالَى فَإِنَّا لَا نَدْرِي مَا عَنَى بِذَلِكَ، وَلَا نَدْرِي كَيْفَ جِيئَتُهُ، فَقُلْنَا لَهُمْ: إِنَّا لَمْ نُكَلِّفْكُم أَنْ تَعْلَمُوا كَيْفَ جِيئَتُهُ، وَلَكِنَّا نُكَلِّفُكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِمَجِيئِهِ، أَرَأَيْتُمْ مَنْ أَنْكَرَ أَنَّ (الْمَلَكَ لَا يَجِيءُ صَفًّا صَفًّا)(١)، مَا هُوَ عِنْدَكُم؟ قَالُوا: كَافِرٌ مُكَذِّبٌ، قلنا: فَكَذَلِكَ مَنْ أَنْكَرَ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ (لَا يَجِيءُ)(٢)، فَهُوَ كَافِرٌ مُكَذِّبٌ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ أَبِي حَفْصٍ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا فِي كِتَابِهِ: ذَكَرَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ

(١) هكذا في جميع النسخ، والصواب حذفها، فيكون السياق: (أرأيتم مَنْ أنكرَ أنَّ الملك يجيء صَفًّا صَفًّا ما هو عندكم؟ قالوا: كافرٌ مكذِّبٌ).

(٢) هكذا في جميع النسخ، والصواب حذفها، فيكون السياق: (فكذلك مَنْ أنكرَ أنَّ الله سُبْحَانَهُ يجيء؛ فهو كافرٌ مكذِّبٌ).

[١٣٦]



اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا | 143 صفات متشابہات اور سلفی عقائد

باب: 9

فصل: 3

اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا
اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں دیا گیا۔ جو کچھ قرآن پاک اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں مذکور ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ہے ذات کے بارے میں نہیں ہے۔ پیچھے ہم بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وہ افعال جن سے وہ خود متاثر ہوں مثلاً غضبناک ہونا، خوش ہونا اور آنا، اترنا وغیرہ چونکہ وہ متغیر ہوتے ہیں یا متغیر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں اس لیے وہ ظاہری معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل ہیں اور ان کو مزید کسی صفت کی حاجت نہیں ہے۔ ان صفات کی اصل کو حضرات اشاعرہ و ماتریدیہ مانتے ہیں اور ان کے حق ہونے کو بھی مانتے ہیں لیکن ان کے معنی مراد کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ان سے وہی مراد ہے جو اللہ کے شایان شان ہے۔ آنا، جانا، چلنا پھرنا اور دوڑنا ان سب کا حاصل حرکت کرنا ہے۔

اس کے برعکس سلفی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے ہیں اور منتقل ہوتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل مثالیں ہیں:

1۔ آسمانوں کو درست کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہوئے اور بعض کے نزدیک اس پر اپنی ذات سمیت بیٹھ گئے۔

صفات متشابہات اور سلفی عقائد

تصنیف

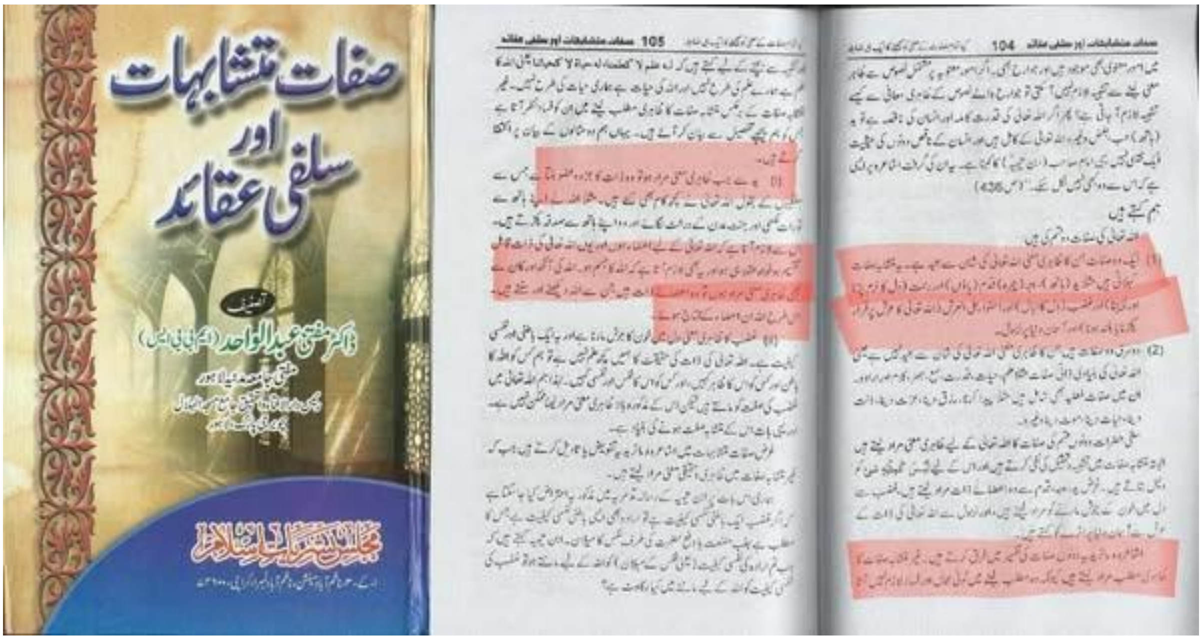
ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

رئیس دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد البلال

چوہدری پارک والٹن لاہور

مجلس نشریات اسلام



✱ پینتیس سال دار العلوم دیوبند میں دیوبندی بنانے والا مجسمی مفتی ✱

مفتی نظام الدین اعظمی دیوبندی صاحب پینتیس سال تک دار العلوم دیوبند جو دیوبندیوں کا مرکز ہے اس کے صدر مفتی رہے ہیں اور بقول ان کے محبین کے، جناب کے ایک لاکھ سے زیادہ فتاوی ہیں، اس سے اندازہ لگا لیں دیوبندیوں کا یہ کتنا بڑا مفتی ہے، لیکن یہ بھی دیوبندی بدعتیوں کے اصول میں مجسمی ہی ہے۔

❀ مفتی نظام الدین اعظمی دیوبندی صاحب کے فتاوی کا سکین آپ کے سامنے ہے، اللہ پاک کی ساق یعنی پنڈلی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یوم یکشف عن الساق "اس میں یوم سے مراد قیامت ہے اور ساق کے معنی لغت میں مافوق القدم (گٹھنے سے ٹخنے کے درمیان کا حصہ، پنڈلی) کے آتے ہیں، اور کشف الساق اور تشمیر الساق (کپڑا اوپر کھینچ کر پنڈلی کھول لینا)"۔

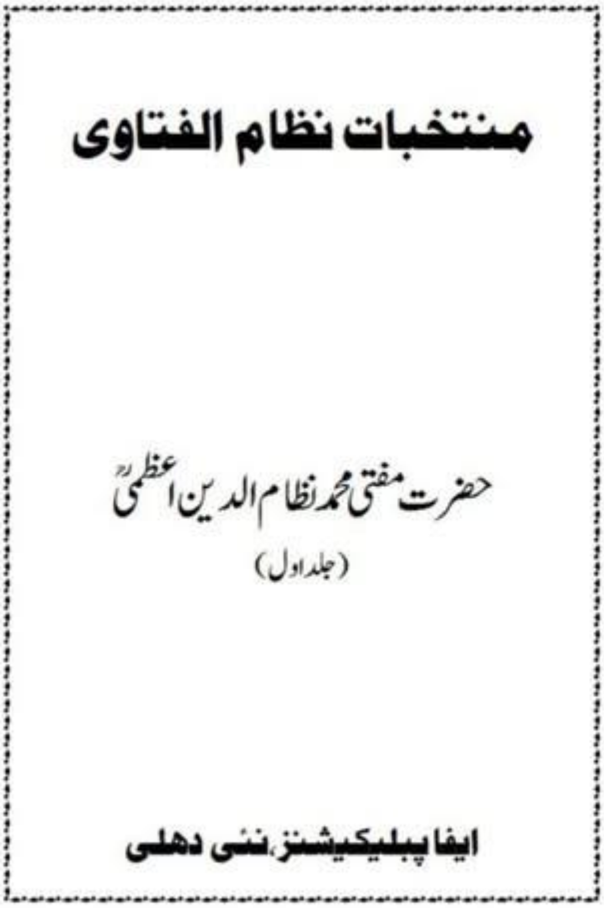
آگے مفتی نظام الدین دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر کوئی ان اعضاء (پنڈلی وغیرہ) کو ذات باری تعالی کے لیے مراد لے تو کہے گا وہ اعضاء ایسے نہیں جیسے ہمارے لیے ہیں، بلکہ جو جناب باری تعالی کے لیے مناسب ہوں، ورنہ کفر ہو گا، اور اس صورت میں یہ سب آیاتِ کریمہ آیاتِ متشابہات میں شمار ہوں گی۔"

مفتی نظام الدین اعظمی دیوبندی صاحب کے نزدیک پنڈلی کو اللہ کے اعضاء کہنا جائز ہے، اس لیے مفتی صاحب کہہ رہے ہیں پنڈلی جو قدم سے اوپر والے حصے کو کہتے ہیں جو گھٹنے سے ٹخنے کے درمیان کا حصہ ہے، اس کو اللہ کے اعضاء اس صورت میں کہنا جائز ہے کہ یہ ہمارے جیسے نہیں بلکہ جیسے اللہ کی شایان شان ہے ویسے ہیں، اس صورت میں بھی یہ آیات متشابہات میں شمار ہو گی۔ یعنی یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ مخلوق سے تشبیہ دی جا رہی ہے یا اللہ کا جسم ثابت کیا جا رہا ہے بلکہ پنڈلی کو اللہ کے اعضاء اس کے شایان شان ماننے کی صورت میں بھی یہ آیات متشابہات ہی شمار ہوں گی۔

دیوبندی بدعتیوں کو منہ مانگی موت دے رہا ہوں ان فیس بکی جاہل دیوبندیوں کا مطالبہ تھا کہ ہمارا کوئی مولوی دکھاؤ جس نے اللہ کی ساق کا لغوی معنی پنڈلی جو قدم کے اوپر گھٹنے سے ٹخنے کے درمیان کا حصہ ہے، یہ معنی کیا ہو اللہ کے لیے اور پھر اسے جائز قرار دیا ہو، تو دیوبندیوں کا مفتی اعظم ہی یہ کہہ رہا ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا۔

اب دیکھتے ہیں کونسا دیوبندی اپنے مفتی اعظم کو مجسمی کہتا ہے!



منتخبات نظام الفتاوی

حضرت مفتی محمد نظام الدین اعظمیؒ

(جلد اول)

ایفا پبلیکیشنز، نئی دھلی



✱ دیوبندیہ کا مجسمی حکیم الامت ✱

دیوبندی اہل حدیث پر الزامات لگاتے ہیں کہ یہ مجسمیہ ہیں لیکن ہم دیوبندیوں کے اکابرین کو مجسمی ثابت کرتے رہے لیکن کسی دیوبندی میں جرت نہیں کہ اپنے اکابرین کے مجسمی ہونے کارد کر سکے۔

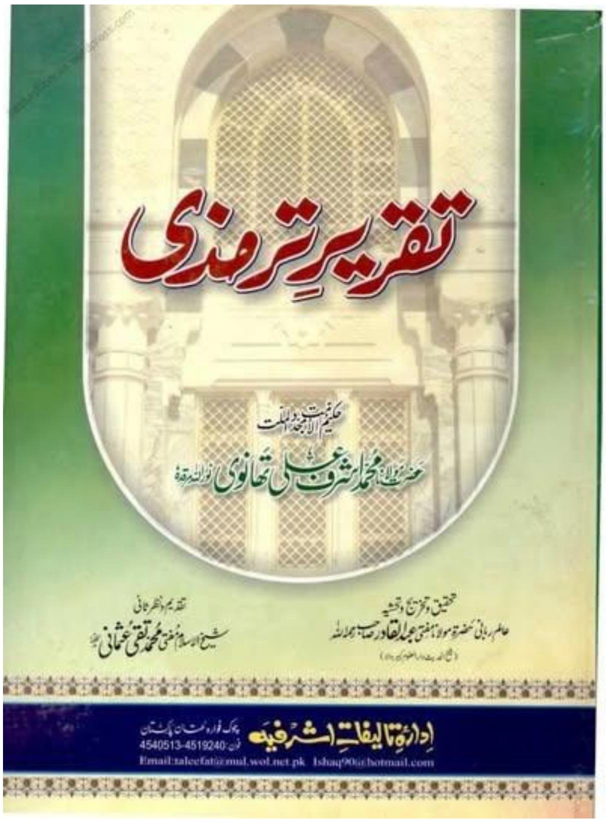
دیوبندیہ کا حکیم الامت اشرف علی تھانوی اللہ پاک کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے اپنا مجسمی عقیدہ یوں ظاہر کرتا ہے،

❁ تھانوی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"شیطان جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صورت میں خواب میں نہیں آسکتا،اس کی یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم محض مظہر ہدایت ہیں اور شیطان محض مظہر ضلالت ہے اور ہدایت اور ضلالت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں،بخلاف حق تعالی کے کہ وہ مظہر ہدایت اور مظہر ضلالت دونوں ہیں،اس لیے شیطان خواب میں اللہ تعالی کی صورت بن کر نمودار ہو سکتا ہے۔"

دیوبندیہ بدعتیہ سے سوال ہے کہ تمہارا حکیم الامت کہتا ہے کہ شیطان خواب میں اللہ کی صورت بن کر نمودار ہو سکتا ہے،یہ اللہ کی صورت کونسی ہے جو شیطان بن کر نمودار ہو جاتا ہے دیوبندیوں کے خوابوں میں؟

اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ تھانوی کی نزدیک اللہ ایک مجسم صورت میں ہے جو صورت اختیار کر کے شیطان دیوبندیوں کے خوابوں میں آتا ہے۔



۴۴۳

ابواب الرؤیا
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

باب ان رؤیا المؤمن جزء من ستة واربعين جزاءً من النبوة

قوله عن ابی هریرة الخ: احقر کہتا ہے کہ میرے خیال میں قرب زمان سے مراد قرب قیامت ہے اور اس وقت صدق رؤیا کی وجہ یہ ہے کہ جیسے بعد مرنے کے انکشاف حقائق ہوتا ہے اور ہر شئے اپنے محل پر نظر آتی ہے حتی کہ قرب موت کے وقت بھی کسی قدر اس انکشاف کا اثر ظاہر ہوتا ہے پس اسی طرح قرب قیامت کے زمانے میں کشفِ حقائق ہو جائے گا اور نیز علاماتِ قرب قیامت میں سے وقوع عجائب وغرائب ثابت ہی ہے اور اس امر کا عجیب وغریب ہونا ظاہر ہے اور جملہ اصدقهم رؤیا اصدقهم حدیثاً کا تعلق قرب قیامت سے نہیں ہے بلکہ یہ قاعدہ ہر زمانے کو عام ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات

قولہ عن عطاء بن يسار عن رجل من اهل مصر اعلم ان الترمذی حسن الحديث مع ان رجلاً فيه مجهول فلعل الترمذی وجدله متابعاً على شرط المتابعة فحسنه فافهم زاده الجامع عفی عنه.

(اس سے مراد تبلیغ ہے کہ میرے اس زمانہ میں تبلیغ کا ترک، عذر کی وجہ سے نہیں بلکہ کوتاہی کی وجہ سے ہوگا لہٰذا اس وقت دسویں حصے کا ترک بھی موجب ہلاکت ہے ولیکن میرے بعد کے زمانہ میں ضعفِ اسلام اور غلبہ ظلم وفسق کے عذر کی بناء پر ترک تبلیغ ہوگا نہ کہ کوتاہی کی بناء پر لہٰذا اس وقت دسویں حصے کا ارتکاب بھی نجات کے لئے کافی ہوگا۔ ۱۲ط)

باب ماجاء في قول النبی ﷺ من رآنی فی المنام فقد رآنی

قولہ عن عبدالله الخ: شیطان جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بن کر خواب میں نہیں آ سکتا ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض مظہر ہدایت ہیں اور شیطان محض مظہر ضلالت ہے اور ہدایت وضلالت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں بخلاف حق تعالیٰ کے کہ وہ مظہر ہدایت اور مظہر ضلالت دونوں ہیں اس لئے شیطان خواب میں اللہ تعالیٰ کی صورت بن کر نمودار ہو سکتا ہے۔

باب ماجاء في الذی یکذب في حلمه

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من تحلم الخ: اس قدر سخت وعید (عقد شعیرتین) اس کذب پر اس وجہ سے ہے کہ عالم ظاہر کے متعلق جو کذب ہوتا ہے اس کا انکشاف اور اس کی تحقیق کر لینا اس باب عادیہ سے کسی درجہ میں ممکن ہے بخلاف کذب فی

✱ کیا یہ اللہ کو مجسم ثابت کرنا ہے؟ ✱

(پارٹ 1)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ایک یہودی عالم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا:

اے محمد! قیامت کے دن اللہ تعالی آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی پر، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا۔ پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔

فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُه،

اس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے یہاں تک کہ آپ کے آگے کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے۔ پھر سورۃ الانعام کی یہ آیت پڑھی:

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ -

انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا،

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہودی کی بات پر تعجب کرتے ہوئے اور اسکی تصدیق کرتے ہوئے ہنس پڑے تھے۔"

[صحیح بخاری، 7414]

یہ اللہ پاک کی انگلیاں ماننا دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک اللہ کو مجسم ثابت کرنا ہے، جبکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کی تصدیق فرما رہے ہیں۔

❁ دارالعلوم دیوبند کے مفتیوں سے سوال ہوتا ہے:

"زید کا عقیدہ ہے کہ اللہ عرش پر ہے ذات کے اعتبار سے، لیکن کیفیت کا علم صرف اللہ کو ہے،

اللہ کے دو ہاتھ ہیں،اور دونوں داہنے ہیں،اللہ کے دو پیر ہیں،

اللہ کا چہرہ ہے لیکن تمام اعضاء مخلوق سے جدا ہیں کیونکہ اس کی مثل کوئی شے نہیں،

اس عقیدے کا کیا حکم ہے اور اس کی امامت میں نماز کا کیا حکم ہے ؟

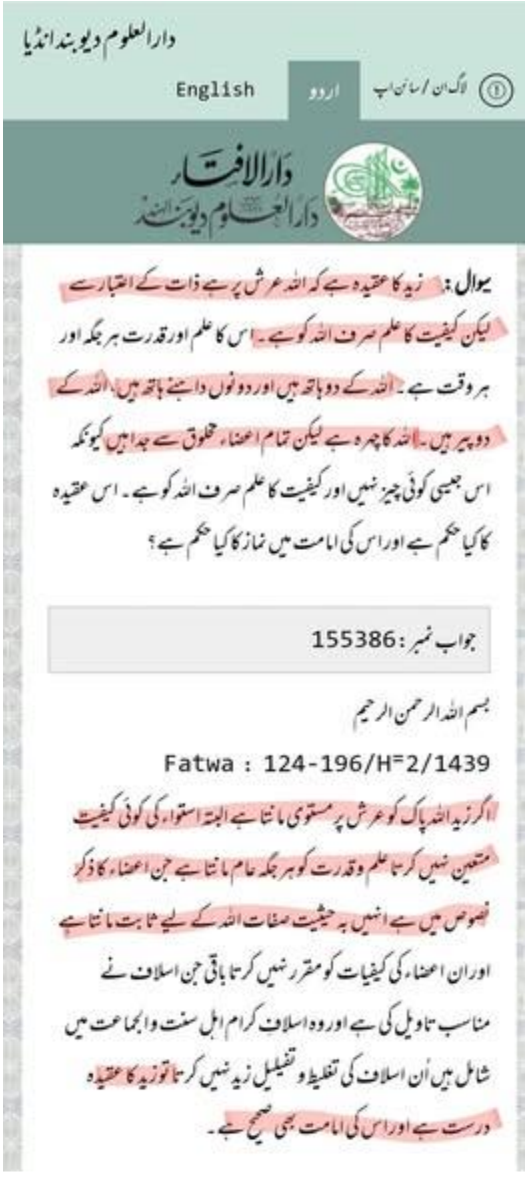
جواب:

اگر زید اللہ پاک کو (بذاتہ) عرش پر مستوی مانتا ہے البتہ استواء کی کوئی کیفیت متعین نہیں کرتا، جن اعضاء کا ذکر نصوص میں ہے انہیں بحیثیت صفات اللہ کے لیے ثابت مانتا ہے،اور ان اعضاء کی کیفیت کو مقرر نہیں کرتا،

تو زید کا عقیدہ درست ہے اور اس کی امامت بھی صحیح ہے۔"

ہر دیوبندی مولوی کا اپنا اپنا ہی عقیدہ ہے ،جب مولویوں کا یہ حال ہے تو دیوبندی عوام کی حالت کا اندازہ اسی سے لگا لیں!

دارالعلوم دیوبند کے مفتیوں نے جو عقیدہ درست قرار دیا ہے یعنی اللہ کو بذاتہ عرش پر ماننا اور ہاتھ پیر چہرہ اعضاء ماننا، پاکستانی دیوبندی مولویوں کے نزدیک یہ اللہ کو محدود کرنا،اللہ کے لیے جہت ماننا،اللہ کو مجسم ثابت کرنا ہے، کیونکہ یہ اللہ کا بذاتہ عرش پر ہونے کا عقیدہ اہل حدیث کا ہے جس وجہ سے یہ پاکستانی دیوبندی اہل حدیث کو مجسمی کہتے ہیں، جبکہ انڈیا کے دارالعلوم دیوبند والے یہ عقیدہ درست قرار دیتے ہوئے ان کی امامت صحیح مانتے ہیں۔



دار العلوم دیوبند انڈیا

لاگ ان / سائن اپ | اردو | English

دار الافتاء
دار العلوم دیوبند

سوال: زید کا عقیدہ ہے کہ اللہ عرش پر ہے ذات کے اعتبار سے لیکن کیفیت کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس کا علم اور قدرت ہر جگہ اور ہر وقت ہے۔ اللہ کے دو ہاتھ ہیں اور دونوں داہنے ہاتھ ہیں۔ اللہ کے دو پیر ہیں۔ اللہ کا چہرہ ہے لیکن تمام اعضاء مخلوق سے جدا ہیں کیونکہ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور کیفیت کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس عقیدہ کا کیا حکم ہے اور اس کی امامت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب نمبر: 155386

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Fatwa : 124-196/H=2/1439

اگر زید اللہ پاک کو عرش پر مستوی مانتا ہے البتہ استواء کی کوئی کیفیت متعین نہیں کرتا علم وقدرت کو ہر جگہ عام مانتا ہے جن اعضاء کا ذکر نصوص میں ہے انہیں بہ حیثیت صفات اللہ کے لیے ثابت مانتا ہے اور ان اعضاء کی کیفیات کو مقرر نہیں کرتا باقی جن اسلاف نے مناسب تاویل کی ہے اور وہ اسلاف کرام اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں اُن اسلاف کی تغلیط و تضلیل زید نہیں کرتا تو زید کا عقیدہ درست ہے اور اس کی امامت بھی صحیح ہے۔

صحيح البخاري كل احاديث 7563

حدیث نمبر: 7451 Go

صحیح البخاری

كِتَاب التَّوْحِيدِ

کتاب: اللہ کی توحید اس کی ذات اور صفات کے بیان میں

٢٦. بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ أَنْ تَزُولا}:

26. باب: اللہ تعالیٰ کا (سورۃ فاطر میں) یہ فرمان کہ "بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے وہ اپنی جگہ سے ٹل نہیں سکتے"۔

اس باب میں 1 احادیث آئی ہیں، باب سے متعلق تمام احادیث دیکھیں۔

حدیث نمبر: 7451 پی ڈی ایف بنائیں مکررات اعراب English

(مرفوع) حدثنا موسى، حدثنا ابو عوانة، عن الاعمش، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله، قال:" جاء حبر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا محمد إن الله يضع السماء على إصبع، والارض على إصبع، والجبال على إصبع، والشجر والانهار على إصبع، وسائر الخلق على إصبع، ثم يقول بيده: انا الملك، فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال: وما قدروا الله حق قدره سورة الانعام آية 91.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی پر، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا۔ پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دئیے اور یہ آیت پڑھی «وما قدروا الله حق قدره» (جو سورۃ الزمر میں ہے)۔

Report Error

✱ کیا یہ اللہ کو مجسم ثابت کرنا ہے؟ ✱

(پارٹ 2)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پھر انہوں (امام بیہقی) نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اور ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے جو کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کہتے ہوئے سنا:

بیشک ہمارا پروردگار سننے والا، دیکھنے والا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی جانب اشارہ فرمایا۔"

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، اس کی سند حسن ہے۔

دیوبندی دھرم کے مطابق یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالی کو مجسم ثابت کر رہے ہیں، کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ کو دیکھنے والا قرار دے کر اپنی آنکھوں کی جانب اشارہ کیا ہے۔

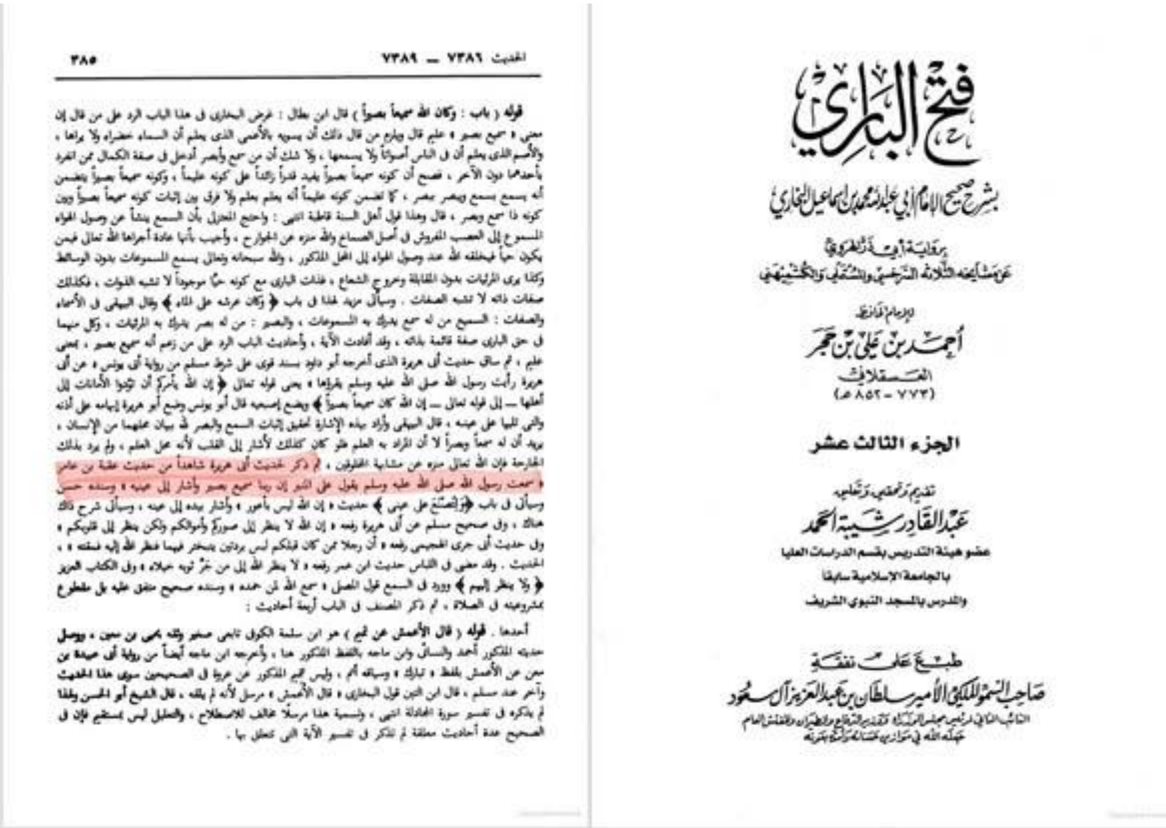
دیوبندی دھرم کے مطابق یہ اللہ کے اعضاء اور جسم ماننا ہے کیونکہ اس دھرم میں آنکھ سے دیکھنا اعضاء کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کی آنکھیں نہیں، جبکہ دیوبندی کی آنکھیں ہیں، یہ بھدو قوم خود کو کامل مانتی ہے اور اللہ پاک کو ناقص، یہ رافضیوں، جہمیوں اور معتزلہ سے عقیدے لے کر دیوبندیوں نے عقیدہ بنالیا۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے جب دیوبندیوں کے ان بدعتیوں سے لیے گئے عقیدے دیکھے تو عقائد میں دیوبندیت سے بغاوت کر دی، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سرفراز خان صفدر دیوبندی ساری زندگی اہل حدیث سے بحث ومباحثہ میں مشغول رہے جس وجہ سے قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے نظریات وعقائد بذریعہ اہل حدیث ان تک پہنچتے رہے۔

❁ چنانچہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"(اصلی) اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالی کے ہاتھ پاؤں اور آسمان دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ کے سپرد کر دینی چاہیے۔"

جبکہ دیوبندی دھرم میں ظاہر ماننا اللہ کا جسم ماننا ہے اور ظاہر ماننے والے مجسمی ہیں۔



فتح الباري

بشرح صحيح الإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري

برواية أبي ذر الهروي

عن مشايخه الثلاثة السرخسي والمستملي والكشميهني

للإمام الحافظ

أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

(٧٧٣ - ٨٥٢ هـ)

الجزء الثالث عشر

تقديم وتحقيق وتعليق

عبد القادر شيبة الحمد

عضو هيئة التدريس بقسم الدراسات العليا

بالجامعة الإسلامية سابقاً

والمدرس بالمسجد النبوي الشريف

طبع على نفقة

صاحب السمو الملكي الأمير سلطان بن عبد العزيز آل سعود

النائب الثاني لرئيس مجلس الوزراء ووزير الدفاع والطيران والمفتش العام

حفظه الله في موازين حسناته

الحديث ٧٣٨٦ — ٧٣٨٩ ٣٨٥

قوله (باب : وكان الله سميعاً بصيراً) قال ابن بطال : غرض البخاري في هذا الباب الرد على من قال إن معنى « سميع بصير » عليم قال ويلزم من قال ذلك أن يسويه بالأعمى الذي يعلم أن السماء خضراء ولا يراها ، والأصم الذي يعلم أن في الناس أصواتاً ولا يسمعها ، ولا شك أن من سمع وأبصر أدخل في صفة الكمال ممن انفرد بأحدهما دون الآخر ، فصح أن كونه سميعاً بصيراً يفيد قدراً زائداً على كونه عليماً ، وكونه سميعاً بصيراً يتضمن أنه يسمع بسمع ويبصر ببصر ، كما تضمن كونه عليماً أنه يعلم بعلم ولا فرق بين إثبات كونه سميعاً بصيراً وبين كونه ذا سمع وبصر ، قال وهذا قول أهل السنة قاطبة انتهى : واحتج المعتزلي بأن السمع ينشأ عن وصول الهواء المسموع إلى العصب المفروش في أصل الصماخ والله منزه عن الجوارح ، وأجيب بأنها عادة أجراها الله تعالى فيمن يكون حياً فيخلقه الله عند وصول الهواء إلى المحل المذكور ، والله سبحانه وتعالى يسمع المسموعات بدون الوسائط وكذا يرى المرئيات بدون المقابلة وخروج الشعاع ، فذات الباري مع كونه حياً موجوداً لا تشبه الذوات ، فكذلك صفات ذاته لا تشبه الصفات . وسيأتي مزيد لهذا في باب ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ وقال البيهقي في الأسماء والصفات : السميع من له سمع يدرك به المسموعات ، والبصير : من له بصر يدرك به المرئيات ، وكل منهما في حق الباري صفة قائمة بذاته ، وقد أفادت الآية ، وأحاديث الباب الرد على من زعم أنه سميع بصير ، بمعنى عليم ، ثم ساق حديث أبي هريرة الذي أخرجه أبو داود بسند قوي على شرط مسلم من رواية أبي يونس « عن أبي هريرة رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها » يعني قوله تعالى ﴿ إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها — إلى قوله تعالى — إن الله كان سميعاً بصيراً ﴾ ويضع إصبعيه قال أبو يونس وضع أبو هريرة إبهامه على أذنه والتي تليها على عينه ، قال البيهقي وأراد بهذه الإشارة تحقيق إثبات السمع والبصر لله ببيان محلهما من الإنسان ، يريد أن له سمعاً وبصراً لا أن المراد به العلم فلو كان كذلك لأشار إلى القلب لأنه محل العلم ، ولم يرد بذلك الجارحة فإن الله تعالى منزه عن مشابهة المخلوقين ، ثم ذكر لحديث أبي هريرة شاهداً من حديث عقبة بن عامر « سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على المنبر إن ربنا سميع بصير وأشار إلى عينيه » وسنده حسن وسيأتي في باب ﴿ ولتصنع على عيني ﴾ حديث « إن الله ليس بأعور » وأشار بيده إلى عينه ، وسيأتي شرح ذلك هناك ، وفي صحيح مسلم عن أبي هريرة رفعه « إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم » وفي حديث أبي جري الهجيمي رفعه « أن رجلاً ممن كان قبلكم لبس بردتين يتبختر فيهما فنظر الله إليه فمقته » ، الحديث . وقد مضى في اللباس حديث ابن عمر رفعه « لا ينظر الله إلى من جر ثوبه خيلاء » وفي الكتاب العزيز ﴿ ولا ينظر إليهم ﴾ وورد في السمع قول المصلي « سمع الله لمن حمده » وسنده صحيح متفق عليه بل مقطوع بمشروعيته في الصلاة ، ثم ذكر المصنف في الباب أربعة أحاديث :

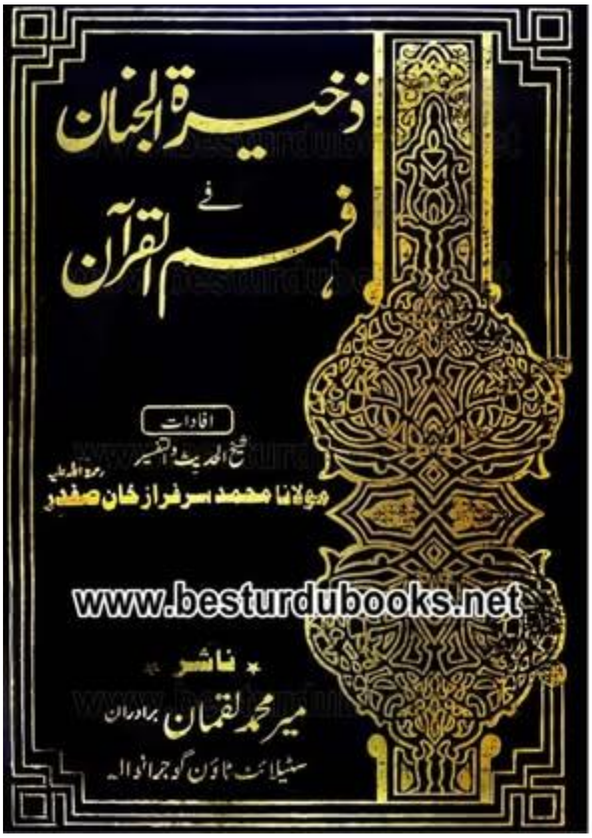
أحدها . قوله (قال الأعمش عن تميم) هو ابن سلمة الكوفي تابعي صغير وثقه يحيى بن معين ، ووصل حديثه المذكور أحمد والنسائي وابن ماجه باللفظ المذكور هنا ، وأخرجه ابن ماجه أيضاً من رواية أبي عبيدة بن معن عن الأعمش بلفظ « تبارك » وسياقه أتم ، وليس لتميم المذكور عن عروة في الصحيحين سوى هذا الحديث وآخر عند مسلم ، قال ابن التين قول البخاري « قال الأعمش » مرسل لأنه لم يلقه ، قال الشيخ أبو الحسن ولهذا لم يذكره في تفسير سورة المجادلة انتهى ، وتسمية هذا مرسلاً مخالف للاصطلاح ، والتعليل ليس بمستقيم فإن في الصحيح عدة أحاديث معلقة لم تذكر في تفسير الآية التي تتعلق بها .

ذخیرۃ الجنان | ۳۵ | المجادلۃ ۵۸

ذکر ہے۔ آگے بھی ان صفات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ وہ مکاری کرتے ہوئے جو آپ کو سلام کی بجائے بددعائیہ کلمات کہتے ہیں ان سب کو جانتا ہے۔ پھر پچھلے رکوع میں ذکر تھا کہ یہ احکام اس لیے اتارے گئے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھو۔ اور اس رکوع میں ذکر ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ایمان والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے :

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اے مخاطب! کیا آپ جانتے نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اَلَمْ تَرَ میں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے یعنی علم۔ اسی لیے مفسرین کرام ﷭ اَلَمْ تَرَ کا معنی اَلَمْ تَعْلَمْ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اگر مخفی انداز میں مشورہ کیا جائے یا کانوں میں باتیں کی جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اس لیے کہ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے آسمانوں اور زمین کی باتوں کو اور مخفی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں اور آسمان دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینی چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے اس کے ظاہر پر ایمان رکھنا چاہیے اور معیت کی کیفیت پر غور و خوض نہیں کرنا چاہیے اور نظریہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے



✱ اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد ✱

(پارٹ 1)

اللہ تعالی ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قیامت کے دن آئے گا، اس کے شیعہ بھی منکر ہیں اور دیوبندی بھی منکر ہیں دونوں نزول باری تعالی، اور قیامت کے دن آنے کے منکر ہیں اور اس عقیدے کے قائلین اہل سنت واہل حدیث کو گمراہ و کافر کہتے ہیں،

تو دو کتابوں کے سکین آپ کے سامنے ہیں ایک شیعہ امامیہ کے عقائد کی کتاب ہے، دوسری دیوبندی ڈاکٹر عبدالواحد دیوبندی کی سلف صالحین کے عقائد کے رد اور بدعتی عقائد کی تائید پر مبنی کتاب ہے۔

❁ شیعہ عالم محمد رضا مظفر شیعہ کا عقیدہ لکھتا ہے:

"جس شخص نے کہا اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے یا وہ جنتیوں کو اپنا دیدار کرائے گا یا ایسی کسی صفت کا اقرار کرے تو وہ کافر ہے..."

آگے لکھتا ہے:

"اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ قیامت کے دن اپنی مخلوق کے سامنے آئے گا۔"

❁ دوسری طرف دیوبندی مولوی عبدالواحد دیوبندی کہتا ہے:

"اللہ تعالی کے وہ افعال جن سے وہ خود متاثر ہو مثلاً غضبناک ہونا، خوش ہونا، اور آنا، اترنا وغیرہ چونکہ وہ متغیر ہوتے ہیں یا متغیر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں اس لیے وہ ظاہری معنی میں اللہ تعالی کی صفت نہیں ہو سکتے۔"

تو اللہ تعالی کے ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرمانے اور قیامت کے دن آنے کے شیعہ و دیوبندی دونوں منکر ہیں، جبکہ اہل سنت واہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے،

❁ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"ہمارا رب تبارک وتعالی ہر رات کے تیسرے پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا اور یہ کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے میں اس کی پکار کو سنوں کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں۔"

[صحیح بخاری]

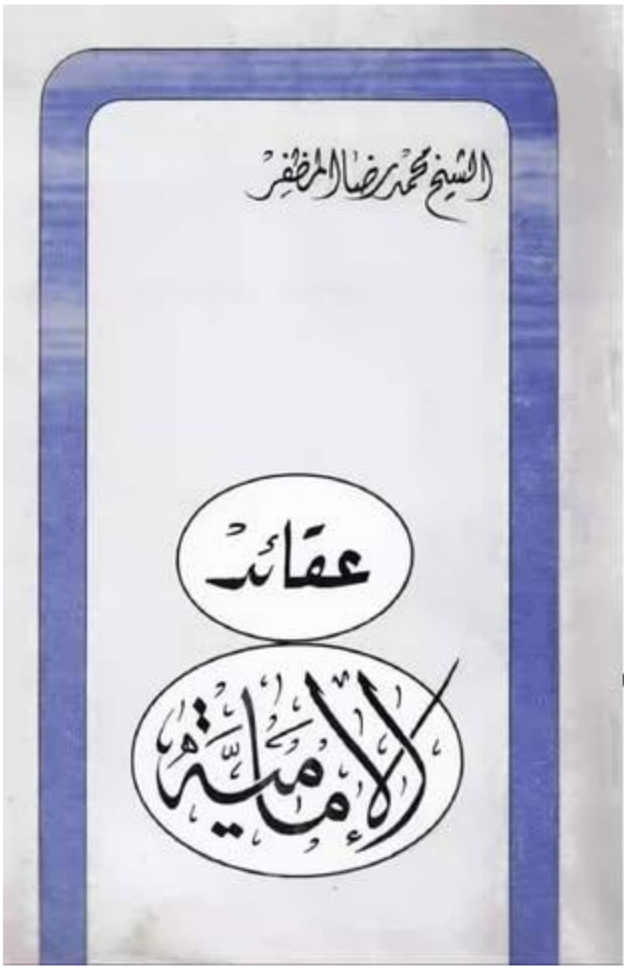
❁ اور اللہ پاک نے قیامت کے دن آنے کا ذکر قرآن میں کیا:

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا -

"اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے)"

[الفجر، 22]

سلف صالحین اور اہل حدیث کا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے جبکہ رافضی و دیوبندی قرآن وحدیث چھوڑ کر گمراہ ہو گئے۔



٥ ـ عقيدتنا في الله تعالى

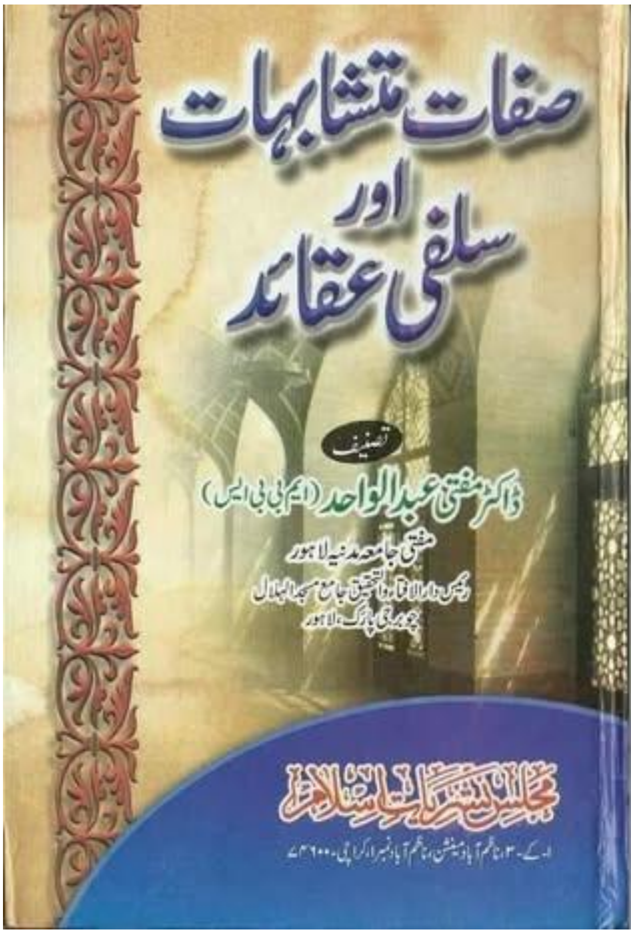
نعتقد أن الله تعالى واحد أحد ليس كمثله شيء ، قديم لم يزل ولا يزال ، هو الأول والآخر ، عليم حكيم عادل حي قادر غني سميع بصير . ولا يوصف بما توصف به المخلوقات ، فليس هو بجسم ولا صورة ، وليس جوهراً ولا عرضاً ، وليس له ثقل أو خفة ، ولا حركة أو سكون ، ولا مكان ولا زمان ، ولا يشار إليه . كما لا ند له ، ولا شبه ، ولا ضد ، ولا صاحبة له ولا ولد ، ولا شريك ، ولم يكن له كفواً أحد . لا تدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار .

ومن قال بالتشبيه في خلقه بأن صور له وجهاً ويداً وعيناً ، أو أنه ينزل إلى السماء الدنيا ، أو أنه يظهر إلى أهل الجنة كالقمر (أو نحو ذلك) ، فإنه بمنزلة الكافر به جاهل بحقيقة الخالق المنزه عن النقص ، بل كل ما ميزناه بأوهامنا في أدق معانيه فهو مخلوق مصنوع مثلنا مردود إلينا (على حد تعبير الامام الباقر عليه السلام) ، وما أجله من تعبير حكيم ! وما أبعده من مرمى علمي دقيق !

ـ ٢٢ ـ

وكذلك يلحق بالكافر من قال إنه يترامى لخلقه يوم القيامة ، وإن نفى عنه التشبيه بالجسم ، فإن أمثال هؤلاء المدعين جمدوا على ظواهر الألفاظ في القرآن الكريم أو الحديث ، وأنكروا عقولهم وتركوها وراء ظهورهم ، فلم يستطيعوا أن يتصرفوا بالظواهر حسبما يقتضيه النظر والدليل وقواعد الإستعارة والمجاز .

•••





اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا — 143 صفات متشابہات اور سلفی عقائد

باب 9

فصل 3:

اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں دیا گیا۔ جو کچھ قرآن پاک اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں مذکور ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ہے ذات کے بارے میں نہیں ہے۔ پیچھے ہم بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وہ افعال جن سے وہ خود متاثر ہوں مثلاً غضبناک ہونا، خوش ہونا اور آنا، اترنا وغیرہ چونکہ وہ حقیر ہوتے ہیں یا حقیر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں اس لیے وہ ظاہری معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل ہیں اور ان کو مزید کسی صفت کی حاجت نہیں ہے۔ ان صفات کی اصل کو متقدمین اشاعرہ و ماتریدیہ مانتے ہیں اور ان کے حق ہونے کو بھی مانتے ہیں لیکن ان کے معنی مراد کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ان سے وہی مراد ہے جو اللہ کے شایان شان ہے۔ آنا، جانا، چلنا پھرنا اور دوڑنا ان سب کا حاصل حرکت کرنا ہے۔

اس کے برعکس سلفی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے ہیں اور منتقل ہوتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل مثالیں ہیں:

1- آسمانوں کو درست کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہوئے اور بعض کے نزدیک اس پر اپنی ذات سمیت بیٹھ گئے۔

✱ اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد ✱

(پارٹ 2)

❀ شیعہ و دیوبندی عقائد و نظریات میں کیوں مماثلت ہے اس بارے دیوبندیوں کے معتبر عالم عبدالحیٔ لکھنوی حنفی صاحب لکھتے ہیں:

"عقیدہ کے اعتبار سے حنفی مذہب کی کئی شاخیں اور فروع ہیں۔ بہت سارے حنفی شیعہ، معتزلہ اور مرجئہ ہیں۔"

یعنی حنفیت میں دیگر بدعتی فرقوں کی طرح ایک فرقہ شیعہ کا بھی ہے، اس لیے دیوبندی حنفیہ کے اکثر عقائد و نظریات شیعہ جیسے ہیں۔

یہ بات اپنے ذہنوں اور دلوں پر لکھ لیں کہ تمام باطل فرقوں کا معجون بنایا جائے تو دیوبندیت کی صورت آپ کے سامنے ہو گا، یہی وجہ ہے کہ دیوبندی یقین کی دولت سے محروم ہے، یہ اپنے عقائد و نظریات میں متذبذب رہتا ہے۔

اہل بدعت کا رد کرنا بہت ثواب کا کام ہے،

❀ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا:

"آپ کو نماز اور روزہ اور اعتکاف کرنے والا شخص زیادہ پسند ہے یا اہل بدعت کا رد کرنے والا؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

جو شخص نماز پڑھے گا، روزہ رکھے گا، اعتکاف کرے گا، تو وہ صرف اپنی ذات کے لیے کرے گا اور جب وہ اہل بدعت کے بارے لوگوں کو آگاہ کرے گا تو اس کا یہ عمل مسلمانوں کے لیے ہو گا لہذا یہ افضل ہو گا۔"

اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے ان دو بدعتی فرقوں کے بارے لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں ان دونوں نے خود پر جھوٹے لیبل چسپاں کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور گمراہ کیا ایک بدعتی فرقہ اہل سنت والجماعت بنا بیٹھا ہے ان کی عقائد کی

کتاب کا نام دیکھیں: "عقائد علماء اہل سنت دیوبند" جبکہ کتاب کے اندر عقائد و نظریات رافضیوں اور بدعتیوں والے لکھے ہیں۔

اور دوسرا بدعتی یعنی رافضی حب اہل بیت کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے، جیسے یہ رافضی اہل بیت کی ماننے والے ہیں بس ویسے ہی دیوبندی بھی اہل سنت ہیں۔

تو پہلا عقیدہ رافضیوں اور دیوبندیوں کا آپ نے گذشتہ پوسٹ میں دیکھا دونوں کا ایک جیسا، یہ دوسرا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں دونوں کی معتبر کتب سے آپ کے سامنے ہے۔

ایک کتاب شیعوں کے معتبر علامہ حلی کی "احسن العقائد" ہے، دوسری دیوبندیوں کے اکابر خلیل احمد سہارنپوری کی "عقائد علماء دیوبند" ہے، دونوں کی عقائد کی کتب ہیں۔

❁ اللہ پاک کے عرش پر استواء کا معنی لکھتے ہوئے شیعہ عالم کہتا ہے:

"مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں ید کے معنی اور استواء کے معنی غلبہ کے ہیں۔"

❁ دیوبندی مولوی لکھتا ہے:

"اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے... مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔"

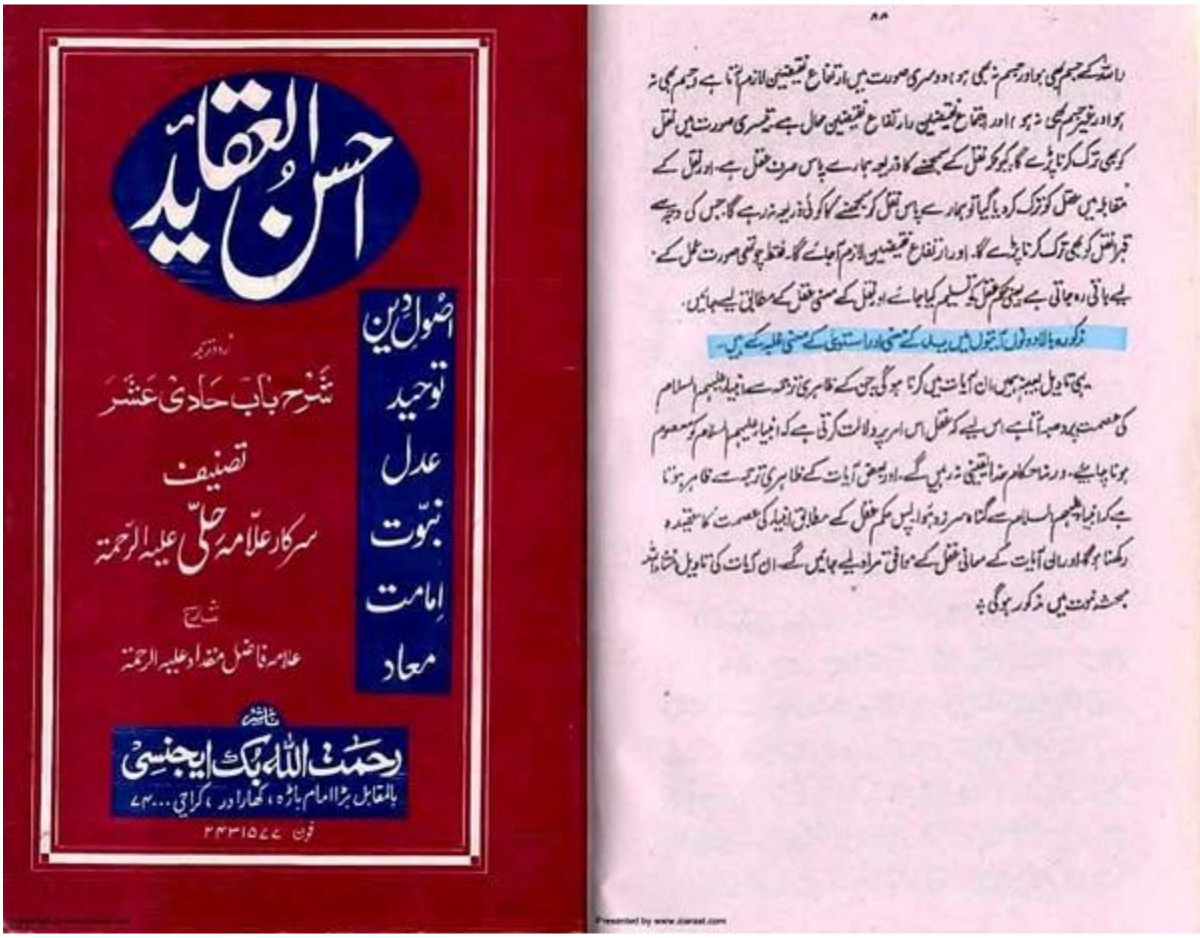
جب کہ ان دونوں بدعتی فرقوں کے برعکس اہل سنت واہل حدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ پاک عرش پر حقیقتاً مستوی ہے اور استواء کا معنی بلند وارفع ہونا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس عقیدے پر "کتاب العلو" لکھی ہے۔

❁ امام ذہبی لکھتے ہیں:

سلیمان بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید متوفی 179ھ کو کہتے سنا:

"سلف صالحین اور آئمہ اہل سنت بلکہ صحابہ کرام، اللہ اور اس کے رسول اور تمام ایمان والو کا کہنا یہی ہے کہ اللہ تعالی آسمانوں پر ہے اور اپنے عرش کے اوپر ہے، اور اللہ تعالی اپنے تمام آسمانوں سے اوپر اور بلند ہے، اور وہ دنیا کے آسمان کی طرف اترتا ہے اور ان کا یہ کہنا قرآن وحدیث کے دلائل کی بنیاد پر ہے۔"

سلف صالحین، آئمہ اہل سنت، صحابہ کرام، اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور تمام مومنوں کا بیانیہ آپ نے دیکھا، اور دیوبندیوں اور رافضیوں کا بھی دیکھ لیا، اب یہ آپ پر ہے کہ کس طرف جانا ہے۔



۸۸

راللہ کے جسم بھی ہو اور جسم نہ بھی ہو) دوسری صورت میں ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے (جسم بھی نہ ہو اور غیر جسم بھی نہ ہو) اور اجتماع نقیضین و ارتفاع نقیضین محال ہے۔ تیسری صورت میں نقل کو بھی ترک کرنا پڑے گا کیونکہ نقل کے سمجھنے کا ذریعہ ہمارے پاس صرف عقل ہے۔ اور نقل کے مقابلہ میں عقل کو ترک کر دیا گیا تو ہمارے پاس نقل کو سمجھنے کا کوئی ذریعہ نہ رہے گا جس کی وجہ سے قہراً نقل کو بھی ترک کرنا پڑے گا۔ اور ارتفاع نقیضین لازم آجائے گا۔ فقط چوتھی صورت عمل کے لیے باقی رہ جاتی ہے یعنی حکم عقل کو تسلیم کیا جائے اور نقل کے معنی عقل کے مطابق لیے جائیں۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں ید کے معنی قدرت اور استویٰ کے معنی غلبہ کے ہیں۔

یہی تاویل بعینہٖ ہمیں ان آیات میں کرنا ہوگی جن کے ظاہری ترجمہ سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دھبہ آتا ہے اس لیے کہ عقل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو معصوم ہونا چاہیے۔ ورنہ احکام خدا یقینی نہ رہیں گے۔ اور بعض آیات کے ظاہری ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ سرزد ہوا پس حکم عقل کے مطابق انبیاء کی عصمت کا عقیدہ رکھنا ہوگا اور ان آیات کے معانی عقل کے موافق مراد لیے جائیں گے۔ ان آیات کی تاویل انشاء اللہ بحث نبوت میں مذکور ہوگی۔

الجواب

قولنا فی امثال تلک الایات انا نؤمن بها و لا یقال کیف و نؤمن بالله

جواب

اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں

سبحانه وتعالیٰ متعال ومنزه عن صفات المخلوقین وعن سمات النقص والحدوث کما هو رای قد مائنا. واما ما قال المتاخرون من ائمتنا فی تلک الایات یاولونها بتاویلات صحیحة سائغة فی اللغة و الشرع بانه یمکن ان یکون المراد من الاستواء الاستیلاء ومن الید القدرة الی غیر ذلک تقریباً الی افهام القاصرین فحق ایضا عندنا و اما الجهة والمکان فلا نجوز اثباتهما له تعالیٰ ونقول انه تعالیٰ منزه و متعال عنهما و عن جمیع سمات الحدوث.

کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص وحدوث کی علامات سے مبرا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت ومکان کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت ومکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ و عالی ہے۔

السوال الخامس عشر

هل ترون احدا افضل من النبی صلی الله علیه وسلم من الکائنات؟

پندرھواں سوال

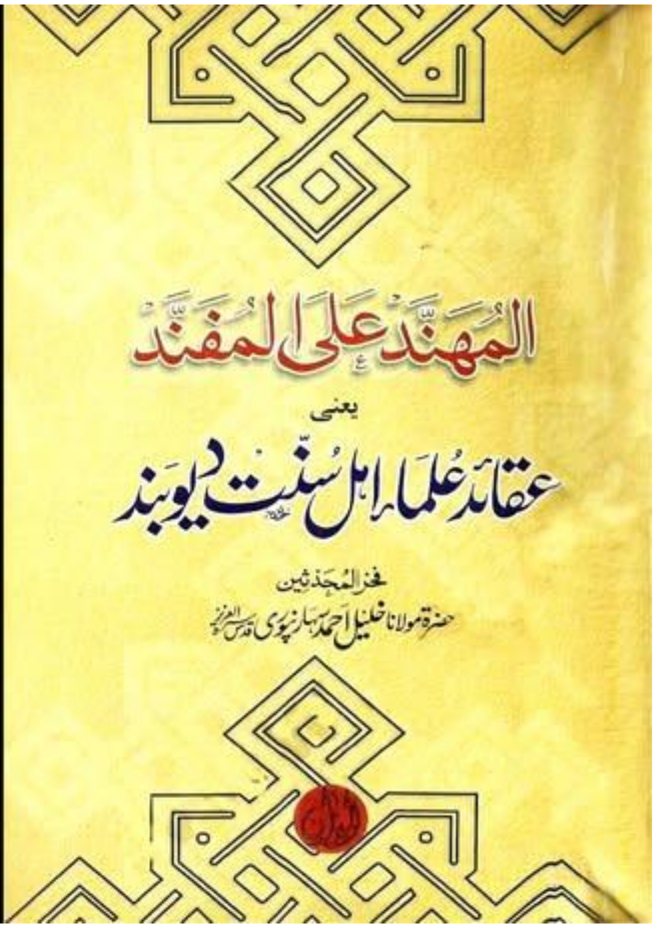
کیا تمہاری رائے یہ ہے کہ مخلوق میں سے جناب رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی افضل ہے؟

الجواب

اعتقادنا واعتقاد مشائخنا ان سیدنا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمدا رسول الله صلی الله علیه وسلم افضل الخلائق کافة و خیرهم عندالله تعالیٰ لا یساویه احد بل ولا یدانیه صلی الله علیه وسلم فی القرب من

جواب

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے قرب ومنزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا، قریب بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ سردار ہیں جملہ انبیاء



✱ اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد ✱

(پارٹ 3)

رافضی اور دیوبندی دونوں اللہ پاک کے عرش پر مستوی ہونے کے منکر ہیں، ان دونوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمانوں کے اوپر عرش پر کوئی الہ موجود نہیں، کیونکہ عرش پر ماننے سے ان دونوں کی عقلوں کے مطابق اللہ محدود ہو جاتا ہے، اللہ کا مکاں لازم آتا ہے، اللہ کے لیے جہت لازم آتی ہے، اسے لیے انہوں نے اس کا انکار کر دیا کہ عرش پر اللہ کی ذات موجود ہے۔

دو کتابوں کے سکین آپ کے سامنے ہیں ایک رافضیوں کی کتاب "أصول الشیعہ فی عقائد الشیعہ" ہے دوسری دیوبندیوں کے فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہی کے "فتاوی" ہیں،

❁ رافضی عالم وہابیوں اور رافضیوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے پہلا فرق عقیدہ توحید کے عنوان سے یہ لکھتا ہے:

"یہ حضرات (وہابی) خدا کو عرش کے اوپر بتاتے ہیں.... ان کا یہ فاسد عقیدہ ان کی بعض مجہول روایات پر مبنی ہے۔"

❁ دیوبندی مولوی مفتی محمود الحسن گنگوہی لکھتا ہے:

"اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عرش پر ہے.... کفر ہے، اس سے توبہ واجتناب واجب ہے۔"

جبکہ رب العزت کا قرآن اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ان دونوں بدعتیوں کا صراحتاً رد کرتا ہے:

❁ قرآن میں ہے:

الرحمٰن علی العرش استوی -

"رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔"

❁ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

فهو عنده فوق العرش.

"اللہ پاک نے ﴿عرش کے اوپر﴾ اپنے پاس ایک کتاب لکھ رکھی ہے۔"

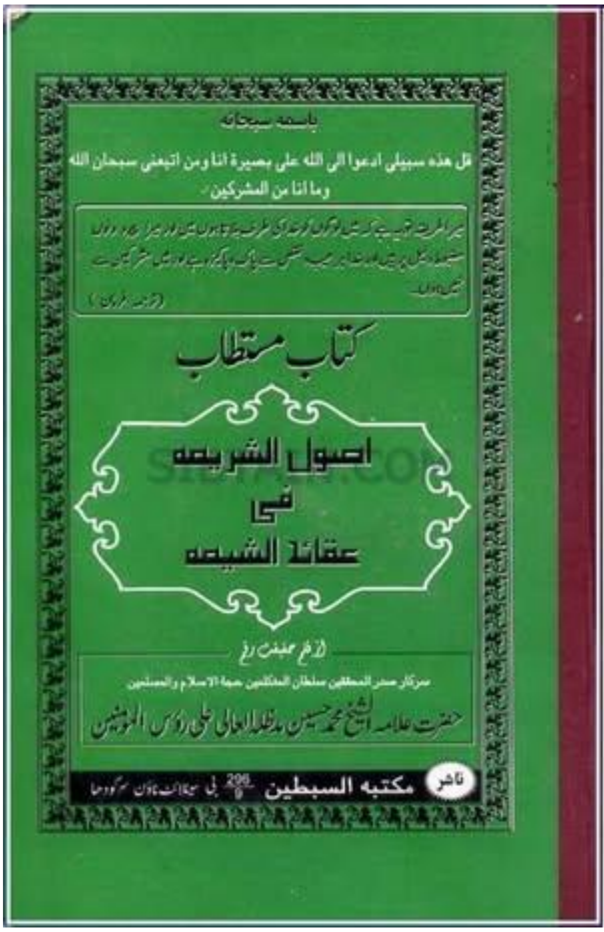
❁ دوسری حدیث میں ہے:

مكتوب عنده فوق العرش.

"اللہ پاک نے ایک کتاب لکھی... جو اس کے پاس ﴿عرش کے اوپر﴾ ہے۔"

[صحیح بخاری]

سلف صالحین کا مذہب بھی یہی ہے جیسا کہ گزشتہ متعدد پوسٹوں میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے، اب یہ آپ پر ہے کہ رافضیوں اور بدعتیوں والا عقیدہ رکھنا ہے یا قرآن و حدیث اور سلف صالحین والا !



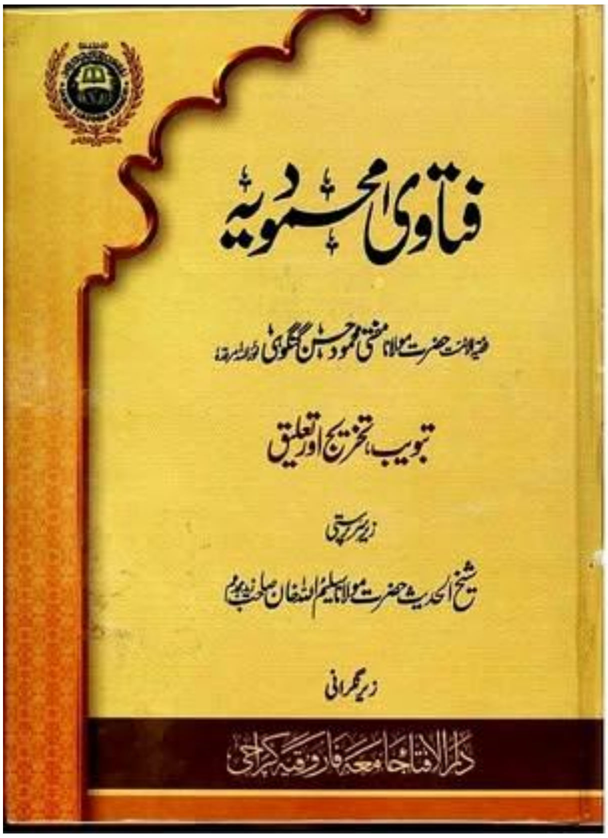


۴۱۵

ذیل میں صرف بنیادی اور اہم صرف چودہ عدد اختلافات کا اور وہ بھی اجمالی طور پر تذکرہ کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام پر چہاردہ معصومین کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے درمیان جو نمایاں فرق ہیں وہ واضح و عیاں ہو جائیں۔

پہلا فرق عقیدۂ توحید

ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ دین کا سنگ بنیاد عقیدۂ توحید ہے کما قال رسول اللہ ص اول الدین معرفۃ الجبار (اصول کافی الانوار) ہم خدا وند عالم کو جسم و جسمانیات و مکان و مکانیات سے منزہ و مبرا، ذات و صفات میں واحد و لاشریک، عدیم المثل و بے نظیر تسلیم کرتے ہیں۔ اور مخلوق والی تمام صفات نقص و عیب سے اس کے دامن ربوبیت کو پاک و صاف سمجھتے ہیں۔ مگر وہابیہ کی توحید کچھ اور ہی قسم کی ہے۔ یہ حضرات خدا کو عرش کے اوپر بٹھاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید مطبوعہ حجاز ص ۱۲۳ پر لکھا ہے۔ ان اللہ فوق العرش "خدا عرش کے اوپر ہے۔" ان کا یہ فاسد عقیدہ ان کی ان بعض مجہول روایات پر مبنی ہے۔ جن میں وارد ہے کہ ان اللہ فوق عرشہ وعرشہ فوق سمٰوٰتہ وارضہ مثل القبۃ وانہ لیئط بہ اطیط الرحل بالراکب یعنی خدا عرش پر ہے اور عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔ اور زمین مثل گنبد کے معلوم ہوتی ہے۔ عرش خدا کے (بیٹھنے) سے یوں چرچراتا ہے۔ جیسے (نئی) زین سوار کے بیٹھنے سے چرچراتی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۵۴ طبع حیدر آباد دکن) یہ حضرات خدا کے لئے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء و جوارح بھی ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ محمد ابن عبد الوہاب نے اپنی کتاب التوحید میں اس سلسلہ کی بعض روایات نقل کرنے کے بعد ان سے جو نتائج اخذ کئے ہیں۔ ان میں سے پانچواں امر یوں لکھا ہے الخامسۃ التصریح بذکر الیدین وان السمٰوٰت فی الید الیمنی والارضین فی الید الاخری (یعنی) پانچواں امر یہ ان روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ خدا کے دونوں ہاتھ ہیں۔ آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہے اور زمین بائیں ہاتھ میں۔ نیز یہ حضرات اس کے لئے چلنا پھرنا، چڑھنا اترنا اور ہنسنا وغیرہ بھی تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ اس فرقہ کے عالم عظیم الشان جناب مولوی وحید الزمان مترجم صحاح ستہ اپنی کتاب انوار اللغۃ طبع بنگلور میں رقمطراز ہیں "اس کا مکان عرش معلیٰ پر ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ وہ جہت فوق میں ہے جہاں چاہے وہاں جا سکتا ہے۔ اوپر چڑھتا ہے اور نیچے اترتا ہے۔ کلام کرتا ہے ہنستا ہے تعجب کرتا ہے" الغرض یہ فرقہ توحید توحید کی گردان تو بہت کرتا ہے۔ مگر ان کی توحید بقول شیخ احمد غزالی شیطان سے لی ہے (معاذ اللہ ہم بموجب نقل کفر کفر نباشد شیخ موصوف کا فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ من لم یتعلم التوحید من ابلیس فھو زندیق۔ یعنی جو شخص ابلیس سے توحید حاصل نہیں کرتا وہ زندیق ہے (شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۱ ص ۵ طبع بیروت) مگر ہماری توحید سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام سے ماخوذ ہے۔ و شتان ما بینہما۔ اسی طرح یہ حضرات عدالت باری تعالیٰ کے بھی قائل نہیں۔ بلکہ خیر و شر من اللہ تعالیٰ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو ہمارے نزدیک بالکل باطل ہے۔ اور ہم لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین کے قائل ہیں۔ تفصیل کے لئے احسن الفوائد کی طرف رجوع کیا جائے۔





فتاویٰ محمودیہ جلد اول ۔۔۔ ۳۳۶ ۔۔۔ ما یتعلق باللہ تعالیٰ وصفاتہ

الجواب حامداً و مصلیاً:

خداوند کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہر شئے میں حلول کئے ہوئے ہے، کفر ہے(۱) اس طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عرش پر یا کسی اور مکان میں ہے جس طرح کہ بادشاہ ایوان میں ہے یہ بھی کفر ہے، ان دونوں عقیدوں سے توبہ اور اجتناب واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی مکان میں محدود نہیں، وہ مکان سے منزہ و بالاتر ہے۔

"و (یکفر) بإثبات المکان للہ تعالیٰ، فإن قال: اللہ في السماء، فإن قصد به حکایة ما جاء في ظاهر الأخبار، لا یکفر، و إن أراد به المکان کفر، وإن لم تکن له نیة، یکفر عند أکثر هم، و عليه الفتوی اهـ" مجمع: ۲/۶۹۸(۲) "یکفر بإثبات المکان للہ تعالیٰ، فلو قال از خدا هیچ مکان خالی نیست یکفر" عالمگیری: ۲/۲۵۹(۳)۔

"ولا یتمکن في مکان اهـ" شرح عقائد، ص: ۳۹(۴)۔

البتہ عرش پر اس کا خاص تسلط اور استیلاء ہے، اس کی کیفیت کو وہی خوب جانتا ہے اور اپنے علم کے

---

(۱) "و لیس حالاً و لا محلاً". (شرح الفقہ الأکبر للملا علي القاري، ص: ۳۰، قدیمی)

"و أما قوله: (عنده) فقال ابن بطال: "عند" في اللغة للمکان، واللہ منزہ عن الحلول في المواضع، لأن الحلول عرض یفنی، و هو حادث، والحادث لا یلیق باللہ". (فتح الباري، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿و یحذرکم اللہ نفسه﴾: ۱۳/۴۷۵، قدیمی)

"إن المعقول من حلول الشيء في غیره کون هذا الحال تبعاً لذلک المحل في أمر من الأمور، وواجب الوجود لذاته یمتنع أن یکون تبعاً لغیره فوجب أن یمتنع علیه الحلول". (أصول الدین للرازي، ص: ۳۳، مکتبة الکلیات الأزهریة)

(۲) (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد: ۱/۶۹۰، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(و کذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع في أحکام المرتدین: ۲/۲۵۹، رشیدیه)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۵/۲۰۲، ۲۰۳، رشیدیه)

(۳) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع في أحکام المرتدین: ۲/۲۵۹، رشیدیه)

(و کذا في مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد: ۱/۶۹۱، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۴) (شرح العقائد النسفیة للتفتازاني، ص: ۳۰، قدیمی)

"و لا متمکن في مکان لا علو و لا سفل و لا غیرهما". (شرح الفقه الأکبر للقاري، ص: ۳۶، قدیمی)

✱ اللہ کی صفات کے بارے رافضی اور دیوبندی عقائد ✱

(پارٹ 4)

یہاں ہم رافضیوں اور دیوبندیوں کا اصول پیش کر رہے ہیں صفات باری تعالی کے معاملے میں، جس اصول کے ترازو پر انہوں نے اللہ پاک کی صفات کو تولا ہے۔

دو کتابوں کے سکین آپ کے سامنے ہیں، ایک رافضیوں کی کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" ہے، دوسری دیوبندی بریلوی مدارس میں پڑھائی جانے والی ان کے عقائد کی بنیادی کتاب "شرح العقائد" ہے تفتازانی ماتریدی کی۔

پہلے رافضیوں کا اصول دیکھیں پھر ہو بہو وہی اصول تفتازانی کی کتاب میں دیکھیں، اس کے بعد اس اصول کو وضع کرنے کی دونوں کی ایک جیسی وجوہات دیکھیں، یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ اللہ کی صفات کے بارے ماترید یہ نے اصول رافضیوں سے لیے ہیں، تو جو رافضیوں کی پیروی میں عقائد بناتا رہا اس کے گمراہ ہونے میں کیا شک رہا۔

❀ رافضی لکھتے ہیں:

"ایک عقلائی مسلمہ قاعدہ کا بیان"

"یعنی ہم آیات قرآنیہ کو ان کے ظاہری معنی پر ہی محمول کرتے ہیں ہاں جب وہ کسی عقلی دلیل سے متصادم ہوں تو پھر ان کی تاویل کرتے ہیں، جیسا کہ آیت مبارکہ "ید اللہ" میں ید کی تاویل لازم ہے۔"

رافضی کہتے ہیں کہ جن آیات میں اللہ کے ہاتھ کا ذکر ہے ان کی تاویل لازم ہے کیونکہ یہ ہماری عقلوں کے خلاف ہے،

(رافضی اس کی وجوہات بیان کرتے ہیں کہ یہ اصول کیوں تراشا گیا ہے)

"اس فرقہ باطلہ (ظاہری معنی لینے والوں) کے نظریات فاسدہ جنگل کی آگ کی طرح کم عقل و علم سادہ لوح مسلمانوں میں پھیلنا شروع ہو گئے، جس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن کریم میں کچھ آیات متشابہات اس قسم کی تھیں جن سے ایک ظاہر بین شخص کو اس قسم کا توہم ہو سکتا تھا، کیونکہ عوام الناس بلکہ اکثر خواص بھی قرآنی آیات و متشابہات کی

صحیح تاویل اور ان کے حقیقی مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لیے جہاں انہوں نے ایسے الفاظ دیکھے، اسے ان کے ظاہر اور لغوی معنی پر حمل کر کے خدا کے لیے جسم اور اعضاء کے قائل ہو گئے۔"

❁ یہی سب کچھ تفتازانی ماتریدی کہتا ہے:

"دلائل نقلیہ کا جواب: یہ ہے کہ یہ بات علی الاطلاق (رافضیوں ماتریدیوں) میں مسلمہ ہے کہ جن نصوص کے ظاہری الفاظ کسی ایسے معنی پر دلالت کر رہے ہوں جو خلاف عقل ہوں تو ان نصوص کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوں گے، لہذا ان نصوص میں مذکورہ دو طریقے اختیار کیے جائیں گے...

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم ان نصوص میں تاویلات صحیحیہ کرتے ہیں جیسا کہ متاخرین کا مذہب ہے،

(آگے وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کام کیوں کرتے ہیں)

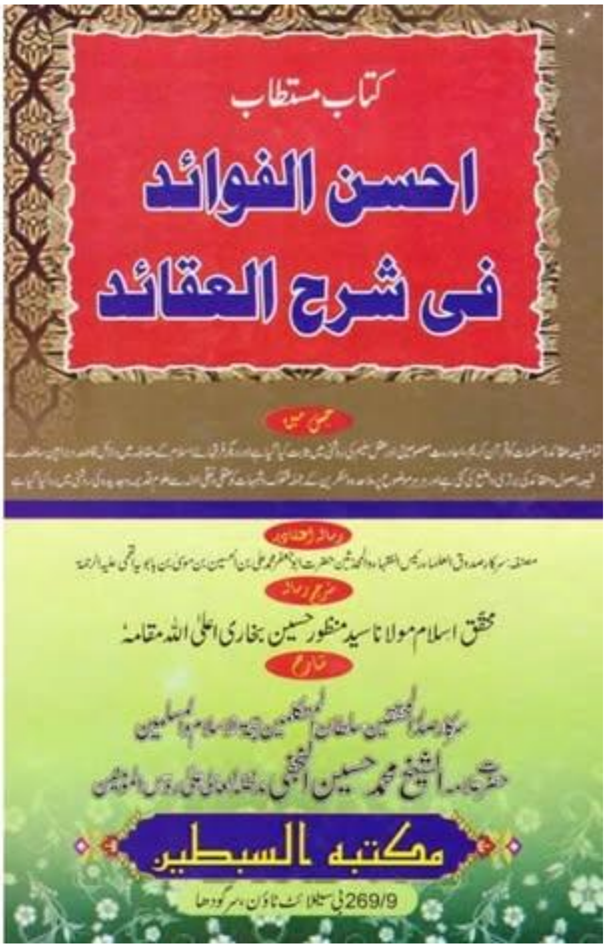
کیونکہ ان کے دور میں فتنے پھیلنا شروع ہو گئے تھے پس ان گمراہ فرقوں نے ظاہری نصوص سے استدلات شروع کر دیے اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے عقائد کو خراب کرنا شروع کر دیا تو متاخرین نے ان نصوص میں تاویلات کو ضروری سمجھا تا کہ مخالفین کے استدلات کے جوابات بھی ہو سکیں اور کمزور مسلمانوں کو راہ راست پر لایا جاسکے۔"

یہ ہیں مسلمانوں کو راہ راست پر لانے والے رافضیوں کے اصولوں کی پیروی کر کے۔ ان دونوں عقل پرست بدعتیوں کی اصل مشرکین مکہ ہیں،

انہوں نے مسلمانوں پر عقلی دلیل کو مقدم کر کے اعتراض کیا تھا کہ:

"یہ مسلمان اپنا مارا ہوا جانور کھاتے ہیں جبکہ اللہ کا مارا ہوا حرام قرار دیتے ہیں۔"

ان عقل پرست بدعتیوں کو چاہیے کہ مردار بھی کھا لیا کریں کیونکہ عقل کا حکم تو یہی ہے کہ اللہ کا مارا ہوا جانور بالاولی حلال ہو۔



و فی القرآن و جآء ربك و الملك صفا صفا یعنی و جاء امر ربك و فی القرآن كلا انهم عن ربهم لمحجوبون یعنی عن ثوابه و فی القرآن

کہ اس کی قدرت میں ہوں گے و جاء ربك و الملك صفات صفا (سورۃ الفجر) تمہارا پروردگار آئے گا اور فرشتے صف بصف حاضر ہوں گے یہاں خدا کے آنے سے مراد امر خداوندی کے ہیں یعنی تمہارے پروردگار کا حکم آئے گا۔ کلا انهم عن ربهم لمحجوبون (مطففین:۱۵) یعنی وہ لوگ یقینا اپنے پروردگار سے محجوب رہیں گے۔ مطلب یہ کہ خداوند کریم ان کو اپنے ثواب سے محروم کردے گا

محکم کہیں، کہیں متشابہ ترا کلام — یارب عجیب راز یہ قرآں میں بھر دیا
اب تک مفسّروں کا اُلجھنا دلیل ہے — دُنیا کو اہلِ بیتؑ کا محتاج کر دیا

اور چونکہ رسولؐ و آل رسول علیہ وعلیہم السلام نے ان آیات مبارکہ کے وہی معانی بتلائے ہیں جو متن رسالہ میں مذکور ہیں۔ لہذا انہیں ہی تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ خداوند عالم کا منشاء وہی ہے جو اس ترجمان وحی خانوادہ نے بیان کر دیا ہے۔ ان معانی کے علاوہ جو شخص من گھڑت معنی تراشے گا وہ بوجہ تفسیر بالرائے ہونے کے سراسر ضلالت و گمراہی ہوگی۔ قال رسول اللہ ﷺ: "من فسر القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار"۔ جو شخص قرآن کی تفسیر و تاویل اپنی ذاتی رائے سے کرے وہ اپنی جگہ جہنم میں مہیا کرے۔ (حق الیقین الفریقین)

ایک عقلائی مُسلمہ قاعدہ کا بیان

ایک مُسلمہ قاعدہ و قانون ہے کہ جب کوئی مطلب براہین عقلیہ اور دلائل شرعیہ سے محقق و مبرہن ہو جائے اور پھر کوئی نقلی دلیل اس کے بظاہر مخالف معلوم ہو تو وہ اگر خبر واحد ہو تو اسے مسترد کر دیا جاتا ہے اور اگر کوئی قرآنی آیت یا متواتر روایت ہو تو اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا واجب ہوتی ہے کہ اس کا مفہوم دلائل عقلیہ اور آیاتِ محکمات سے ثابت شدہ مطلب سے متصادم و مخالف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ محقق شیخ بہائی اپنے رسالہ "اعتقادات الامامیہ" میں اسی قاعدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "و نحمل آیات القرآن علی ظاهرها الا اقام الدلیل علی خلافه کقوله تعالیٰ: ید الله فوق ایدیهم" الخ۔ یعنی ہم آیات قرآنیہ کو ان کے ظاہری معانی پر ہی محمول کرتے ہیں۔ ہاں جب وہ کسی عقلی دلیل سے متصادم ہوں تو پھر ان کی تاویل کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت مبارکہ "ید اللہ" میں لفظ "ید" کی تاویل لازم ہے۔

فرقۂ مجسمہ کو جواب

﴿عبارت﴾: وَالْجَوَابُ اَنَّ ذٰلِكَ وَهْمٌ مَحْضٌ وَحُكْمٌ عَلَى غَيْرِ الْمَحْسُوْسِ بِاَحْكَامِ الْمَحْسُوْسِ وَالْاَدِلَّةُ الْقَطْعِيَّةُ قَائِمَةٌ عَلَى التَّنْزِيْهَاتِ فَيَجِبُ اَنْ يُفَوَّضَ عِلْمُ النُّصُوْصِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَاهُوَ دَأْبُ السَّلَفِ اِيْثَارًا لِلطَّرِيْقِ الْاَسْلَمِ اَوْ يُؤَوَّلَ بِتَاْوِيْلَاتٍ صَحِيْحَةٍ عَلٰى مَا اخْتَارَهُ الْمُتَاَخِّرُوْنَ دَفْعًا لِمَطَاعِنِ الْجَاهِلِيْنَ وَجَذْبًا لِضَبْعِ الْقَاصِرِيْنَ سُلُوْكًا لِلسَّبِيْلِ الْاَحْكَمِ

﴿ترجمہ﴾: اور جواب یہ ہے کہ یہ محض وہم ہے اور محسوس پر غیر محسوس کا حکم لگانا ہے حالانکہ دلائل قطعیہ تنزیہات پر قائم ہیں پس واجب ہے نصوص کا علم اللہ کی طرف سپرد کیا جائے اس طریقہ پر جو سلف کا طریقہ ہے محفوظ راستے کو ترجیح دیتے ہوئے یا ان نصوص کی صحیح تاویل کی جائیگی اس طریقہ پر کہ جس کو متاخرین نے پسند کیا ہے جہلاء کے اعتراضات کو ختم کرنے کے لئے اور کمزور مسلمانوں کے بازوؤں کو تھامنے کے لئے مضبوط راستہ پر چلنے کی غرض سے۔

﴿تشریح﴾:

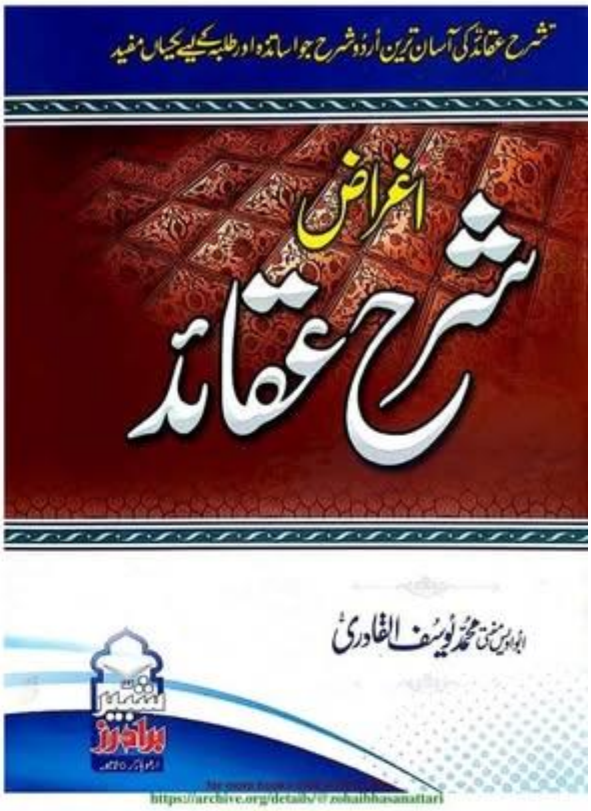
وَالْجَوَابُ اَنَّ الخ: سے غرض شارح علیہ الرحمہ فریق مخالف کی دلیل عقلی ونقلی کا جواب دینا ہے۔

دلیل عقلی کا جواب: دو موجودین کا اس طور پر فرض کرنا کہ ان کے درمیان اتصال ہوگا یا انفصال ہوگا یہ سب توہمات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ غیر محسوس (ذات باری تعالیٰ) پر محسوس (عالم) کا حکم لگانا ہے جو کرنا جائز ہے کیونکہ قیاس الغائب علی الشاہد کے قبیل سے ہے اور قیاس الغائب علی الشاہد ناجائز و باطل ہے۔

دلائل نقلیہ کا جواب: یہ ہے کہ یہ بات علی الاتفاق مسلمہ ہے کہ جن نصوص کے ظاہری الفاظ کسی ایسے معنی پر دلالت کر رہے ہوں جو خلاف عقل ہوں تو ان نصوص کے ظاہری معنی مراد نہیں ہونگے، لہٰذا ان نصوص میں مذکورہ دو طریقے اختیار کئے جائیں گے۔

1: ان نصوص کے علم کو ہم اللہ کے حوالے کرتے ہیں جیسا کہ متشابہات کے بارے میں متقدمین کا مذہب ہے یعنی ہم مانتے ہیں کہ ان آیات ونصوص میں ذات باری تعالیٰ کے لئے ید، جسم، صورت وغیرہ ثابت ہو رہی ہیں، لیکن ان کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، مگر اتنی بات بالکل مسلمہ ہے کہ ان کی شکل وصورت ہماری شکل وصورت جیسی نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ لیس کمثلہ شیء اور یہ طریقہ سلامتی والا طریقہ ہے اسی وجہ سے اس طریقہ کو اسلم کہا گیا ہے۔

2: دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم ان نصوص میں تاویلات صحیحہ کرتے ہیں جیسا کہ متاخرین کا مذہب ہے چونکہ ان کے دور میں گمراہ فرقے اور فتنے پھیلنا شروع ہو گئے تھے، پس ان گمراہ کن فرقوں نے ظاہری نصوص سے استدلالات شروع کر دیئے اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے عقائد کو خراب کرنا شروع کر دیا تو متاخرین نے ان نصوص میں تاویلات کو ضروری سمجھا تاکہ مخالفین کے استدلالات کے جوابات بھی ہو سکیں اور کمزور مسلمانوں کو راہ راست پر لایا جا سکے۔ متاخرین نے ان نصوص میں جو تا



والے لوگ بیان کرتے ہیں۔(بحارالانوار جلد ۲)

خلاصہ یہ کہ: "من شبہ اللہ بخلقہ فھو مشرک" جو شخص خدا کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے وہ مشرک ہے۔(عیون اخبار الرضا)

بہرحال اس فرقہ باطلہ کے نظریات فاسدہ جنگل کی آگ کی طرح کم عقل و علم سادہ لوح مسلمانوں میں پھیلنے شروع ہو گئے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں کچھ آیات متشابہات اس قسم کی تھیں جن سے ایک ظاہر بین شخص کو اس قسم کا توہم ہو سکتا تھا کیونکہ عوام الناس بلکہ اکثر خواص بھی قرآنی آیات و متشابہات کی صحیح تاویل اور ان کے حقیقی مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں، اور نہ ہی سب لوگ

ومنہ قولہ تعالٰی واذکر عبدنا داؤد ذوالاید یعنی ذوالقوۃ و فی القران یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی یعنی بقدرتی و قوتی و فی القران

ارشاد فرماتا ہے: و السماء بنینٰھا باید (ذاریات: ۴۷) ہم نے آسمان کو اید سے بنایا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی قوت اور طاقت سے بنایا، نہ کہ ہاتھوں سے بنایا، اس امر کی تائید ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے: واذکر عبدنا داؤد ذالاید (ص: ۱۷) یعنی یاد کر ہمارے داؤد کو جو اید والا تھا۔ مراد یہ ہے کہ وہ صاحب ہمت تھا ابلیس کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر قرآن مجید میں خداوند عالم ابلیس کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے: یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی (ص: ۷۵) اے ابلیس تونے اس کو سجدہ کیوں نہیں کیا

حقیقی و مجازی معنوں میں امتیاز کر کے ان کے موارد استعمال کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے جہاں اس قسم کے الفاظ دیکھے انھیں ان کے ظاہری اور لغوی معنوں پر حمل کر کے خدا کے لیے جسم و اعضاء کے قائل ہو گئے اور اس طرح اپنی توحید خراب کر کے آخرت بھی برباد کر بیٹھے۔ من حیث لا یشعرون ۔ چونکہ آیات متشابہات کا ذکر آگیا ہے ان کے بارہ میں چند ضروری امور کا ذکر ناگزیر ہے۔ یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بلند اور تمام مکاتیب فکر کے مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے کہ قرآن مجید میں کچھ آیاتِ محکمات ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (سورۃ آلِ عمران: ۷)

✱ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب ✱

(پارٹ 1)

اللہ پاک کی اسماء وصفات میں ہر بدعتی کا اپنا اپنا ہی عقیدہ ہے، ان جاہلوں نے عقل کو معیار بنایا تو عقیدے کی تباہی پھیر دی اور بدعتی بن گئے پھر جہالت پر جہالت یہ ہے کہ خود کو اہل سنت سمجھتے ہیں، ان جاہلوں میں ایک مولوی الیاس گھمن حیاتی ہے، یہ اتنا عالم نہیں تھا کہ اللہ پاک کے اسماء وصفات کے موضوع پر کلام کرتا لیکن جب کلام کیا تو جہالت کھل کر سامنے آگئی اور اس کا علمی لیول واضح ہو گیا۔

❁ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی لکھتا ہے:

"معیت علمیہ لازم ہے معیت ذاتیہ کو، جہاں ذات وہاں علم.... اثبات علم سے تو معیت ذاتیہ ثابت ہو گی بوجہ تلازم کے۔"

(الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کا علم جہاں ہے وہاں اس کی ذات بھی ہے۔)

وھو معکم این ما کنتم.

تم جہاں ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے،

اس سے علم مراد لینے کا مطلب یہ کیسے ہو گیا کہ وہاں ذات نہیں، بلکہ جہاں علم وہاں ذات ہے۔

❁ حالانکہ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا ہے:

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ -

"اللہ کو علم ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے۔"

اب الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے مطابق اللہ پاک ماؤں کے پیٹوں میں ہے نعوذ باللہ، کیونکہ جہاں اللہ کا علم وہاں اس کی ذات۔

❀ عبد الشکور سالمی ماتریدی صاحب کا الیاس گھمن حیاتی دیوبندی پر فتویٰ لگتا ہے:

"پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر مکاں میں ہے تو وہ حیوانات کے مونہوں میں ہے، معاذ اللہ، اور کتوں کے مونہوں میں معاذ اللہ اور عورتوں کی شرمگاہوں میں بھی ہے اور لونڈیوں کی اندام نہانی میں بھی ہے، یہ کفر قبیح ہے، بدترین کفر ہے، نہایت شنیع و غلیظ اور گندی بات ہے۔"

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے مطابق اللہ ہر اس جگہ ہے جس کا ذکر عبد الشکور سالمی ماتریدی نے کیا ہے، کیونکہ اللہ کو ان سب کا علم ہے اور الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے مطابق جہاں اللہ کا علم ہے وہاں اس کی ذات بھی ہے۔

یہ ہے دیوبندیوں کے مناظر اسلام کا مبلغ علم، اپنے ہی ماتریدی سے کافر قرار پا رہا ہے، ایسے جاہل مولویوں نے دیوبندیوں کے عقیدے بنائے ہوئے ہیں اور یہ موجودہ دیوبندی ان کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔



القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی و امیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

ایلیتہ میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں موجود ہے اور جہمیہ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے:

(۱) پہلی آیت "وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ" (الزخرف ۸۴) اور وہی آسمانوں میں خدا ہے اور وہی زمینوں میں خدا ہے۔

(۲) دوسری آیت "وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ" (الانعام ۳) اور وہی اللہ ہے آسمان اور زمینوں میں۔

(۳) تیسری آیت "إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ" (النحل ۱۲۸) بے شک

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیک کام کرتے ہیں۔

(۴) چوتھی آیت: "مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ" (المجادلہ ۷) جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی ہو تو چھٹا وہی ہوتا ہے۔

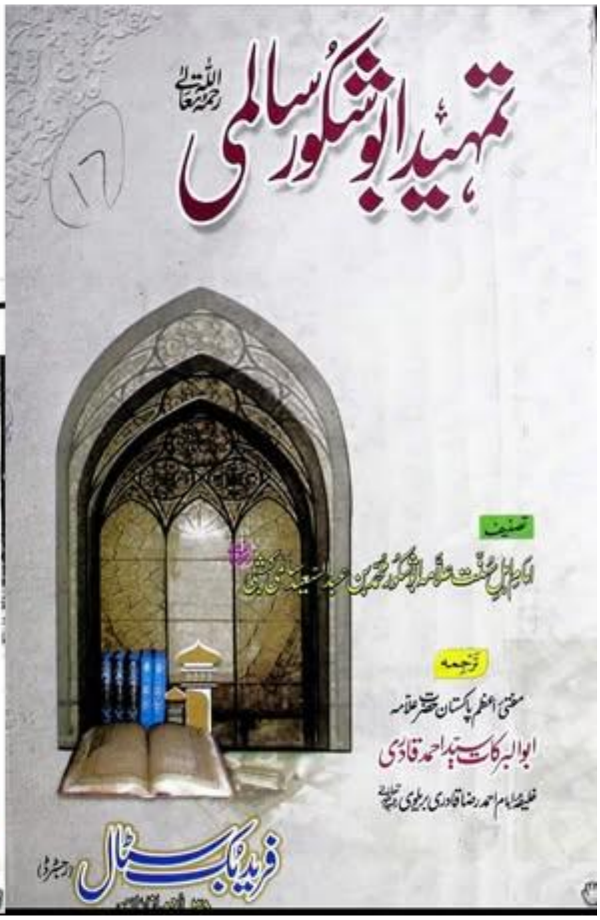
ان آیتوں کا جواب یہ ہے:

پہلی آیت کا جواب یہ ہے کہ آسمان اور زمین والوں کا ایک الٰہ (معبود ہے)۔

دوسری آیت کا جواب یہ ہے کہ آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے۔

تیسری آیت کا جواب یہ ہے کہ یعنی مدد ونصرت اور توفیق کے ساتھ۔

چوتھی آیت کا جواب یہ ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی گفتگو کو سنتا ہے اور ان کے افعال کو دیکھتا ہے، ہم ان آیتوں کا یہ مطلب لیتے ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے تو معاذ اللہ وہ حیوانات کے مونہوں میں ہے اور کتوں کے منہ میں اور معاذ اللہ عورتوں کی شرم گاہوں میں بھی ہے اور لونڈیوں کی اندام نہانی میں اور یہ کفر قبیح ہے، بدترین کفر ہے، نہایت شنیع وغلیظ اور گندی بات ہے۔



✱ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب ✱

(پارٹ2)

یہ حقیقت واضح کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ الیاس گھمن حیاتی کے یہی شوشے ہر عام دیوبندی کی زبان پر بھی موجود ہیں،

اہل حدیث جو اللہ کو عرش پر مانتے ہیں ان پر اعتراض کرتے ہوئے الیاس گھمن حیاتی دیوبندی لکھتا ہے:

❀ "اگر اللہ کو عرش پر مانا جائے تو سوال پیدا ہو گا کہ جب عرش نہیں تھا تو اللہ تعالی کہاں تھے؟

حقیقتاً عرش پر مستوی ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(1) اللہ تعالی عرش کے محازات میں ہوں گے،

(2) عرش سے متجاوز ہوں گے،

(3) عرش سے کم ہوں گے،

اگر عرش کے محازات میں مانیں تو عرش چونکہ محدود ہے لہذا اللہ تعالی کا محدود ہونا لازم آئے گا، اور متجاوز مانیں تو اللہ کی تجزی یعنی تقسیم لازم آئے گی اور تجزی جسم کی ہوتی ہے اور جسم حادث ہے جبکہ اللہ تعالی قدیم ہے، اور اگر عرش سے کم مانیں تو عرش یعنی مخلوق کا خالق یعنی اللہ تعالی سے بڑا ہونا لازم آئے گا جبکہ یہ تینوں صورتیں محال اور ناممکن ہیں، اللہ تعالی خالق ہیں جو کہ غیر محدود ہیں، عرش مخلوق ہے جو کہ محدود ہے، اگر اللہ تعالی کو عرش پر مانا جائے تو غیر محدود کا محدود میں سمانا لازم آئے گا جو کہ محال ہے.....الخ"

آپ دیکھیں الیاس گھمن حیاتی کا سارا کلام استواء کی کیفیات پر مبنی ہے یہ سارا کلام اس نے جہمیہ سے چوری کیا ہے، یہ اہل حدیث سے کیفیات کے متعلق پوچھ رہا ہے کہ اگر اللہ کو عرش پر مانیں تو یہ یہ صورت واقع ہو گی، جبکہ اہل حدیث کا عقیدہ استواء علی العرش بلا کیف ہے۔

❁ زکریا کاندھلوی تبلیغی دیوبندی صاحب کے شاگرد عاقل صاحب لکھتے ہیں:

"اور ہمارے سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ اہل علم رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ کا فوق العرش (عرش کے اوپر) ہونا تسلیم کرتے تھے اور عرش پر ہونے کی تشریح اور کیفیت کچھ بیان نہیں کرتے تھے اس کی کیفیت کے بارے میں وہ اپنی جہالت کا اعتراف کرتے ہیں،

کسی شخص نے امام مالک رحمہ اللہ سے اللہ کے عرش کے اوپر ہونے کی تفسیر معلوم کی تھی، پوچھنے والا مبتدعین (بدعتیوں) میں سے ہوگا (جیسا کہ الیاس گھمن اہل حدیث سے تفصیل پوچھ رہا ہے)، امام مالک نے فرمایا، استواء معلوم ہے، کیفیت مجہول ہے اور اس کے بارے سوال کرنا بدعت ہے۔ پھر کہا یہ شخص بدعتی ہے اسے مجلس سے نکلوادیا۔"

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی اللہ کے عرش پر ہونے کی نفی کرکے اللہ کو عرش پر ماننے والوپر سوال اٹھا رہا ہے اور پھر عرش پر ہونے کی تفسیر و تشریح کر رہا ہے اور کیفیات بیان کر رہا ہے کہ یہ تین صورتیں (کیفیات) ہو سکتی ہیں اللہ کے عرش پر ہونے کی اور پھر اس کا جواب پوچھ رہا ہے،

عاقل دیوبندی صاحب کے مطابق سلف صالحین، صحابہ کرام اور تابعین اور اہل علم اللہ کو عرش پر مانتے تھے، کیفیات بیان نہیں کرتے تھے عرش پر ہونے کی تفسیر و تشریح پوچھنے والا بدعتیوں میں سے ہے، یعنی الیاس گھمن حیاتی دیوبندی عاقل دیوبندی صاحب کے نزدیک بدعتی ہے۔

❁ امام ذھبی رحمہ اللہ کی کتاب **"الاربعین فی صفات رب العالمین"** کا سکین آپ کے سامنے ہے، امام ذھبی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

"امام الاصمعی رحمہ اللہ کے پاس جہم بن صفوان کی بیوی آئی تو ایک شخص نے اس کی بیوی کے سامنے کہا کہ:

اللہ پاک عرش پر ہے،

یہ جملہ سن کر (الیاس گھمن کی پھوپھی) کہنے لگی:

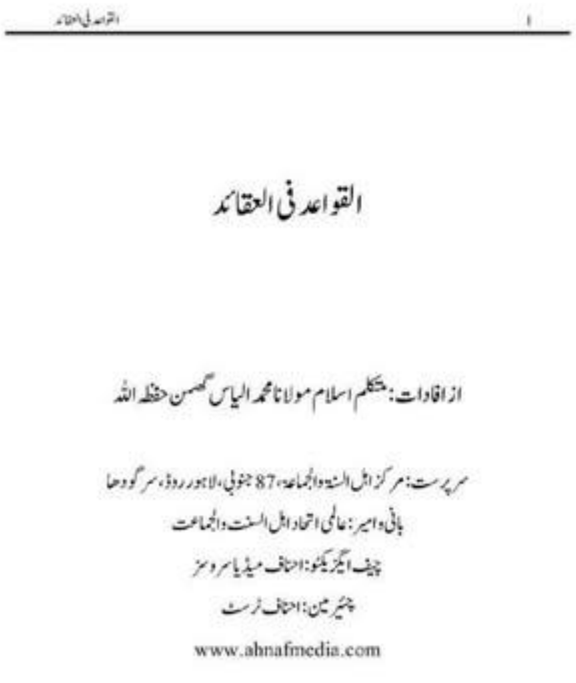
پھر تو اللہ محدود ہو گیا، اور (اللہ) محدود عرش پر ہے۔

امام الاصمعی رحمہ اللہ نے یہ سن کر فرمایا:

اس قول کی وجہ سے یہ عورت کافر ہو گئی ہے۔"

اب آپ دیکھیں جہم بن صفوان کی بیوی نے صرف اتنا پوچھا کہ اللہ اگر عرش پر ہے تو عرش محدود ہے اس طرح اللہ کو عرش پر ماننے سے اللہ بھی محدود ہو گیا، توامام الاصمعی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ عورت اس وجہ سے کافرہ ہو گئی ہے، لیکن اس دیوبندی مولوی کی جہالت کا اندازہ لگائیں کیسے کیفیات کے متعلق سوالات اٹھارہا ہے اور یہی کام اس کے پیروکار عام دیوبندی کرتے نظر آئے گے آپ کو۔

اللہ پاک ان کو ہدایت عطا فرمائے، آمین!


القواعد فی العقائد

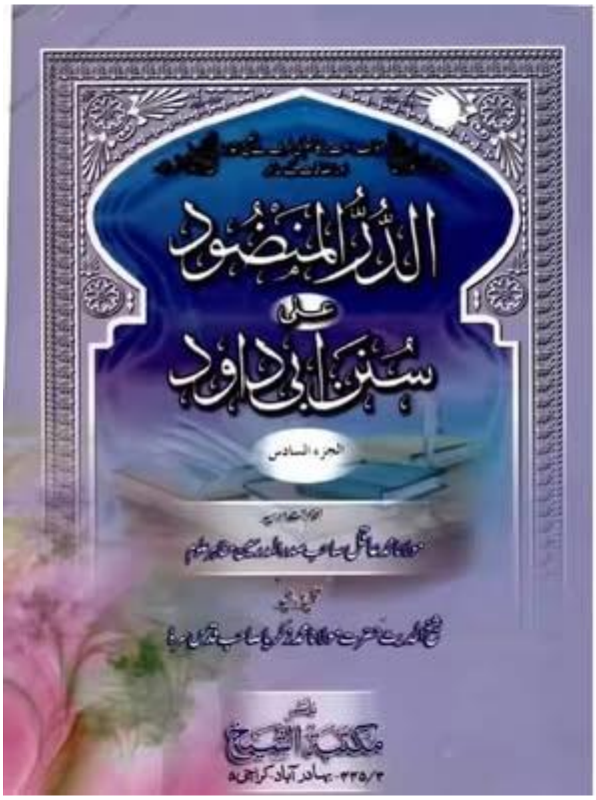
القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی، امیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com




القواعد فی العقائد 15


الدر المنضود
علی
سنن ابی داود
الجزء السادس
مکتبۃ الشیخ
۳۳۵/۳۔ بہادر آباد۔ کراچی ۵


حدیث الاوعال من حیث السند

فقيل هذا لأحمد بن حنبل ، فقال : هكذا هو عندي[٥٠] .

١١ – وقال عبد الرحمن بن مهدي[٥١] : إن الجهمية أرادوا أن ينفوا أن الله كلّم موسى ، وأن يكون استوى على العرش . أرى أن يُستتابوا ، فإن تابوا وإلا ضُربت أعناقهم[٥٢] .

١٢ – وقال الأَصْمَعِيّ[٥٣] : قدمت امرأة جهم[٥٤] ، فقال رجل عندها : إن الله على عرشه . فقالت : محدودٌ على محدود . فقال الأصمعي : هي كافرة بهذه المقالة[٥٥] .

(٥٠) روى ذلك عنه تلميذه أبو بكر الأثرم . (انظر : فتاوى ابن تيمية ٥/٥٢ . وإثبات صفة العلو لابن قدامة ص ١٠٠) .

(٥١) ابن حسان العنبري ، أبو سعيد البصري . ثقة ثبت حافظ . مات سنة ثمان وتسعين ومائة ، وله ثلاث وستون . (انظر : الكاشف ٢/١٨٧ . والتقريب ٢١٠) .

(٥٢) أخرجه البخاري (في خلق أفعال العباد ص ١٧) . وعبد الله بن أحمد (في السنة ص ١٦) ، والبيهقي (في الأسماء والصفات ٣١٩) . وذكره ابن تيمية (في الحموية ص ٣١) ، والذهبي (في العلو ص ١١٨) ، وابن القيم (في اجتماع الجيوش ص ٨٤) ، وصحّحوه . ومثل قول ابن مهدي قال عدد من الأئمة نقل ابن تيمية ، وغيره أقوالهم . منهم ابن خزيمة الذي قال : « من لم يقل أن الله فوق سماواته على عرشه بائن من خلقه وجب أن يستتاب ، فإن تاب وإلا ضُربت عنقه ، ثم أُلقي على مزبلة لئلا يتأذى بريحه أهل القبلة ولا أهل الذمة » . (انظر : الفتاوى ٥/٥٢ . والسير ١٤/٣٧٤) .

(٥٣) هو عبد الملك بن قُريب بن عبد الملك بن علي بن أصمع ، أبو سعيد الأصمعي – نسبة إلى جده – البصري اللغوي الإخباري . صدوق . مات سنة خمس عشرة ومائتين ، أو في التي بعدها وقد قارب التسعين . (انظر : الأنساب ١/٢٩٣ ، والكاشف ٢/٢١٣ . والتقريب ٢٢٠) .

(٥٤) ابن صفوان . قال الذهبي : أبو محرز السمرقندي الضالّ المبتدع ، رأس الجهمية . هلك في زمان صغار التابعين ، وما علمته روى شيئاً ، ولكنه زرع شراً عظيماً . (انظر : ميزان الاعتدال ١/٤٢٦ . ولسان الميزان ٢/١٤٢) .

(٥٥) ذكره ابن تيمية في الفتاوى (٥/٥٣) ، والحموية (ص ٣٥) . والذهبي في العلوّ (ص ١١٨) .

— ٤١ —

الأربعين

مجالس

في

صفات ربّ العالمين

" الجزء الأول منه

للإمام الحافظ

شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى سنة ٧٤٨ هـ

قدم له وحقق نصوصه وخرج أحاديثه وعلق عليه

عبد القادر بن محمد عطا صوفي

مكتبة العلوم والحكم

المدينة المنورة

✱ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب ✱

(پارٹ 3)

بعض دیوبندی یہ سمجھ رہے ہیں کہ الیاس گھمن حیاتی نے اللہ کے ہر جگہ موجود ہونے کا عقیدہ بیان نہیں کیا دیوبندیہ کا۔ لہذا الیاس گھمن حیاتی دیوبندی اس اعتراض کہ اللہ تعالی کو ہر جگہ مانیں تو بیت الخلاء میں بھی موجود ہے تو یہ اللہ کی بے ادبی ہے، اور اگر بیت الخلاء میں نہ مانیں تو ہر جگہ ہونے کا عقیدہ ٹوٹ گیا،

❀ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے الیاس گھمن لکھتا ہے:

"بعض چیزوں کو اجمالاً بیان کریں تو مناسب اور ادب ہے تفصیلات بیان کریں تو خلاف ادب ہے، مثلاً

مثال نمبر 1: سسر اپنے داماد کو کہے "میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا" تو اجمالاً قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے، لیکن اگر وہ تمام حقوق ایک ایک کر کے گنوانا شروع کر دے تو خلاف ادب ہے،

اسی طرح اللہ ہر جگہ ہے یہ اجمالاً کہنا تو مذکورہ قاعدہ کی رو سے درست اور ادب ہے، لیکن تفصیلاً ایک ایک جگہ کا جس میں ناپسندیدہ جگہ بھی شامل ہوں تو یہ بے ادبی ہونے کی وجہ سے غلط ہوگا، لہذا ایسا سوال کرنا ہی غلط اور ناجائز ہے۔"

❀ دوسرے اعتراض کہ اللہ کو ہر جگہ مانیں تو حلول اور اتحاد لازم آئے گا، اس کا جواب دیتے ہوئے الیاس گھمن لکھتا ہے:

"حلول اور اتحاد تب لازم آئے گا جب اللہ کے لیے جسم مانا جائے، جبکہ اللہ تعالی جسم سے پاک ہے،

دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ہر ایک کا وجود باقی رہے "اتحاد" کہلاتا ہے، جیسے آملیٹ اور دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ایک چیز کا وجود ختم ہو جائے "حلول" کہلاتا ہے جیسے شربت۔"

تو یہ ہے دیوبندیوں کا مناظر اسلام یہ اسماء وصفات پر کلام کر رہا ہے آملیت اور شربت کی مثالیں دے کر!

توالیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے بیان سے معلوم ہوا کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے یہ بالکل درست عقیدہ ہے، البتہ یہ نہیں پوچھنا چاہیے کہ کیابیت الخلاء میں بھی موجود ہے،

بس پوچھنا نہیں چاہیے دیوبندیوں کو اپنے مولویوں سے لیکن ماننا چاہیے کہ بیت الخلاء میں بھی موجود ہے اور گندگی کے ڈھیروں پر بھی،

تو اب وہ دیوبندی اپنا اشکال دور کر لیں جو یہ سمجھ رہے تھے کہ الیاس گھمن نے اللہ کے ہر جگہ موجود ہونے کا عقیدہ پیش نہیں کیا دیوبندیہ کا،

❁ دیوبندیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر جگہ ہونے کے اس عقیدہ کی ہی کوئی دلیل نہیں، جب وہ صرف جگہ میں ہونے سے پاک ہے تو کئی جگہوں میں اس کا ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔"

❁ پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان کا یہ دعوی بھی ہے کہ اللہ تعالی عرش وغیر عرش ہر جگہ موجود ہے، قرآن مجید اس کی تردید کرتا ہے:

رحمٰن عرش پر مستوی ہے،

اللہ نے اپنے عرش پر ہونے کا ذکر فرمایا ہے، نہ کہ زمین پر پہاڑوں پر یا حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر وغیرہ"

❁ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جہمیہ فرقے کی بارہ شاخیں ہیں:

تیسری شاخ: ملتزمہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔"

تو یہ جہمیہ کا عقیدہ ہے جو دیوبندیہ کا بیان کیا ہے الیاس گھمن حیاتی دیوبندی نے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دیوبندیوں کی اکثریت کو پتہ ہی نہیں ان کا عقیدہ کیا ہے اللہ پاک کے بارے میں۔

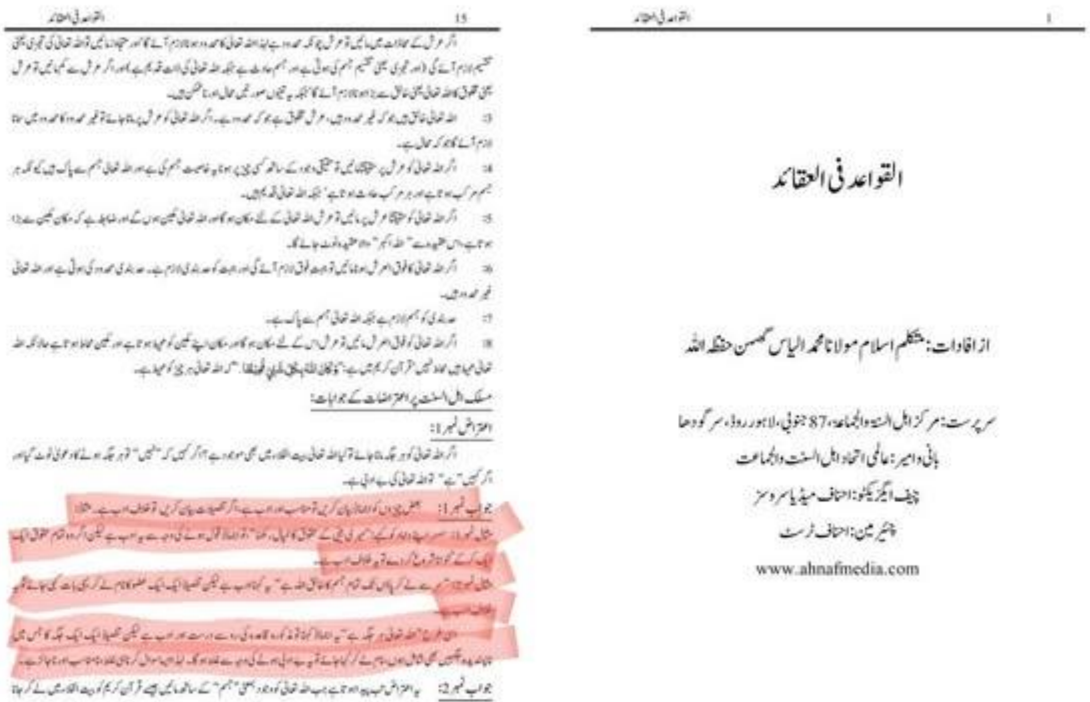
الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی جہالت دیکھیں کہ کہتا ہے کہ حلول تب لازم آتا ہے جب اللہ کا جسم مانا جائے،

اس جاہل نے دو جسم پتہ نہیں کیسے حلول کرتے دیکھیں ہیں، یہ دیوبندی مولویوں کے حجروں میں ہونے والے "گھناؤنے واقعات" کو ہی حلول سمجھ بیٹھا ہے،

شربت کی مثال بھی اس کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ شربت میں دوسرا وجود ختم نہیں ہوتا اگرچہ نظر نہ آتا ہو،

ایسے جاہل مولوی ہی ہیں جن کے بارے حدیث میں ہے کہ لوگ جاہلوں سے مسائل پوچھیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے،

دیوبندی اس کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔



القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
ناشر مین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

رمضان نہیں، اگر ہے تو بیت الخلاء میں بابرکت کیسے؟ تو اس کا یہ سوال لغو ہو گا کیونکہ جب رمضان کا جسم نہیں ہے تو ہر جگہ ماننے میں کوئی بے ادبی نہ ہو گی اور یہ ہر جگہ بابرکت ہو گا۔ اسی طرح جب اللہ کا جسم نہیں تو ہر جگہ ماننے میں بے ادبی نہیں۔

اعتراض نمبر 2:

اگر اللہ تعالی کو ہر جگہ مانیں تو اس سے حلول اور اتحاد لازم آئے گا۔

جواب: حلول اور اتحاد جب لازم آئے گا جب اللہ تعالی کے لئے جسم مانا جائے' جبکہ اللہ تعالی جسم سے پاک ہیں۔

فائدہ: دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ہر ایک کا وجود باقی رہے "اتحاد" کہلاتا ہے جیسے آملیٹ اور دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ایک چیز کا وجود ختم ہو جائے "حلول" کہلاتا ہے جیسے شربت۔

غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات:

قرآنی آیات:

1: اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ. (سورہ حدید 4، سورہ رعد: 2، طہ: 5، سجدہ: 4)

جواب نمبر 1: اس کا معنی "عرش پر اللہ کا غالب ہونا" ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا معنی: " اَيْ عَلَا عَلَى الْعَرْشِ" (صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء) نقل کیا ہے اور عربی زبان میں "استوی" بمعنی "غالب ہونا" استعمال ہوتا رہتا ہے۔ ایک شاعر نے بشر بن مروان کی مدح میں یہ شعر کہا تھا:

قَدِ اسْتَوٰى بِشْرٌ عَلَى الْعِرَاقِ
مِنْ غَيْرِ سَيْفٍ وَّ دَمٍ مُّهْرَاقٍ

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی: ج2 ص153)

ترجمہ: بشر بن مروان نے بغیر جنگ اور خونریزی کے عراق پر غلبہ پایا۔

ایک اور شاعر نے کہا:

فَلَمَّا عَلَوْنَا وَ اسْتَوَيْنَا عَلَيْهِمْ
جَعَلْنَاهُمْ مَرْعًى لِنَسْرٍ وَّ طَائِرٍ

(التحقیق علی کتاب الاسماء والصفات للبیہقی: ج2 ص154)

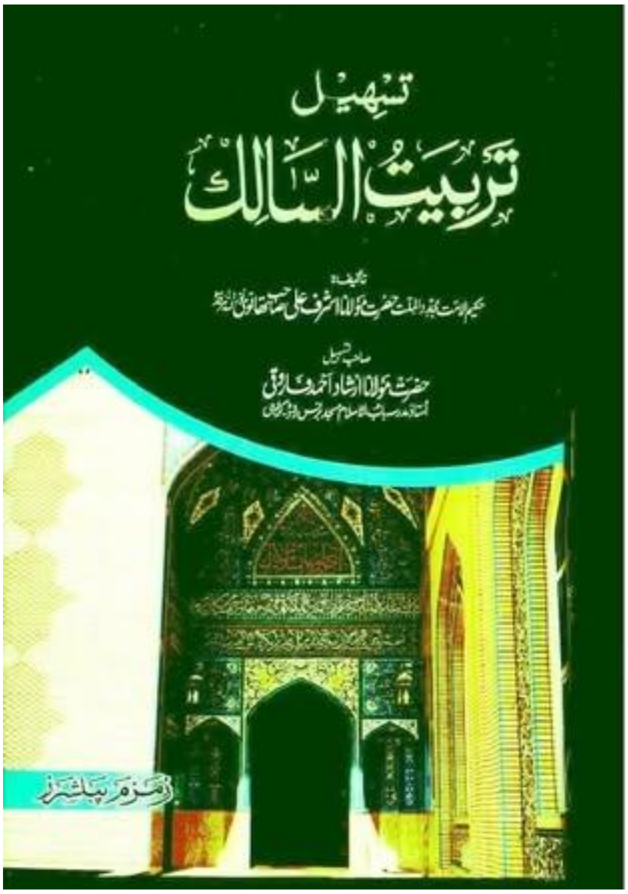
ترجمہ: جب ہم ان پر چڑھ دوڑے اور ان پر غلبہ پایا تو انہیں (ٹکڑے ٹکڑے کر کے) گدھوں اور پرندوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دیا۔

اشکال: اگر کوئی کہے کہ عرش کی کیا تخصیص ہے، جب کہ اللہ تو آسمان، زمین اور دیگر مخلوقات پر بھی غالب ہے، تو عرش کو خاص کیوں کیا گیا؟

جواب: عرش کائنات کا مکان آخر ہے تو مکان آخر تک غلبہ بتانے کے لیے عرش کا ذکر کیا۔ جیسے ایک آدمی کے پاس سائیکل، موٹر سائیکل اور کار ہو تو وہ اپنی ملکیت اور مالی رتبہ بتانے کے لیے یہ کہے: "میرے پاس کار ہے" تو اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کے پاس سائیکل اور موٹر سائیکل رکھنے کی اہلیت نہیں۔

جواب نمبر 2: اگر استویٰ علی العرش سے اللہ تعالی کا حقیقتاً عرش پر ہونا مراد لیں تو قرآن کریم کی بہت ساری ان آیات کا ان آیات سے تعارض لازم آتا ہے جن میں اللہ تعالی کے فوق العرش ہونے کی بجائے فی السماء یا ہر جگہ ہونے کا ذکر موجود ہے جیسے:

"وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (سورہ البقرۃ: 115)



تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے لیکن (یہ چیزیں) اللہ تعالیٰ سے الگ اپنا وجود مستقل (الگ) رکھتی ہیں جو وحدت وجود (اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے) اور اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے (کے عقیدے) کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے (یعنی وحدت وجود ایک ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اکیلا ہے اور ہر جگہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز کے ساتھ ہو تو اس سے ایک نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے کہ جب ہر چیز کے ساتھ مستقل الگ ہو تو کئی ہونا لازم آئے گا)۔

تحقیق: ہر جگہ ہونے کے اس عقیدہ ہی کی کوئی دلیل نہیں۔ جب وہ صرف جگہ میں ہونے سے پاک ہے تو کئی جگہوں میں اس کا ہونا تو بہت دور کی بات ہے اگرچہ اس محاورہ میں گنجائش زیادہ ہے کیونکہ اس سے مراد کسی جگہ میں ہونے کی قید کا نہ ہونا ہے اور یہ صرف تعبیر ہے۔ وحدت الوجود (ایک ہونا) کئی کئی وجودوں کے خلاف نہیں ہے۔

خیال: اگر یہ تمام صورت چیزوں کے پیدا ہونے کی یہ ہو سکتی ہے جس طرح ہم خود اپنے جی میں اپنے خیالات و تصورات کو پیدا کرتے ہیں خصوصاً خواب کی صورت میں تو ہمارا ذہن بالکل بیداری کی دنیا کو پیدا کر لیتا ہے یا خود ہی اپنے معلومات و خیالات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ زیادہ قدرت والی ذات نہ صرف بیداری میں اسی طرح سارا عالم پیدا کر سکتی ہے بلکہ ہمارے خواب سے بڑھ کر یہ قادر ذات اپنے تصور میں آنے والی مخلوقات انسان و حیوان وغیرہ کو ایسا بنا سکتی ہے کہ وہ (مخلوقات) خود کو اپنی اپنی جگہ مستقلاً حس اور عقلی مخلوق پائیں۔ چیزوں کے پیدا کرنے کی یہ صورت نہ صرف عقل کے اعتبار سے زیادہ قابل قبول معلوم ہوتی ہے بلکہ نقل (قرآن و حدیث) کے اعتبار سے بھی بہت سے عقائد و نصوص کی تصحیح آسان اور زیادہ قریب ہو جاتی ہے اس لئے کہ خالق و مخلوق کے اس تعلق کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم خود اپنے معلومات یا علمی صورتوں سے ظاہر ہوتا ہے اس میں نہ خالق و مخلوق کا ایک ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ معلوم عالم نہیں ہو سکتا نہ اس طرح غیر ماننا پڑتا ہے کہ خالق کہیں ہو اور مخلوق کہیں۔ نہ اس میں نہ ہونے سے وجود کا لزوم ہوتا ہے یہ صورت جدید فلسفہ اور سائنس کے رجحانات کے بھی زیادہ قریب ہے۔

تحقیق: ان اشکالات کا حل تو صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص نہیں (بلکہ) دوسری صورتوں میں بھی یہ اشکالات حل ہو سکتے ہیں۔ رہا سہولت حل کی آسانی تو یہ سہولت غائب کو موجود پر قیاس کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ قیاس ہی بلا دلیل ہے خاص طور پر جبکہ کسی دلیل کے بھی خلاف ہو اور وہ دلیل یہ ہو سکتی ہے کہ تصور کے بعد ان صورتوں کی جگہ کیا ہوگی اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے علاوہ پہلی صورت میں کئی جگہ حوادث (ختم ہو جانے والی

گناہ نہیں ہے۔

☆ شاخ یازدہم: **فاسطیہ** یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں زاہد ہونے سے افضل ہے کہ دنیا تلاش کرنے میں کوشش کرے۔

☆ شاخ دوازدہم: **نظامیہ** جس نے ابراہیم نظام کی پیروی میں یہ کہا کہ جو کوئی اللہ تعالی کو شے کہے تو وہ کافر ہے۔

فائدہ یہ بھی فرقہ اعتقاد معتزلہ پر گمراہ ہے اور یہ ایک بات اس گمراہی پر اور زیادہ بڑھائی ہے۔ اس طرح ان سب فرقوں میں باہم مخالفت ہے اور سب خلاف رسالت ہیں۔

جہمیہ فرقہ میں بھی بارہ شاخیں ہیں۔

☆ شاخ اول: **معطلہ** جو کہتے ہیں کہ جس چیز پر انسان کا وہم پڑے وہ مخلوق ہے اور جو کوئی دعوی کرے کہ اللہ تعالی کا دیدار ممکن ہے تو وہ کافر ہے۔

☆ شاخ دوم: **موصیہ** (مُرَیصیہ) فرقہ گمراہ کہتا ہے کہ اللہ تعالی کی اکثر صفات مخلوق ہیں۔

☆ شاخ سوم: **ملترقہ** کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے۔

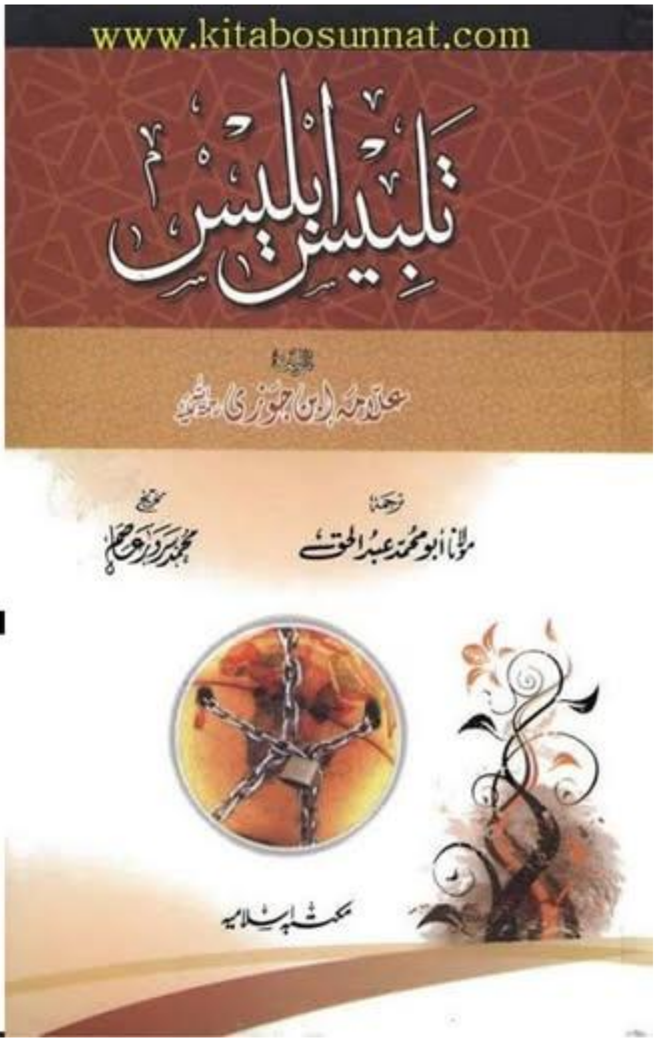
فائدہ تعجب ہے کہ اسی گمراہ فرقہ کا یہ اعتقاد اکثر عوام اہل السنت میں پھیل گیا اور یہ لوگ بھی کہنے لگے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ شاید اس کا سبب یہ طریقہ تھا کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر قسم کھا کر گواہی دو تو عوام اپنی بے حسی سے یہ سمجھے کہ خدا حاضر موجود ہے حالانکہ قاضی کا مطلب یہ تھا کہ

تلبیس ابلیس 50

اللہ تعالی عالم و ناظر ہے اور یہی عربی محاورہ ہے یعنی اللہ تعالی تجھ کو دیکھتا اور علیم و خبیر ہے۔ یہ یاد کر کے سچی قسم کھائے گا۔ عوام نے اپنی سمجھ سے حاضر کے یہ معنی لگائے جیسے آپس میں بولا کرتے ہیں۔ لہذا علما پر فرض ہے کہ وعظ میں اللہ تعالی کی وحدانیت و اعتقاد حق کو اول بیان کیا کریں، تاکہ آئندہ ان کی نصیحت سے ایمان والوں کو مفید ہو۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی ھُوَ الْمُوَفِّقُ.

☆ شاخ چہارم: **وارصیہ** کہتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالی کو پہچانا وہ جہنم میں نہ جائے گا اور جو کوئی جہنم میں گیا وہ کبھی وہاں سے نہیں نکالا جائے گا۔

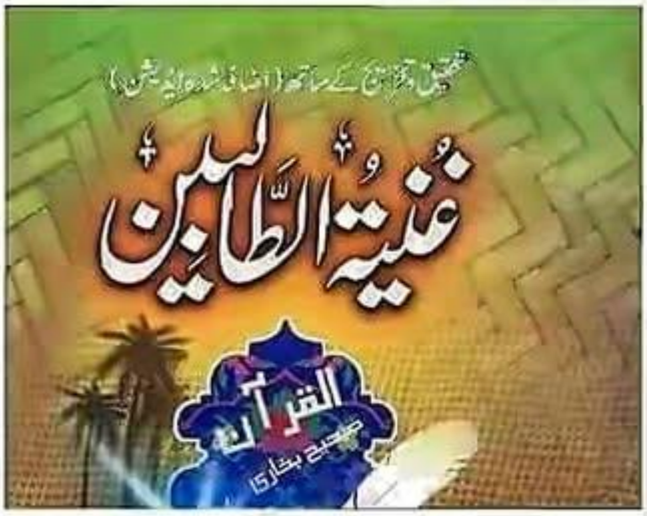
فائدہ اس فرقہ جاہل کے نفس نے ان کو یہ یقین دلایا کہ تم لوگ اللہ تعالی کے پہچاننے والے ہو اور اس جاہل نے اپنے نفس کا فریب دلیل مان لیا۔



فی الحقیقت وہ اللہ سے قرآن سنتے ہیں حالانکہ یہ قول عقیدہ حلول تک لے جاتا ہے۔ اللہ اس عقیدے سے محفوظ رکھے اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ کبھی قرآن میں غلطی کرتا ہے اور کبھی تلفظ میں اور یہ صریح کفر ہے۔

ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش و غیر عرش ہر جگہ موجود ہے۔ قرآن مجید ان کی تردید کرتا ہے [رحمٰن عرش پر مستوی ہے][۲۳۲] اللہ نے اپنے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر فرمایا ہے نہ کہ زمین پر پہاڑوں پر یا حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر وغیرہ۔

عقائد اور اصول کے متعلق یہ آخری بیان ہے جو بالاختصار پیش کیا گیا ہے در حقیقت ہم نے گمراہ فرقوں کے مذاہب مختلفہ میں سے ہر مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ نہیں کیا اس لیے کہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے ہم نے صرف ان کے اقوال ذکر کر دیے ہیں تاکہ ان کی شناخت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مذاہب باطلہ اور ان کے معتقدین کے شر سے محفوظ فرمائے اور ہمیں دین اسلام سنت اور فرقہ ناجیہ پر اپنی رحمت سے موت عطا فرمائے (آمین)



۲۳۲؎ طٰہٰ-۵

✱ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب ✱

(پارٹ4)

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی بونگیوں کا سلسلہ جاری ہے، اس کی جہالت کے نمونوں میں سے ایک اور نمونہ پیش خدمت ہے،

❁ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی لکھتا ہے:

"اگر کوئی شخص سوال کرے این اللہ؟ اللہ کہاں ہے؟ تو اس کا جواب یہ دینا چاہیے،

هو موجود بلا مكان،

کہ اللہ تعالی بغیر مکاں کے موجود ہے،

ھو موجود بلا مکاں، یہ تعبیر (دیوبندی) اہل علم حضرات کی ہے اسی طرح طلبہ کو سمجھانے کے لیے "اللہ تعالی بلا مکاں موجود ہے" کہہ دیا جاتا ہے، عوام الناس (عام دیوبندی) چونکہ ان اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اس لیے اس عقیدے کو عوامی ذہن کے پیش نظر "اللہ تعالی حاظر ناظر ہے" یا "اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔"

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی پہلی جہالت کہ جب کوئی پوچھے کہ اللہ کہاں ہے؟ تو جواب میں کہنا ہے کہ ھو موجود بلا مکاں، یعنی اللہ تعالی بغیر مکاں کے موجود ہے، یہ بے تکا جواب بھی دیوبندیہ کا نیا عقیدہ ہے، موجود بھی ہے مکاں میں اور بلا مکاں بھی ہے، یعنی دیوبندی مولوی کے ساتھ اس کے حجرے میں بھی اللہ موجود ہے لیکن بلا مکاں بھی ہے، پھر تو دیوبندی مولوی کے بارے بھی کہا جا سکتا ہے کہ بلا مکاں ہے، ایک ہی جگہ دو وجود ہیں ایک مکاں میں دوسرا بلا مکاں، یہ جہالت کا کونسا لیول ہے؟

دوسری بات،

❁ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک لونڈی سے پوچھا:

این اللہ؟ (اللہ کہاں ہے؟)

تو اس نے جواب دیا: آسمانوں میں،

رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔"

یعنی جو رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم ہے اس میں این اللہ؟ کا جواب فی السماء ہے، لیکن دیوبندی مولوی کی تعلیم میں این اللہ؟ کا جواب موجود بلا مکاں ہے۔

تیسری بات،

الیاس گھمن کہتا ہے کہ عوام الناس کو اصطلاحات کی سمجھ نہیں آتی اس لیے "موجود بلا مکاں" کی بجائے "ہر جگہ موجود ہے" کہہ دیا جاتا ہے،

تمہارے جیسے مولوی ہوں تو عوام آگے ایسی ہی جاہل ہو گی جنہیں بنیادی عقائد کی بھی سمجھ نہیں ہوتی، یعنی عوام کو سمجھ نہیں آتی اس لیے اسے جہمی بنا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، کل کو یہ کہہ سکتا ہے کہ عوام کو "ختم نبوت" کی اصطلاح کی سمجھ نہیں آتی اس لیے یہ کہہ دیا جائے کہ مزید نئے نبی بھی آ سکتے ہیں، عجیب جاہلانہ اور گمراہ کن روش ہے،

چوتھی بات،

موجود بلا مکاں کے عقیدہ کا دیوبندی فہم سے ہٹ کر درست فہم لیں تو اس کا دوسرا مطلب "ہر جگہ موجود ہے" نہیں بنتا بلکہ "عرش کے اوپر ہے" یہ بنتا ہے، الیاس گھمن خود لکھتا ہے:

"عرش کائنات کا مکانِ آخر ہے۔"

یعنی عرش کائنات کا آخری مکان ہے اس کے اوپر مکاں نہیں، تو جب اللہ کو موجود بلا مکاں کہا جائے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ وہ دیوبندی مولوی کے حجرے میں بھی ہے، بلکہ جب مکاں کی نفی کرنی ہے تو مکاں میں ماننا نہیں پھر عرش کے اوپر ماننے بنا چارہ نہیں کیونکہ عرش کے اوپر مکاں نہیں،

تو موجود بلا مکاں کا درست مطلب یہ ہے کہ اللہ عرش کے اوپر ہے،

جبکہ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی جہالت یہ ہے کہ وہ موجود بلا مکاں کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ

"رسی کا زمین کے نیچے اللہ تعالی کے پاس جانا دلیل ہے کہ ذات باری تعالی صرف عرش پر نہیں جیسا کہ غیر مقلدین کا عقیدہ ہے بلکہ ہر کسی کے ساتھ موجود ہے۔"

یہ جاہل کنفیوز ہے بیچارے کو سمجھ ہی نہیں کیا کہنا ہے کیا ثابت کرنا ہے اور کیا کہہ رہا ہے،

جب یہ جاہل موجود بلا مکاں کہہ رہا ہے تو پھر بذاتہ زمین کے نیچے مکاں میں اور ہر کسی کے ساتھ بذاتہ ماننا، مکاں میں ماننا ہے، پھر بلا مکاں کہاں سے ہو گیا؟

پھر اگر یہ تیری بات مان لی جائے کہ رسی زمین کے نیچے اللہ کے پاس جاتی ہے، تو یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ اللہ کی ذات تمہارے ساتھ نہیں ورنہ رسی زمین کے نیچے لٹکانے کی بجائے زمین کے اوپر بھی اللہ کے پاس ہی ہوتی، کیا زمین کے اوپر اللہ کی ذات موجود نہیں؟ یہ تو تم نے خود مان لیا کہ اللہ کی ذات تمہارے ساتھ نہیں،

دوسرا اس نے جو ضعیف روایت (علامہ البانی اور شیخ زبیر علی زئی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے) پیش کی ہے اس کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے، اصل ترجمہ یہ نہیں کہ "رسی اللہ کے پاس جائے گی" بلکہ یہ ہے کہ "رسی اللہ پر جائے گی"، لیکن اس نے اپنا مطلب نکالنے کے لیے ترجمہ ہی بدل دیا،

کیسی مار ہے ان بدعتیوں پر اللہ کی بلندی مانی نہیں اللہ کے لیے پستی مان لی عرش کے اوپر مانا نہیں زمین کے نیچے مان لیا۔

یہ ہیں تضادات اور بکواسات اور جہالت سے بھرے ہوئے الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے عقائد!

القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

چیئرمین: احناف ٹرسٹ

www.ahnafmedia.com

فائدہ: اللہ تعالیٰ موجود بلا مکان ہے

اگر کوئی شخص سوال کرے "أَيْنَ اللهُ؟" (اللہ کہاں ہے؟) تو اس کا جواب یہ دینا چاہیے: "هُوَ مَوْجُوْدٌ بِلَا مَكَانٍ" کہ اللہ تعالیٰ بغیر مکان کے موجود ہیں۔ یہ اہل السنت والجماعت کا موقف و نظریہ ہے جس پر دلائل عقلیہ و نقلیہ موجود ہیں:

فائدہ: "هُوَ مَوْجُوْدٌ بِلَا مَكَانٍ" یہ تعبیر اہل علم حضرات کی ہے، اسی لیے طلبہ کو سمجھانے کے لیے "اللہ تعالیٰ بلا مکان موجود ہے" کہہ دیا جاتا ہے۔ عوام الناس چونکہ ان اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اس لیے اس عقیدہ کو عوامی ذہن کے پیش نظر "اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہے" یا "اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

اہل السنۃ کے دلائل:

آیات قرآنیہ:

1: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سورۃ البقرۃ: 115)

ترجمہ: مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، جس طرف پھر جاؤ ادھر اللہ تعالیٰ کا رخ ہے۔

2: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ (سورۃ البقرۃ: 186)

ترجمہ: جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دو کہ) میں تو تمہارے پاس ہی ہوں۔

فائدہ: عرش مجید ہے کیونکہ ہمارے اوپر سات آسمان ہیں، ان پر کرسی ہے، کرسی پر سمندر ہے، سمندر کے اوپر عرش ہے۔

([illegible])

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

3: يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ (النساء: 108)

ترجمہ: وہ شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں۔

4: إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ (ھود: 61)

ترجمہ: بے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

5: وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ (سبا: 50)

ترجمہ: اور اگر میں سیدھے راستے پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے وہ سب کچھ سنتا ہے قریب ہے۔

6: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (سورۃ الواقعہ: 85)

ترجمہ: تم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں۔

7: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورۃ ق: 16)

ترجمہ: ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب توجیہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بڑی عجیب توجیہ فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

رمضان نہیں، اگر ہے تو بیت الخلاء میں بابرکت کیسے؟ تو اس کا یہ سوال لغو ہوگا کیونکہ جب رمضان کا جسم نہیں ہے تو ہر جگہ ماننے میں کوئی بے ادبی نہ ہوگی اور یہ ہر جگہ بابرکت ہوگا۔ اسی طرح جب اللہ کا جسم نہیں تو ہر جگہ ماننے میں بے ادبی نہیں۔

اعتراض نمبر 2:

اگر اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانیں تو اس سے حلول اور اتحاد لازم آئے گا۔

جواب: حلول اور اتحاد تب لازم آئے گا جب اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانا جائے' جبکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں۔

فائدہ: دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ہر ایک کا وجود باقی رہے "اتحاد" کہلاتا ہے جیسے آملیٹ اور دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ایک چیز کا وجود ختم ہو جائے "حلول" کہلاتا ہے جیسے شربت۔

غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات:

قرآنی آیات:

1: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ. (سورہ حدید 4، سورہ رعد 2، طٰہٰ 5، سجدہ 4)

جواب نمبر 1: اس کا معنی "عرش پر اللہ کا غالب ہونا" ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا معنی: "اَیْ عَلَا عَلَی الْعَرْشِ" (صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء) نقل کیا ہے اور عربی زبان میں "استوی" بمعنی "غالب ہونا" استعمال ہوتا رہتا ہے۔ ایک شاعر نے بشر بن مروان کی مدح میں یہ شعر کہا تھا:

قَدِ اسْتَوٰی بِشْرٌ عَلَی الْعِرَاقِ
مِنْ غَیْرِ سَیْفٍ وَّ دَمٍ مُّهْرَاقِ

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی: ج2 ص153)

ترجمہ: بشر بن مروان نے بغیر جنگ اور خونریزی کے عراق پر غلبہ پایا۔

ایک اور شاعر نے کہا:

فَلَمَّا عَلَوْنَا وَ اسْتَوَیْنَا عَلَیْهِمْ
جَعَلْنَاهُمْ مَرْعٰی لِنَسْرٍ وَّ طَائِرٍ

(التعلیق علی کتاب الاسماء والصفات للبیہقی: ج2 ص154)

ترجمہ: جب ہم ان پر چڑھ دوڑے اور ان پر غلبہ پایا تو انہیں (ٹکڑے ٹکڑے کر کے) گدھوں اور پرندوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دیا۔

اشکال: اگر کوئی کہے کہ عرش کی کیا تخصیص ہے، جب کہ اللہ تو آسمان، زمین اور دیگر مخلوقات پر بھی غالب ہے، تو عرش کو خاص کیوں کیا گیا؟

جواب: عرش کائنات کا مکان آخر ہے تو مکان آخر تک غلبہ بتانے کے لیے عرش کا ذکر کیا۔ جیسے ایک آدمی کے پاس سائیکل، موٹر سائیکل اور کار ہو تو وہ اپنی ملکیت اور مالی رتبہ بتانے کے لیے یہ کہے: "میرے پاس کار ہے" تو اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کے پاس سائیکل اور موٹر سائیکل رکھنے کی اہلیت نہیں۔

جواب نمبر 2: اگر استوی علی العرش سے اللہ تعالیٰ کا حقیقتاً عرش پر ہونا مراد لیں تو قرآن کریم کی بہت ساری ان آیات کا ان آیات سے تعارض لازم آتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے فوق العرش ہونے کی بجائے فی السماء یا ہر جگہ ہونے کا ذکر موجود ہے جیسے:

"وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (سورۃ البقرۃ: 115)

14 القواعد فی العقائد

فائدہ: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا بتلایا گیا ہے غیر مقلدین کا عقیدہ کہ اللہ عرش پر ہے اس سے باطل ہو گیا۔

7: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک نقل کرتے ہیں:

لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ ۔ (جامع الترمذی ج2 ص165 تفسیر سورۃ حدید)

ترجمہ: اگر تم ایک رسی زمین کے نیچے ڈالو تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جائے گی۔

فائدہ: رسی کا زمین کے نیچے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا دلیل ہے کہ ذات باری تعالیٰ صرف عرش پر نہیں جیسا کہ غیر مقلدین کا عقیدہ ہے بلکہ ہر کسی کے ساتھ موجود ہے۔

8: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے لوگ اونچی آواز سے تکبیریں کہنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَهٗ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ ۔

(صحیح مسلم ج2 ص346 باب استحباب خفض الصوت بالذکر)

ترجمہ: "اپنی جانوں پر نرمی کرو تم بہرے و غائب کو نہیں پکار رہے، تم جسے پکار رہے ہو وہ سننے والا، قریب اور تمہارے ساتھ ہے۔"

فائدہ:

اگر قرب سے مراد "قرب علمی" ہوتا تو "قریباً" کہنے پر اکتفاء ہو جاتا لیکن "وَهُوَ مَعَكُمْ" فرما کر "قرب ذاتی" کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اسی طرح اگر مراد صرف "قرب وصفی" ہوتا تو "اَصَمَّ" کے بعد "وَلَا غَائِبًا" نہ فرماتے۔

9: حضرت عبد اللہ بن معاویہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے پوچھا گیا:

فَمَا تَزْكِيَةُ الْمَرْءِ نَفْسَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَنْ يَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَهٗ حَيْثُمَا كَانَ.

(السنن الکبری للبیہقی ج4 ص95، 96 باب اذا لم یکن اسنانی شعب الایمان للبیہقی ج3 ص187 باب فی الزکوٰۃ)

ترجمہ: آدمی کے اپنے نفس کا "تزکیہ" کرنے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان یہ یقین بنالے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو اللہ اس کے ساتھ ہے۔

10: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَفْضَلَ الْاِيْمَانِ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَكَ حَيْثُمَا كُنْتَ.

(المعجم الاوسط للطبرانی ج6 ص287، رقم الحدیث 8796)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افضل ایمان یہ ہے کہ تو یہ یقین بنالے کہ اللہ تیرے ساتھ ہے تو جہاں کہیں بھی ہو۔

عقلی دلائل:

1: اللہ تعالیٰ خالق ہے اور عرش مخلوق ہے، خالق ازل سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو عرش پر مانا جائے تو سوال پیدا ہو گا کہ جب عرش نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟

2: حقیقتاً مستوی علی العرش ہونے کی تین صورتیں ہیں:

الف: اللہ تعالیٰ عرش کے محاذات میں ہوں گے۔

ب: عرش سے متجاوز ہوں گے۔

ج: عرش سے کم ہوں گے۔

✱ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب ✱

(پارٹ 5)

موجودہ دیوبندیوں کے نزدیک اللہ پاک کا ہر رات آسمان دنیا پر نزول حقیقی نہیں جو حقیقی نزول مانتا ہے وہ مجسمی ہے اس لیے وہ اہل حدیث کو مجسمی کہتے ہیں،

اور خود وہ نزول باری تعالی سے مراد اللہ کی رحمت لیتے ہیں کہ اللہ کی رحمت قریب ہوتی ہے یعنی دیگر بہت سی صفات باری تعالی کی طرح اس صفت کے بھی منکر ہیں، لیکن اس کا انکار کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس طرح دیوبندیوں کا عقیدہ اللہ ہر جگہ موجود ہے وہ ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ جب اللہ پہلے ہی ہر جگہ ہے تو پھر ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرمانے کے کیا معنی؟ وہ تو پہلے ہی وہاں ہے اس لیے دیوبندی نے نزول کا ہی انکار کر دیا،

❁ چنانچہ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی لکھتا ہے:

"نزول سے مراد نزول رحمت ہے،

اگر اس کا حقیقی معنی مراد ہو تو یہ تمہارے (اہل حدیث کے) عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ جب آسمان پر ہوں گے تو فوق العرش نہیں ہوں گے۔"

یہ الیاس گھمن حیاتی کا جہالت بھرا اعتراض اور اس کا بدعتی عقیدہ کہ اللہ پاک کا حقیقی نزول نہیں بلکہ اس کی رحمت ہے، اور اگر اللہ کا نزول حقیقی مانیں تو اللہ عرش پر نہیں رہے گا،

❁ دیوبندیہ کے امام اہل سنت سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"پروردگار عزوجل کے نزول وغیرہ کے متعلق ایک مسلک متقدمین (سلف صالحین) کا ہے کہ نزول سے حقیقت نزول مراد ہے مگر کیفیت ہم نہیں جانتے، اسی طرح (اللہ کی صفات) سمع، بصر، ید، استواء علی العرش کے متعلق متقدمین کا مسلک یہی ہے،

متاخرین (بعد والے) تاویل کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے رضائے الہی، خوشنودی، اور توجہ مراد ہے، عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے۔"

عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے کیونکہ:

وكل خير فى اتباع من سلف، وكل شر فى ابتداع من خلف.

ہر بھلائی سلف صالحین کے اتباع میں ہے اور ہر گمراہی بعد والے لوگوں کی اختراع میں ہے۔

تو الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے مطابق اللہ کا آسمان دنیا پر نزول حقیقی نہیں، جبکہ سرفراز خان صفدر دیوبندی کے مطابق سلف صالحین کے نزدیک اللہ کا آسمان دنیا پر نزول حقیقی ہے اور یہی عمدہ مسلک ہے۔اس جاہل الیاس گھمن حیاتی نے اپنے اجداد جہمیہ کے نظریات تو لے لیے آور سلف صالحین کا مذہب نہیں پڑھا اس لیے اہل حدیث پر اپنی جہالت سے اعتراض کرنے لگا۔

یہ بھی اس کی جہالت ہے کہ اگر اللہ کا نزول حقیقی مانیں تو پھر اللہ عرش کے اوپر نہیں ہوگا،

اس جاہل نے خود پر قیاس کر لیا ہے اللہ پاک کو جیسے بندہ اگر چھت پر ہے تو نیچے آنے کے بعد اوپر چھت پر نہیں ہوگا اور یہ کیفیت بھی اس بدعتی مولوی نے خود ہی متعین کر لی اللہ پاک کے بارے،

جبکہ اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ آسمان دنیا پر نزول کے باوجود بھی اللہ کا عرش خالی نہیں ہوتا کیونکہ ہمیں اس کی کیفیت کا علم نہیں کہ وہ کیسے نزول فرماتا ہے بس ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بتایا ہم نے مان لیا،

بدعتیوں نے ماننے کی بجائے تاویلیں شروع کر دی اب اس جاہل مولوی کو بندہ پوچھے تجھے کیسے پتہ چلا کہ نزول کا مطلب رحمت ہے تو اس کے اجداد جہمیہ کے پاس بھی اس کا جواب نہیں تھا،

ویسے موجودہ بدعتی دیوبندی کہتے ہیں کہ ہم تفویض کے قائل ہیں مگر یہ الیاس گھمن تاویلیں کر رہا ہے، موجودہ دیوبندیہ اسی جاہل بدعتی مولوی کے پیروکار ہیں۔

القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

جواب نمبر3: ہر آدمی بقدر عقل مکلف ہوتا ہے۔ باندی کا جواب واقع کے مطابق درست نہ تھا لیکن اس میں عقل ہی اتنی تھی کہ جواب اس کی عقل کے بقدر ہونے کی وجہ سے اس کا ایماندار ہونا تسلیم کر لیا گیا۔ لہٰذا اس سے اللہ کے محل "فی السماء" ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو موت آئی، جب اس کو زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے اپنے گھر والوں سے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کر کے آگ جلانا اور مجھے اس میں ڈال دینا یہاں تک کہ جب آگ میرے گوشت کو کھالے اور ہڈیوں تک پہنچ جائے تو تم ان ہڈیوں کو پیس لینا اور پھر مجھے (یعنی پسی ہوئی ہڈیوں کو) کسی گرم یا کسی تیز ہوا چلنے والے دن دریا میں ڈال دینا (چنانچہ یہی کیا گیا)

فجمعہ اللہ فقال لم فعلت قال من خشیتک فغفر لہ (صحیح بخاری ج 1 ص 495 باب بلا ترجمہ بعد باب حدیث الغار)

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع کر کے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا تیرے خوف کی وجہ سے۔ پس خدا نے اس کو بخش دیا۔

اس روایت میں مذکور شخص کا خوف خدا کی وجہ سے ایسی خلاف شریعت وصیت کرنا اور پھر اس کے گھر والوں کا اس پر عمل کرنا واقع میں اسے اللہ کے سامنے حاضری سے نہ بچا سکا۔ لیکن چونکہ اس میں عقل ہی اتنی تھی لہٰذا اس کا یہ عمل و عذر اس کی عقل کے بقدر ہونے کی وجہ سے قبول کر کے اسے بخش دیا گیا۔ یہاں بھی ایسی خلاف شریعت وصیت کرنے، اس پر عمل اور وجہ عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

2: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
"ینزل اللہ الی السماء الدنیا کل لیلۃ حین یمضی ثلث اللیل الاول"
(صحیح مسلم ج 1 ص 258 باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل الخ)

ترجمہ: ہر رات اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے۔
اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔

جواب نمبر1: نزول سے مراد نزول رحمت ہے۔
جواب نمبر2: اگر اس کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے تو یہ آپ کے عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ جب آسمان پر ہوں گے تو فوق العرش نہیں ہوں گے۔

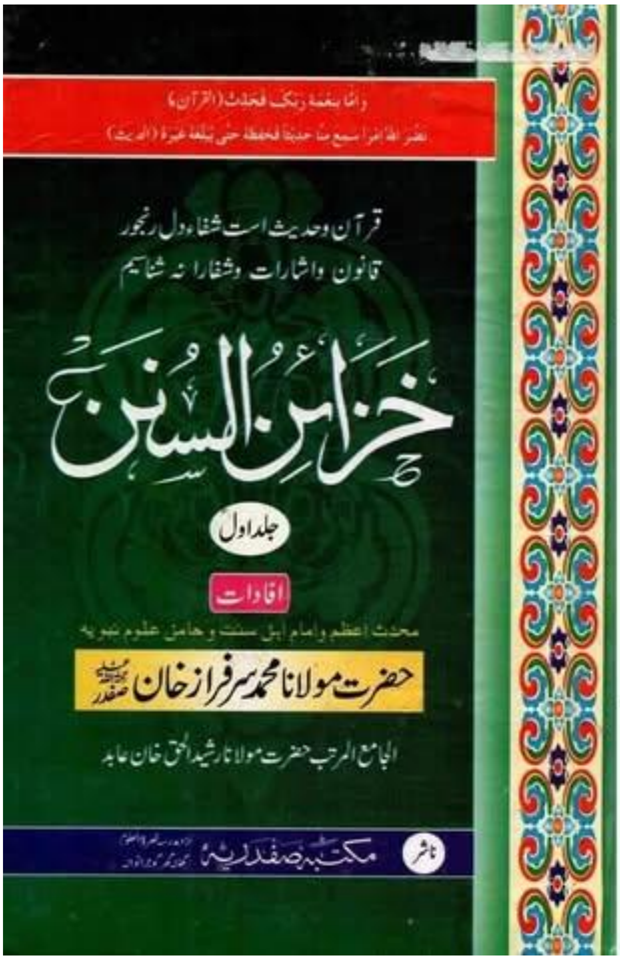
عقلی دلائل:

1: اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں اسی لیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم کلام ہونے کے لیے عرش پر بلایا۔

جواب: ہم کلام ہونے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلانا اگر عرش پر ہونے کی دلیل ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلانا اللہ تعالیٰ کے کوہ طور پر ہونے کی دلیل ہے اور ہر نمازی کا مسجد میں جا کر اللہ سے بات کرنا بھی مسجد میں ہونے کی دلیل ہے۔ کلام الٰہی تجلی الٰہی کا نام ہے چاہے اس کے ظہور کے لئے انتخاب عرش کا ہو یا کوہ طور کا ہو یا منصور حلاج کی زبان کا ہو۔

2: بوقت دعا ہاتھ اوپر کی جانب اٹھائے جاتے ہیں جو دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہیں لیکن تمام جہات کو محیط ہے، لیکن بندے کے تعین استقبال کے لئے بعض اعمال کے لئے بعض جہات کا تعین فرما دیا ہے۔ جیسے نماز کے لئے جہت کعبہ کو قبلہ قرار دیا، دعا کے لئے جہت فوق کو قبلہ قرار دیا اور نہایت اعلیٰ درجہ کے قرب الٰہی کے حصول کے لئے جہت ارض کو قبلہ قرار دیا اور قرآن مجید میں حکم دیا "واسجد واقترب" (اور سجدہ کر اور ہم سے قریب ہو جا)



۱۵۳

باب مَاجَاءَ فِی نزولِ الرَّبِّ عزّوجلّ اِلی السَّمَآءِ الدُّنیا کلَّ لیلةٍ ۵۹

پروردگار عزّوجل کے نزول وغیرہ کے متعلق ایک مسلک متقدمین کا ہے کہ نزول سے حقیقتِ نزول مراد ہے مگر کیفیت ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح سمع، بصر، ید، استوار علی العرش کے متعلق متقدمین کا مسلک یہی ہے۔ متاخرین تاویل کرکے فرماتے ہیں کہ اس سے رضاء الٰہی خوشنودی اور توجہ مراد ہے مگر قول متقدمین کا ہی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں وما یفعله المتکلمون من الغلو فی تأویل المتشابهات وبیان حقیقة الصفات فهو بعید عن مذهبی۔ فان مذهبی مذهب مالکؒ والثوریؒ وابن المبارکؒ وسائر القدماء وذلک هو الامرار من المتشابهات علی الظواهر وترک الخوض فی التأویل۔ (کذا قال الشاه ولی الله الدهلویؒ فی الفوز الکبیر ص۵۵)

شاہ صاحبؒ العرف الشذی ص۲۰۱ میں کافی بحث کے بعد لکھتے ہیں: فالحاصل ان نزول الباری الی السماء الدنیا نزول حقیقة یحمل علی ظاهره ویفوض تفصیله وتکییفه الی الباری عز برهانه وهو مذهب الائمة الاربعة والسلف الصالحینؒ کما نقله الحافظؒ فی فتح الباری ص۲۰ ج۳۸ -

مبارک پوریؒ تحفة الاحوذی ص۳۳۳ ج۱ میں لکھتے ہیں: قد اختلف فی معنی النزول علی اقوال فمنهم من حمله علی ظاهره وحقیقته وهم المشبهة تعالی الله من قولهم ومنهم من انکر صحة الاحادیث الواردة فی ذلک جملة وهم الخوارج والمعتزلة وهو مکابرة ومنهم من اوله ومنهم من اجراه علی ما ورد مؤمنا به علی طریق الاجمال منزها الله تعالی من الکیفیة والتشبیه وهم جمهور السلف ونقله البیهقی۔ (فقال فی کتاب الاسماء والصفات ص۴۳۶ اما المتقدمون من اصحابنا فانهم لم یشتغلوا بتأویل هذا الحدیث وما جری مجراه وانما فهموا منه ومن امثاله ما یلیق لاجله من اظهار قدرة الله تعالی وعظم شانه۔ اھ۔ وقال فی ص۴۵۱

۴۰۳

٭ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب ٭

(پارٹ6)

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی جہالتوں کے نمونے آپ کو دکھا رہا ہوں یہ جہالتیں الیاس گھمن حیاتی دیوبندی سے سیکھ کر ہر دیوبندی ہر جگہ بکھیرتا پھرتا ہے، ان حیاتی دیوبندیوں کو چولیں ہی سکھادی ہیں ساری چول مولوی الیاس گھمن نے،

❀ یہ جاہل مولوی لکھتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"میں اس ذات کا امین ہوں جو آسمان میں ہے۔"

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد الیاس گھمن کی رگ جہالت پھڑک اٹھی تو جناب ہانکنے لگے، کہ اس حدیث میں اللہ کے آسمانوں میں ہونے کا ذکر ہے جبکہ غیر مقلدین کا عقیدہ اللہ کے عرش پر ہونے کا ہے اس لیے اس سے غیر مقلدین کا عقیدہ باطل ہو گیا۔

اس جاہل کو یہ علم نہیں کہ "فی" کئی بار "علی" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور یہاں بھی "فی السماء، آسمان میں"، "علی السماء، آسمانوں کے اوپر" ہونے کے معنی میں ہے، جس سے معنی یہ ہو گا کہ:

"میں اس ذات کا امین ہوں جو آسمانوں کے اوپر ہے۔"

اور اس طرح اہل حدیث کا عقیدہ ثابت ہو گیا کہ اللہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔ "فی" قرآن مجید میں "علی" کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں،

❀ دیوبندی مولوی تقی عثمانی کا ترجمہ قرآن ہے:

وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ -

"اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا"

[سورہ طہ: آیت 71]

اس آیت میں "فی" علی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔یعنی تمہیں کھجور کے تنوں کے اوپر سولی چڑھاؤں گا،

"فی جذوع النخل" کا معنی "علی جذوع النخل" ہے،

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی جاہل کے مطابق تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ کھجور کے تنوں کے اندر سولی چڑھاؤں گا، جو کہ کسی صورت درست نہیں۔

❀ اسی طرح دوسری آیت سورہ الانعام کی ہے:

قُلْ سِيْـرُوْا فِي الْاَرْضِ -

"زمین میں چلو پھرو۔"

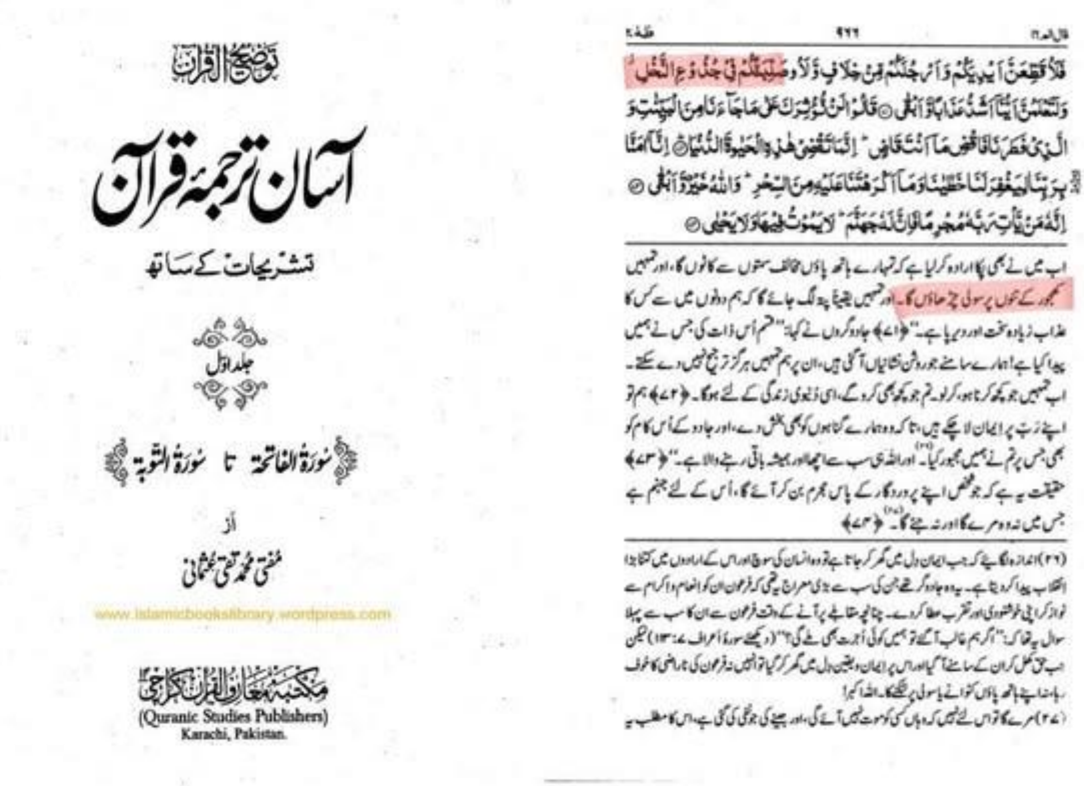
یہاں بھی "فی" علی کے معنی میں ہے،یعنی فی الارض، علی الارض کے معنی میں ہے کہ زمین کے اوپر چلو پھرو،

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے مطابق اس کا مطلب یہ ہو گا کہ زمین کے اندر چلو پھرو، جو کہ کسی طرح درست نہیں،اس کے نزدیک سارے دیوبندی چوہے ہیں جو زمین کے اندر چلنے کا کہہ رہا ہے۔

تو ان دو مثالوں سے ثابت ہوا کہ "فی" علی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے،اور حدیث میں "فی السماء" کا مطلب "علی السماء" ہے،

اس لیے جس حدیث میں بھی اللہ پاک کا آسمانوں میں ہونے کا ذکر ہے اس کا مطلب آسمانوں کے اوپر ہونا ہے نہ کہ آسمانوں کے اندر،جیسا کہ مذکورہ بالا قرآن کی مثالوں سے یہ ثابت کر دیا ہے۔

اللہ جاہل دیوبندی مولویوں کو ہدایت دے،آمین!



توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

جلد اول

سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ التوبۃ

از

مفتی محمد تقی عثمانی

www.islamicbookslibrary.wordpress.com

مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
Karachi, Pakistan.

اب میں نے بھی پکا ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔ اور تمہیں یقیناً پتہ لگ جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔" ﴿۷۱﴾ جادوگروں نے کہا: "قسم اُس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے! ہمارے سامنے جو روشن نشانیاں آگئی ہیں، ان پر ہم تمہیں ہرگز ترجیح نہیں دے سکتے۔ اب تمہیں جو کچھ کرنا ہو، کرلو۔ تم جو کچھ بھی کروگے، اسی دُنیوی زندگی کے لئے ہوگا۔ ﴿۷۲﴾ ہم تو اپنے رَبّ پر ایمان لا چکے ہیں، تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے، اور جادو کے اُس کام کو بھی جس پر تم نے ہمیں مجبور کیا۔ اور اللہ ہی سب سے اچھا اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔" ﴿۷۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار کے پاس مجرم بن کر آئے گا، اُس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جئے گا۔ ﴿۷۴﴾



القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے حضرت علی نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کے پاس رنگے ہوئے چمڑے کے تھیلے میں تھوڑا سا سونا بھیجا ... آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟ حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں جو آسمان میں ہے، میرے پاس صبح وشام آسمان کی خبریں آتی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا بتایا گیا ہے ...

17: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: اگر تم ایک رسی زمین کے نیچے ڈالو تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جائے گی۔

18: حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ...

* دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب *

(پارٹ 7)

دو کتابوں کے سکین آپ کے سامنے ہیں ایک فتاوی دار العلوم دیوبند ہے، دوسری الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی بونگیوں کا مجموعہ ہے۔

❁ فتاوی دار العلوم دیوبند میں سعید احمد پالن پوری دیوبندی اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں عقیدہ بیان کرتا ہے کہ:

"استواء کا معنی ہم جانتے ہیں، استواء کی کیفیت ہم نہیں جانتے.... اور یہ بات اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہے۔"

❁ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی بونگی مارتا ہے:

"اہل سنت والجماعت کے نزدیک استواء علی العرش اللہ تعالی کی صفت ہے جس کے حقیقی معنی اللہ تعالی کو ہی معلوم ہیں... بہتر یہ ہے کہ جواب یوں دیا جائے کہ یہ متشابہات ہیں اس کا معنی اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔"

سعید احمد پالن پوری کہتا ہے کہ استواء کے معنی ہم جانتے ہیں کیفیت ہم نہیں جانتے، الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کہتا ہے کہ اس کے معنی اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور دونوں کے نزدیک دونوں کا بیان کردہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔

ہر دیوبندی مولوی کا اپنا اپنا ہی عقیدہ ہے، پالن پوری نے جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ واقع اہل سنت و اہل حدیث کا عقیدہ ہے، جب کہ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی نے جو بونگی ماری ہے یہ پندرہویں صدی کے دیوبندیوں کا ہی عقیدہ ہے بس چودہ سو سال میں یہ عقیدہ کسی کا نہیں تھا جسے یہ اپنی جہالت سے اہل سنت کا عقیدہ قرار دے رہا ہے، جب مولویوں کا حال یہ ہے تو عام دیوبندیوں کا کیا ہو گا اسی سے اندازہ لگا لیں، ان کو بس ان کے مولویوں نے اہل حدیث کے خلاف صفات باری تعالی کی کیفیات پر اعتراض کرنا سکھا کر پھدو لگایا ہوا ہے اسی سے دیوبندیت چلا رہے ہیں۔



فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۸ — ۱۰۶ — ایمان کا بیان (توحید وصفات)

فرماتے ہیں غیر مقلدین کے لیے نہایت جرءت اور بے باکی اور صریح گمراہی وضلالت ہے، اور تفصیل استواء علی العرش کی اور تردید غیر مقلدین کی بہت سے رسائل اور کتب میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں، بندہ کو فرصت نقل عبارات کی نہیں ہے، جو شخص چاہے ان کتابوں سے اپنی تسلی کرلے اور غیر مقلدین کے قول اور مذہب کا بطلان معلوم کرے۔ وما علینا إلا البلاغ.

اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر کب تھا؟

سوال: (۹۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا عرش پانی پر تھا، یہ کب تھا؟ کتنے برس ہوئے؟ (۱۳۳۳/۱۰۹۳ھ)

الجواب: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا، اور تعداد برسوں کی اللہ ہی کو معلوم ہے، اور ایسے سوالات کرنا ممنوع ہیں، آئندہ ایسے سوالات نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

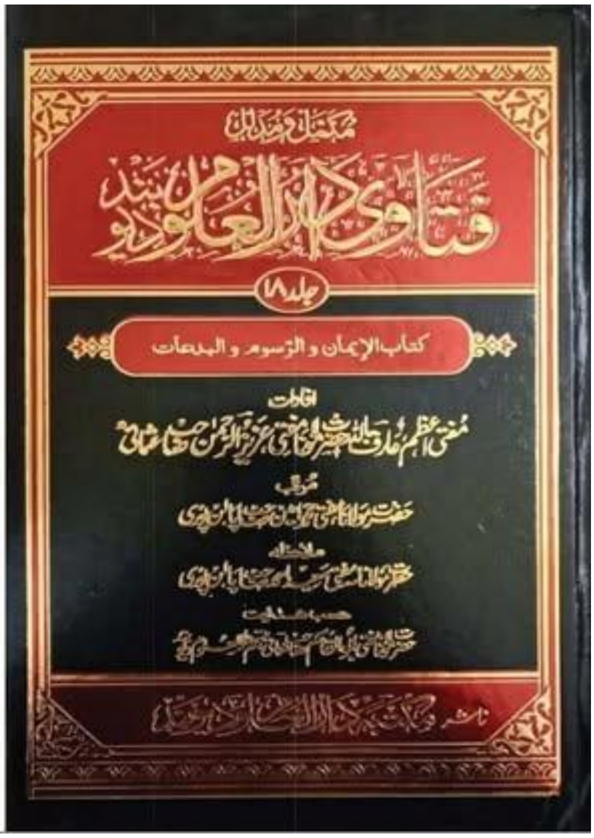
خدا تعالیٰ سب جگہ موجود ہے، کوئی خاص جگہ اس کے قیام کی نہیں

سوال: (۹۸) خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق بندہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ سب جگہ موجود ہے، کوئی خاص جگہ اس کے قیام کی نہیں ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۳۳۱ھ)

الجواب: عقائد مندرجہ بالا موافق عقیدہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ هكذا في شرح العقائد(۱)

[۱] الاستواء معلوم والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة: استواء کے معنی ہم جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت ہم نہیں جانتے، اور جو بھی کیفیت ہے اس پر بالاجمال ایمان لانا واجب اور اس کی تحقیق کے درپے ہونا گمراہ فرقوں کا کام ہے، سلف (صحابہ) نے کیفیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال نہیں کیا اور ان کا ایمان کامل تھا، پھر آج اس کی تحقیق کے درپے کیوں ہوا جاتا ہے؟! اور یہ بات اہل السنۃ والجماعۃ میں متفق علیہ ہے اور غیر مقلدین کا اختلاف معتبر نہیں، گمراہ فرقوں کا اختلاف اجماع کو متاثر نہیں کرتا: ایسے حضرات کی تکفیر کرنا غیر مقلدین کی جرأت اور بے باکی ہے اور ان کی گمراہی کی صریح دلیل ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۱) ولا يتمكن في مكان، لأن التمكن عبارة عن نفوذ بعد في آخر متوهم أو متحقق يسمونه المكان والبعد عبارة عن امتداد قائم بالجسم أو بنفسه عند القائلين بوجود الخلاء، والله تعالى منزه عن الامتداد والمقدار لاستلزامه التجزي. (شرح العقائد النسفية، ص: ۳۹-۴۰، المطبوعة: یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)







✱ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی کی جہالت کا جواب ✱

(پارٹ 8)

اللہ پاک ہر رات کے پچھلے پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اہل سنت و اہل حدیث کے نزدیک اللہ کا یہ نزول حقیقی ہے وہ جیسے چاہتا ہے نزول فرماتا ہے،

دیوبندیہ جہمیہ نزول باری تعالی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث میں اللہ کے نزول سے مراد رحمت ہے،

❁ چنانچہ دیوبندی مولوی الیاس گھمن حیاتی لکھتا ہے:

"ہر رات اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے"

یہ صحیح حدیث نقل کرنے کے بعد الیاس گھمن لکھتا ہے:

نزول سے مراد رحمت ہے۔"

یہ حدیث رسول کی معنوی تحریف ہے جو الیاس گھمن حیاتی دیوبندی نے کی ہے کہ نزول باری تعالی سے مراد نزول رحمت ہے،

یہ تاویل حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے، اس لئے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نزول کی اضافت اللہ تعالی کی طرف کی ہے، اور اصل یہ ہے کہ کسی چیز کی اضافت اس کی طرف کی جاتی ہے جس سے اس کا وقوع ہو، یا اس کے ساتھ قائم ہو، لھذا جب اسے کسی دوسرے کی جانب پھیر دیا جائے تو یہ تحریف ہو گی جو اصل کے مخالف ہے،

مزید الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی جہالت کا عقلی جواب یہ ہے کہ

اللہ پاک کی رحمت تو ہر وقت نازل ہوتی ہے یہ رات کے پچھلے پہر رحمت نازل ہونے کا کیا معنی؟

اسی طرح اگر اللہ کے آسمان دنیا پر نزول سے مراد نزول رحمت لیں تو پھر اللہ کی رحمت آسمان دنیا تک ہی رہتی ہے اب دیوبندیوں کو آسمان دنیا پر جانا پڑے گا اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لیے، نہ یہ کبھی جا سکیں گے نہ ان گمراہوں کو کبھی اللہ کی رحمت نصیب ہو گی،

اس جاہل مولوی سے کوئی پوچھے آسمان دنیا پر رحمت کے نزول کا انسانوں کو کیا فائدہ؟

سلف صالحین کا مذہب اس بارے کیا تھا یہ ملاحظہ فرمالیں،

❁ امام ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ مشہور امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ متوفی 238ھ کا واقعہ نقل کیا ہے؛

"احمد بن سعید بن ابراہیم ابو عبداللہ الرباطی بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں ایک دن امیر عبداللہ بن طاہر کی مجلس میں حاضر ہوا اور اسحاق بن راہویہ بھی وہاں حاضر ہوئے، تو ان سے حدیث نزول کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ صحیح ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا "ہاں"

چنانچہ امیر عبداللہ کے قائدین، وزیروں نے کہا:

اے ابو یعقوب (اسحاق بن راہویہ)! کیا تو گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالی ہر رات نزول فرماتے ہیں؟

اسحاق بن راھویہ نے کہا: 'ہاں'

پھر کہا گیا کہ نزول کیسے ہوتا ہے،

امام اسحاق بن راہویہ نے اس کو کہا کہ تو فوقیت کو ثابت رکھ یہاں تک کہ میں تیرے لیے نزول کو بیان کروں، اس نے کہا میں فوقیت کو ثابت رکھتا ہوں، تو اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کا یہ فرمان پڑھا:

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا -

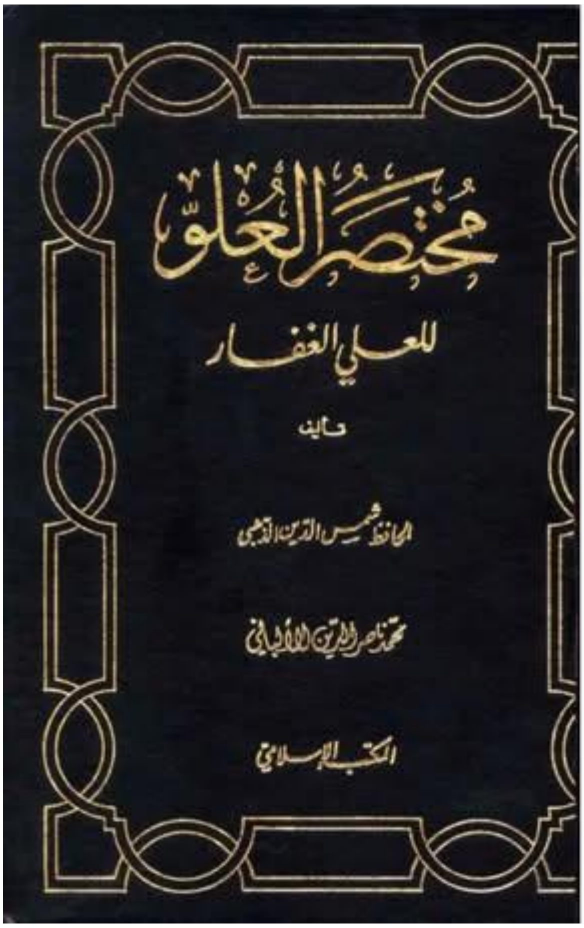
اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف در صف ہوں گے۔"

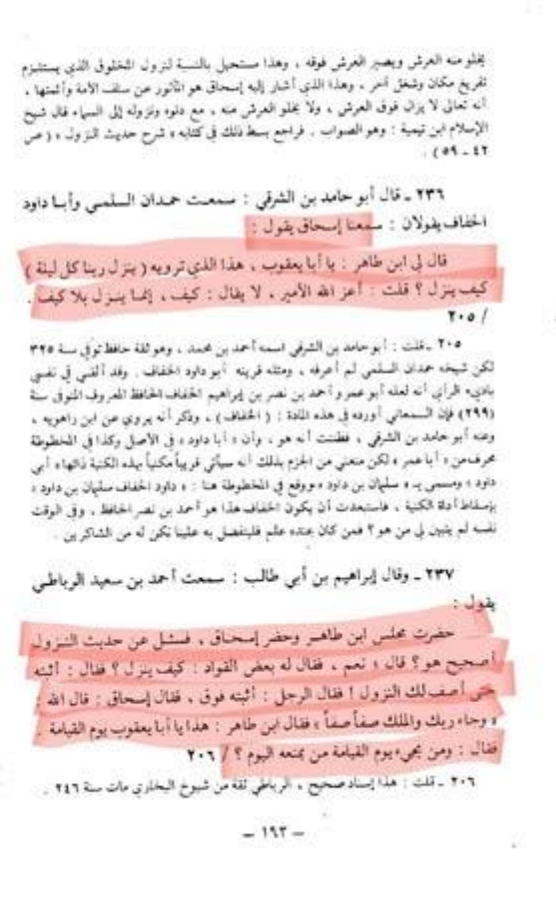
عبداللہ بن طاہر امیر نے کہا:

اے ابویعقوب! یہ آنا تو قیامت کو ہوگا،

اسحاق بن راہویہ نے اس بات کو سن کر کہا کہ اللہ تعالی امیر کو عزت بخشے!

"جو قیامت کو آسکتا ہے اسے آج آنے سے کون روک سکتا ہے۔"





يخلو منه العرش ويصير العرش فوقه ، وهذا مستحيل بالنسبة لنزول المخلوق الذي يستلزم تفريغ مكان وشغل آخر ، وهذا الذي أشار إليه إسحاق هو المأثور عن سلف الأمة وأئمتها ، أنه تعالى لا يزال فوق العرش ، ولا يخلو العرش منه ، مع دنوه ونزوله إلى السماء . قال شيخ الإسلام ابن تيمية : وهو الصواب . فراجع بسط ذلك في كتابه « شرح حديث النزول » (ص ٤٢ - ٥٩) .

٢٣٦ - قال أبو حامد بن الشرقي : سمعت حمدان السلمي وأبا داود الخفاف يقولان : سمعنا إسحاق يقول :

قال لي ابن طاهر : يا أبا يعقوب ، هذا الذي ترويه (ينزل ربنا كل ليلة) كيف ينزل ؟ قلت : أعز الله الأمير ، لا يقال : كيف ، إنما ينزل بلا كيف . / ٢٠٥

٢٠٥ - قلت : أبو حامد بن الشرقي اسمه أحمد بن محمد ، وهو ثقة حافظ توفي سنة ٣٢٥ لكن شيخه حمدان السلمي لم أعرفه ، ومثله قرينه أبو داود الخفاف . وقد ألقي في نفسي بادىء الرأي أنه لعله أبو عمرو أحمد بن نصر بن إبراهيم الخفاف الحافظ المعروف المتوفى سنة (٢٩٩) فإن السمعاني أورده في هذه المادة : (الخفاف) ، وذكر أنه يروي عن ابن راهويه ، وعنه أبو حامد بن الشرقي ، فظننت أنه هو ، وأن « أبا داود » في الأصل وكذا في المخطوطة محرف من « أبا عمر » لكن منعني من الجزم بذلك أنه سيأتي قريباً مكنياً بهذه الكنية ذاتها « أبي داود » ومسمى بـ « سليمان بن داود » ووقع في المخطوطة هنا : « داود الخفاف سليمان بن داود » بإسقاط أداة الكنية ، فاستبعدت أن يكون الخفاف هذا هو أحمد بن نصر الحافظ ، وفي الوقت نفسه لم يتبين لي من هو ؟ فمن كان عنده علم فليتفضل به علينا نكن له من الشاكرين .

٢٣٧ - وقال إبراهيم بن أبي طالب : سمعت أحمد بن سعيد الرباطي يقول :

حضرت مجلس ابن طاهر وحضر إسحاق ، فسئل عن حديث النزول أصحيح هو ؟ قال : نعم ، فقال له بعض القواد : كيف ينزل ؟ فقال : أثبته حتى أصف لك النزول ! فقال الرجل : أثبته فوق ، فقال إسحاق : قال الله : « وجاء ربك والملك صفاً صفاً » ، فقال ابن طاهر : هذا يا أبا يعقوب يوم القيامة ، فقال : ومن يجيء يوم القيامة من يمنعه اليوم ؟ / ٢٠٦

٢٠٦ - قلت : هذا إسناد صحيح ، الرباطي ثقة من شيوخ البخاري مات سنة ٢٤٦ .

— ١٩٢ —

القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

جواب نمبر 3: ہر آدمی بقدر عقل مکلف ہوتا ہے۔ بندی کا جواب واقع کے مطابق درست نہ تھا' لیکن اس میں عقل ہی اتنی تھی کہ جواب اس کی عقل کے بقدر ہونے کی وجہ سے اس کا ایماندار ہونا تسلیم کر لیا گیا۔ لہٰذا اس سے اللہ کے محل "فی السماء" ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو موت آئی۔ جب اس کو زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے اپنے گھر والوں سے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کر کے آگ جلانا اور مجھے اس میں ڈال دینا' یہاں تک کہ جب آگ میرے گوشت کو کھالے اور ہڈیوں تک پہنچ جائے تو تم ان ہڈیوں کو پیس لینا اور پھر مجھے (یعنی پسی ہوئی ہڈیوں کو) کسی گرم یا کسی تیز ہوا چلنے والے دن دریا میں ڈال دینا (چنانچہ یہی کیا گیا)

فجمعه الله فقال له لم فعلت قال من خشيتك فغفر له (صحیح بخاری ج 1 ص 495 باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع کر کے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا تیرے خوف کی وجہ سے۔ پس خدا نے اس کو بخش دیا۔

اس روایت میں مذکور شخص کا خوفِ خدا کی وجہ سے ایسی خلاف شریعت وصیت کرنا اور پھر اس کے گھر والوں کا اس پر عمل کرنا' واقع میں اسے اللہ کے سامنے حاضری سے نہ بچا سکا' لیکن چونکہ اس میں عقل ہی اتنی تھی لہٰذا اس کا یہ عمل وعذر اس کی عقل کے بقدر ہونے کی وجہ سے قبول کر کے اسے بخش دیا گیا۔ یہاں بھی ایسی خلاف شریعت وصیت کرنے' اس پر عمل اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

2: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"ينزل الله إلى السماء الدنيا كل ليلة حين يمضي ثلث الليل الأول"

(صحیح مسلم ج 1 ص 258 باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل الخ)

ترجمہ: ہر رات اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔

جواب نمبر 1: نزول سے مراد نزول رحمت ہے۔

جواب نمبر 2: اگر اس کا حقیقی معنی مراد ہو تو یہ تمہارے عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ جب آسمان پر ہوں گے تو فوق العرش نہیں ہوں گے۔

عقلی دلائل:

1: اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں اسی لیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم کلام ہونے کے لیے عرش پر بلایا۔

جواب: ہم کلام ہونے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلانا اگر عرش پر ہونے کی دلیل ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلانا اللہ تعالیٰ کے کوہ طور پر ہونے کی دلیل ہے اور ہر نمازی کا مسجد میں جا کر اللہ سے بات کرنا بھی مسجد میں ہونے کی دلیل ہے۔ کلام الٰہی تجلی الٰہی کا نام ہے' چاہے اس کے ظہور کے لیے انتخاب عرش کا ہو یا کوہ طور کا ہو یا منصور حلاج کی زبان کا ہو۔

2: بوقت دعا ہاتھ اوپر کی جانب اٹھائے جاتے ہیں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہیں لیکن تمام جہات کو محیط ہے' لیکن بندے کے تجلی واستقرار کے لیے بعض اعمال کے لیے بعض جہات کا تعین فرما دیتے ہیں۔ جیسے نماز کے لیے جہت کعبہ کو قبلہ قرار دیا' دعا کے لیے جہت فوق کو قبلہ قرار دیا اور عبادات اخلاص کے قرب الٰہی کے حصول کے لیے جہت ارض کو قبلہ قرار دیا اور قرآن مجید میں حکم دیا "واسجد واقترب" (اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ)

✱ اللہ بذاتہ عرش پر ہے،اہل سنت واہل حدیث کا اجماعی مذہب ✱

اللہ بذاتہ عرش پر ہے اس کو ثابت کرنے کے لیے پوسٹ میں دس کتابوں سے ایک درجن سے زائد علماء اہل سنت کے اقوال پیش کر رہا ہوں، حنفی، شافعی ،مالکی ، حنبلی چاروں مسالک کے معتبر علماء کے حوالے بھی ہوں گے، بدعتیوں پر اتمام حجت ہے یہ پوسٹ اللہ پاک کے فضل و کرم سے۔

سب سے پہلے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ متوفی 297ھ کی کتاب "العرش" دیکھیں،

❁ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی سات آسمانوں کے اوپر بذاتہ عرش کے اوپر ہے، مخلوق سے جدا ہے۔"

❁ دوسرا حوالہ،حارث محاسبی متوفی 243ھ کی کتاب "فہم القرآن" کا ہے۔

حارث محاسبی قرآن کی آیات عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى، وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ، وأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ کے تحت فرماتے ہیں:

"ان آیات سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ عرش کے اوپر ہے، ہر چیز کے اوپر ہے،اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں جیسا کہ اللہ نے ان آیات میں واضح کیا ہے کہ اللہ بذاتہ بندوں کے اوپر ہے۔"

❁ تیسرا حوالہ،امام ابونصر السجزی حنفی رحمہ اللہ متوفی 444ھ کی کتاب کا ہے،

امام ابونصر السجزی فرماتے ہیں:

"تمام اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ پاک بذاتہ فوق العرش ہے۔"

❁ چوتھا حوالہ،امام الکرجی رحمہ اللہ متوفی 360ھ کی کتاب نکتب القرآن کا ہے،

امام الکرجی رحمہ اللہ قرآن کی آیت یخافون ربهم من فوقهم،(ڈرتے ہیں اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے) کے تحت فرماتے ہیں:

"یہ دلیل ہے کہ اللہ پاک بذاتہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔"

❁ پانچواں حوالہ، امام ذھبی رحمہ اللہ کی "کتاب العرش" کا ہے، امام ذھبی، امام اسماعیل الانصاری الھروی رحمہ اللہ متوفی 481ھ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر بذاتہ عرش پر ہے۔"

❁ چھٹا حوالہ، بھی "کتاب العرش للذھبی" سے ہے۔ امام ذھبی، امام ابن ابی زید القیروانی المالکی متوفی 386ھ کا قول نقل کرتے ہیں:

"اللہ بذاتہ عرش کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔"

❁ ساتواں حوالہ، "کتاب العرش للذھبی" سے ہی ہے۔ امام ذھبی رحمہ اللہ، امام ابو زکریا یحییٰ بن عمار رحمہ اللہ الحنبلی متوفی 442ھ کا قول نقل کرتے ہیں:

"اللہ بذاتہ عرش پر ہے اور اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔"

❁ آٹھواں حوالہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "درء تعارض العقل والنقل" کا ہے،

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ امام ابی عمر الطَّلَمَنْكِي المالکی رحمہ اللہ متوفی 429ھ کی کتاب الوصول الی معرفۃ سے ان کا قول نقل کرتے ہیں:

"مسلمانانِ اہل سنت کا اجماع ہے کہ کہ (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ) وغیرہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ بے شک اس سے اللہ کا علم مراد ہے، اللہ اپنی ذات کے لحاظ سے آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔"

❁ نواں حوالہ "الانتصار" کا ہے امام یحییٰ بن ابی الخیر العمرانی الشافعی متوفی 558ھ کا،

فرماتے ہیں:

"اہل حدیث واہل سنت کے نزدیک اللہ پاک مخلوق سے جدا آسمانوں کے اوپر بذاتہ عرش کے اوپر ہے، عرش سے مس نہیں کر رہا، اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔"

❁ دسواں حوالہ "اجتماع الجیوش الاسلامیہ"، امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب کا، وہ سعد بن علي الزنجاني الشافعي متوفی 471ھ کا قصیدہ نقل کرتے ہیں، جس میں امام الزنجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ بذاتہ عرش پر مستوی ہے بلا کیف، جیسا کہ خود اس نے ہمیں اپنے بارے بتایا ہے، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ سب سے بلند اور سب سے اوپر ہے، اور یہ قرآن بولتا ہے: سبح اسم ربک الاعلی۔"

❁ گیارہواں حوالہ امام دارمی رحمہ اللہ متوفی 280ھ کی "الرد علی جہمیہ" کا ہے،

امام دارمی فرماتے ہیں:

"اللہ بذاتہ عرش پر ہے۔"

❁ بارہواں حوالہ، عبدالحیٔ لکھنوی حنفی متوفی 1304ھ کے "فتاوی" کا ہے،

عبدالحیٔ لکھنوی حنفی لکھتے ہیں:

"اعتقاد رکھنا اس طرح کہ اللہ تعالی اپنی ذات سے عرش کے اوپر ہے تنزیہ مذکور کے ساتھ صحیح و حق ہے، کیونکہ یہ بات قرآن و حدیث اور اجماع سلف سے ثابت ہے، اور اہل سنت کی عقائد کی کتابوں میں موجود اور سلف صالحین یعنی صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و آئمہ مجتہدین وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔"

یہ ایک درجن علماء کے حوالے ہیں اس کے علاوہ اور بھی حوالے ہیں علماء اہل سنت و اہل حدیث کے اللہ پاک کے بذاتہ عرش پر ہونے کے جنہیں میں نے طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے، متلاشیان حق کے لیے اتنے بھی بہت ہیں اور جن کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگ چکی ان کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں،

موجودہ بدعتیوں یعنی دیوبندیوں بریلویو کو ہمارا پانچ سو سال کا چیلنج ہے اسلام کی پہلی پانچ صدیوں تک اہل سنت کے ایک معتبر عالم سے بتصریح دکھادو جو اللہ کے بذاتہ عرش پر ہونے کا منکر ہو،

جب سارے سلف صالحین اس کے قائل تھے تو یہی دلیل ہے کہ دیوبندیہ بریلویہ بدعتی اور گمراہ ہیں کیونکہ دونوں اس کے منکر ہیں۔

كتاب العرش
وما رُوي فيه

تأليف
محمد بن عثمان بن أبي شيبة
ت ٢٩٧هـ

جل وعز: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ﴾(١)، وقال جل وعز: ﴿إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾(٢)، وقال: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ۝ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ﴾(٣).

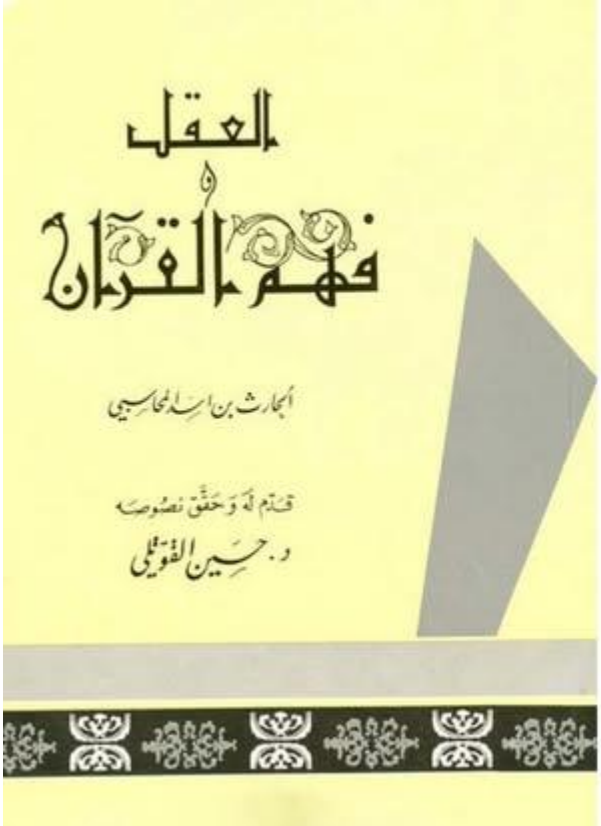
وأجمع الخلق جميعاً أنهم إذا دعوا الله جميعاً رفعوا أيديهم إلى السماء، فلو كان الله عز وجل في الأرض السفلى ما كانوا يرفعون أيديهم إلى السماء وهو معهم على الأرض(٤).

ثم توافرت الأخبار على أن الله تعالى خلق العرش فاستوى عليه بذاته ثم خلق الأرض والسموات، فصار من الأرض إلى السماء، ومن السماء إلى العرش.

(٥٢/أ) فهو فوق السموات وفوق العرش بذاته(٥) متخلصاً

(١) سورة فاطر، الآية: ١٠.
(٢) سورة آل عمران، الآية: ٥٥.
(٣) سورة النساء، الآيتان: ١٥٧ ـ ١٥٨.
(٤) ما ذكره المؤلف هنا هو من دليل الفطرة، وقد تقدم الحديث عليه في قسم الدراسة ص١٥٥.
(٥) لفظة «بذاته» لم تكن معروفة في عهد الصحابة ـ رضوان الله عليهم ـ، ولكن لما ابتدع الجهم وأتباعه القول بأن الله في كل مكان ـ ذكرها بعض المتأخرين من السلف للتوضيح والتفرقة بين كونه تعالى معنا، وبين كونه تعالى فوق العرش، فهو كما قال سبحانه وتعالى معنا بعلمه، وأنه على العرش كما أعلمنا حيث يقول: ﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾، وقد تلفظ بهذه الكلمة جماعة من العلماء منهم عثمان بن سعيد الدارمي، ويحيى بن عمار =

٢٩١



مَقْطَعٌ يُوجِبُ أنّهُ فوقَ العرش ، فوقَ الأشياء ، مُنَزّهٌ عن الدُّخولِ في خَلْقِهِ ، لا يَخْفَى عليه منهم خافِيَةٌ لأنه أبانَ في هذهِ الآياتِ أنّ ذاتَهُ بنفسه فوقَ عباده لأنه قال : « أأمنتم من في السماء أنْ يَخْسِفَ بكم الأرض » (1) يعني فوق العرش ، والعرش على السماء ، لأنّ مَنْ كان فوق شيء على السماء فهو في السماء ، وقد قال مثل ذلك « فَسِيحُوا في الأرْض » (2) يعني على الأرض لا يريد الدخول (١٠٢) في جَوْفها ، وكذلك قولُهُ « لأُصلِّبَنَّكُمْ في جُذُوعِ النَّخْلِ (3) » يعني فوقَها . وقال : « أأمِنْتُم مَنْ في السماء » (4) ثم فَصَّل فقال : « أن يخسِفَ بكُمُ الأرْض » (5) ولم يَصِلْهُ بمعنىً فَيَشْتَبه ذَلِكَ ، فلم يَكُنْ لذلك معنىً إذ فَصَّلَ بقوله : « في السماء » — ثم استأنَفَ التخْويفَ بالخَسْف — إلاّ أنّه على العَرْشِ فوقَ السماء ، وقال : « يدبّرُ الأمْرَ من السماء إلى الأرض ثم يعرج إليه في يوم » (6) (الآية) وقال « تعرج الملائكة والروحُ اليه » (7)

(١) الملك : ١٦ (٢) الاسراء : ٤٢ (٣) طه : ٧١
(٤) الملك : ١٦ (٥) الملك ١٦ . (٦) السجدة : ٥
(٧) المعارج : ٤

٣٥٠



١٠٢ ـ فصل

قد ذكرنا في أول الكتاب أن عند أصحاب الحديث والسنة أن الله سبحانه بذاته، بائن عن خلقه، على العرش استوى فوق السموات، غير مماس له، وعلمه محيط بالأشياء كلها.[١]

(١) ابتدأ المصنف في هذا الفصل بيان صفة العلو والإستواء على العرش لله عزوجل، وصفة العلو لله سبحانه من صفات الذات التي دل الكتاب والسنة والعقل والفطرة عليها كما سيظهر من كلام المصنف رحمه الله.

أما الإستواء فهو من صفات الفعل لله عزوجل، وثبت بالقرآن الكريم في سبعة مواضع، ويؤمن بذلك السلف من غير تشبيه ولا تعطيل ولا تكييف. وأنكرت المعطلة بجميع طوائفها العلو لله عزوجل، وهم الجهمية والمعتزلة والأشاعرة فمنهم من قال: إنه في كل مكان ولا يخلو منه مكان، كما هو قول بشر المريسي والنجارية من المعتزلة والسالمية، ونسب هذا القول شيخ الإسلام إلى صوفية وعباد الجهمية. ومنهم من قال إنه ليس في مكان، فلا يقال عنه إنه فوق ولا تحت ولا بذي جهة، وهذا قول الجهمية والمعتزلة والأشعرية ومن وافقهم، ومن المخالفين للحق في هذا الأمر طوائف من الناس زعموا أن الله فوق العرش وهو مع ذلك في كل مكان، ونسب هذا القول أبوالحسن الأشعري إلى زهير الأثري، ونسبه شيخ الإسلام إلى بعض السالمية والصوفية. انظر الملل والنحل للشهرستاني بهامش الفصل (١/ ٥٥، ١١٣ ـ ١١٤)، مقالات الإسلاميين (١/ ٢٣٦، ٢٨٦، ٣٥١)، المغني لعبد الجبار المعتزلي (٥/ ٢١٥ ـ ٢١٦) التمهيد للباقلاني ص(٣٠٠)، الاقتصاد في الاعتقاد للغزالي ص (١٦٤) الإرشاد للجويني ص(٥٨ ـ ٥٩)، المواقف للأيجي/ ص(٢٧٠).

أما الإستواء على العرش فالمعطلة على إنكاره ودفعه واختلفوا في تأويله وصرفه إلى أقوال:

القول الأول: تأويل الإستواء بالإستيلاء والقهر والغلبة، وبهذا قال أكثر الجهمية والمعتزلة وأكثر الأشاعرة مثل الغزالي والجويني والأيجي والآمدي.

القول الثاني: أن معنى استوى قصد العرش بأمر مثل قوله تعالى: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾ وهو قول للجويني في الإرشاد. وأثبت الإستواء السلف وغيرهم.

أما السلف فهم على أن الله عزوجل كما ذكر عن نفسه أنه استوى على العرش استواءاً يليق بجلاله وعظمته، مع أنه بائن من خلقه لغناه عن كل شئ وحاجة كل شيء إليه جل وعلا.

أما غير السلف فلهم في الإستواء أقوال:

القول الأول: قول المشبهة ومنهم الكرامية والهشامية من الشيعة، أما الكرامية فلهم أقوال في الإستواء، فقد ذكر الشهرستاني عن أبي عبدالله بن كرام أنه كان يقول عن الله عزوجل إنه أحدي الذات أحدي الجوهر وأنه مماس للعرش من الصفحة العليا.



المملكة العربية السعودية
وزارة التعليم العالي
الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة
المجلس العلمي
عمادة البحث العلمي
رقم (٤٧)

الإنتصار
في الرد على المعتزلة القدرية الأشرار

تأليف
الشيخ يحيى بن أبي الخير العمراني
شيخ الشافعية في اليمن
المتوفى سنة ٥٥٨هـ

دراسة وتحقيق
الدكتور سعود بن عبد العزيز الخلف
عضو هيئة التدريس في الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

الجزء الأول

أضواء السلف



٦٨ تفسير سورة النحل

رد على المعتزلة .

قوله : ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۩﴾ . [٥٠]

دليل على أن الله - جل جلاله - بذاته في السماء على العرش ، وليس في الأرض إلا علمه المحيط بكل شيء[1] .

= ابن يزيد من طريق يزيد بن خصيفة أن أباه أخبره عن السائب بن يزيد ، عن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال : « **لايدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من كبر** » قالوا : يا رسول الله ، هلكنا ، وكيف لنا أن نعلم . . . ؟ فقال النبي - صلى الله عليه وسلم - : « **من لبس الصوف ، أو حلب الشاة ، أو أكل مع ما ملكت يمينه فليس في قلبه إن شاء الله الكبر** » .

قال في المجمع (١/ ٩٨) : « وفيه يزيد بن عبدالملك النوفلي منكر الحديث جدًا » .

وعزا السيوطي في الدر المنثور (٤/ ١١٦) إلى كتاب الزهد للإمام أحمد حديثًا عن عبدالله ابن شداد رفع الحديث قال : « **من لبس الصوف ، واعتقل الشاة ، وركب الحمار ، وأجاب دعوة الرجل الدون أو العبد لم يكتب عليه من الكبر شيء** » .

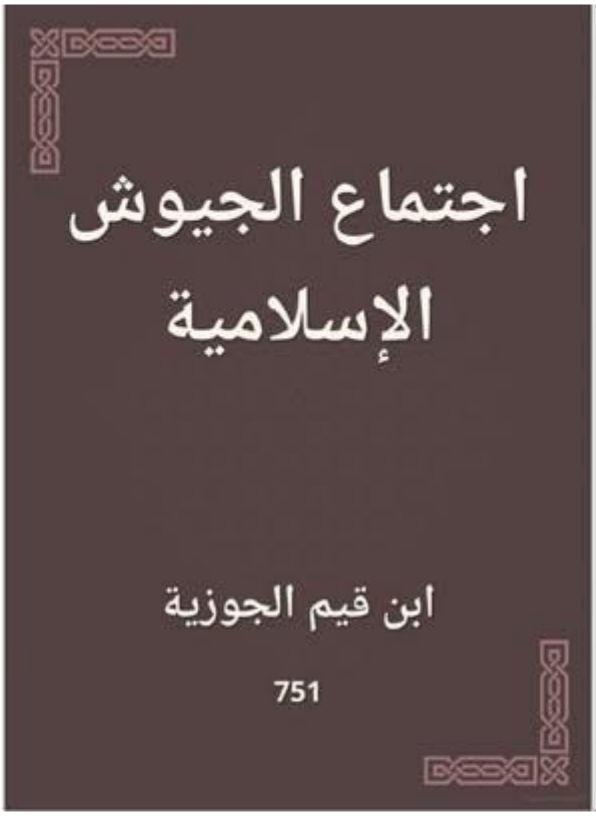
وقد رواه أحمد في الزهد ص (٣٠) تحقيق محمد السعيد بسيوني زغلول .

وورد عند الترمذي في سننه كتاب البر والصلة ، باب ما جاء في الكبر (٤/ ٣٦٠) من طريق ابن أبي ذئب ، عن القاسم بن عباس ، عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه قال : تقولون في التيه ، وقد ركبت الحمار ، ولبست الشملة ، وقد حلبت الشاة ، وقد قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - : « من فعل هذا فليس فيه من الكبر شيء » .

قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح غريب .

(١) قال الحافظ عبد الغني المقدسي في عقيدته ص (٣٠) : « وفي هذه المسألة أدلة من الكتاب والسنة يطول بذكرها الكتاب - يعني رسالته - ومنكر أن يكون الله عز وجل في جهة العلو بعد هذه الآيات والأحاديث مخالف لكتاب الله ، ومنكر لسنة رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وقال مالك بن أنس : الله في السماء ، وعلمه في كل مكان لا يخلو من علمه مكان . وقال الشافعي : خلافة أبي بكر حق قضاها الله في سمائه ، وجمع عليه قلوب أصحاب نبيه - صلى الله عليه وسلم - . . . » .

وقال ابن تيمية في العقيدة الواسطية ص (٧٥) : « فصل : وقد دخل فيما ذكرناه من الإيمان بالله : الإيمان بما أخبر الله به في كتابه ، وتواتر عن رسوله ، وأجمع عليه سلف الأمة من أنه سبحانه فوق سماواته على عرشه ، علي على خلقه ، وهو سبحانه معهم أينما كانوا يعلم ما هم عاملون ، كما جمع بين ذلك في قوله : ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ



تمسك بحبل الله واتبع الأثر ـــــ ودع عنك رأياً لا يلائمه خبر

وقال في شرح هذه القصيدة: والصواب عند أهل الحق أن الله تعالى خلق السموات والأرض، وكان عرشه على الماء مخلوقاً قبل خلق السموات والأرض، ثم استوى على العرش بعد خلق السموات والأرض على ما ورد به النص، ونطق به القرآن، وليس معنى استوائه أنه ملكه واستولى عليه، لأنه كان مستولياً عليه قبل ذلك، وهو أحدثه لأنه مالك جميع الخلائق ومستول عليها، وليس معنى الاستواء أيضاً أنه ماس العرش، أو اعتمد عليه، أو طابقه فإن كل ذلك ممتنع في وصفه جل ذكره، ولكنه مستو بذاته على عرشه بلا كيف كما أخبر عن نفسه .وقد أجمع المسلمون على أن الله هو العلي الأعلى، ونطق بذلك القرآن بقوله تعالى: 'سبح اسم ربك الأعلى' سورة الأعلى آية 1. وأن لله علو الغلبة، والعلو الأعلى من سائر وجوه العلو، لأن العلو صفة مدح عند كل عاقل، فثبت بذلك أن لله علو الذات، وعلو الصفات، وعلو القهر والغلبة، وجماهير المسلمين، وسائر الملل قد وقع منهم الإجماع على الإشارة إلى الله جل ثناؤه من جهة الفوق في الدعاء والسؤال، فاتفاقهم بأجمعهم على الإشارة إلى الله سبحانه من جهة الفوق حجة، ولم يستجز أحد الإشارة إليه من جهة الأسفل، ولا من سائر الجهات سوى جهة الفوق .وقال تعالى: 'يخافون ربهم من فوقهم' سورة النحل آية 50 .وقال تعالى: 'إليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه' سورة فاطر آية 10 .وقال تعالى: 'تعرج الملائكة والروح إليه' سورة المعارج آية 4. وأخبر عن فرعون أنه قال: 'يا هامان ابن لي صرحاً لعلي أبلغ الأسباب، أسباب السموات فأطلع إلى إله موسى وإني لأظنه كاذباً' سورة غافر آية 36 - 37. وكان فرعون قد فهم عن موسى أنه يثبت إلهاً فوق السماء، حتى رام بصرحه أن يطلع إليه، واتهم موسى بالكذب في ذلك، ومخالفنا ليس يعلم أن الله فوقه بوجود ذاته، فهو أعجز فهماً من فرعون .وقد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه سأل الجارية التي أراد مولاها عتقها: أين الله ؟قالت: في السماء، وأشارت برأسها. وقال: من أنا ؟قال: أنت رسول الله، فقال: أعتقها فإنها مؤمنة، فحكم النبي صلى الله عليه وسلم بإيمانها حين قالت: إن الله في السماء وقال الله عز وجل: 'ثم استوى على العرش' سورة الفرقان آية 59 .وقال تعالى: 'يدبر الأمر من السماء إلى الأرض ثم يعرج إليه' سورة السجدة آية 5. وذكر النبي صلى الله عليه وسلم ما بين كل سماء إلى سماء،

✱ منکرین صفاتِ باری تعالیٰ پر علماء اہل سنت کا زبردست رد ✱

جہمیہ، معتزلہ اور خوارج اللہ پاک کی صفات کے منکر ہیں اس طرح کے وہ اللہ کی صفات کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے بلکہ مجازی معنی لیتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کے نزدیک اللہ کی مخلوق سے تشبیہ ہوتی ہے، یہی نظریہ موجودہ جہمیہ دیوبندیہ کا بھی ہے ان کے نزدیک بھی اللہ کا ہاتھ، چہرہ، آنکھیں، نزول، استواء ماننے سے مخلوق سے تشبیہ ہوتی ہے اس لیے یہ صفات کے حقیقی معنی کا انکار کرتے ہیں اور اپنے حجروں میں بنائے ہوئے صفات کے مجازی معنی اللہ پر فٹ کرتے ہیں،

ان کا کہنا ہے کہ اللہ پاک نے خود جس صفت سے خود کو وصف کیا ہے وہ ماننا غلط ہے بلکہ ہم جو صفت کا معنی بناتے ہیں وہ ماننا چاہیے، اہل سنت کے نزدیک یہ خالق کے منکر ہیں،

چنانچہ امام ذھبی رحمہ اللہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ متوفی 463ھ کا بیان ان کی کتاب "التمہید" سے نقل کرتے ہیں،

❀ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس بات پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ صفات باری تعالی کے معنی حقیقی ہیں نہ کہ مجازی، اور کسی کی کیفیت بیان نہیں کرتے،

بر خلاف اہل بدعت جہمیہ اور معتزلہ اور خوارج کے وہ سب کے سب (اللہ تعالی کی) صفات سے منکر ہیں اور ان میں کسی کو بھی حقیقت پر حمل نہیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کوئی (اللہ تعالی کی) صفات کا اقرار کرے وہ مشبہ ہے، اور وہ صفات کا اقرار کرنے والے اہل سنت ان لوگوں (بدعتیوں) کو معبود کا منکر کہتے ہیں۔"

❀ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا بیان نقل کرنے کے بعد امام ذھبی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ کی قسم ابنِ عبدالبر نے بالکل سچ کہا ہے کیونکہ جو لوگ اللہ تعالی کی صفات میں تاویلیں کرتے ہیں اور انہیں مجاز پر محمول کرتے ہیں وہ رب تعالی کی ذات کی نفی و تعطیل اور اس کے معدوم کے مشابہ ہونے کے عقیدہ باطلہ میں مبتلا ہو گئے، جیسا کہ حماد بن زید کا قول ہے، فرماتے ہیں:

جہمیہ (موجودہ دیوبندیہ) کی مثال اس قوم جیسی ہے جو کہے ہمارے گھر میں کھجور کا درخت ہے، ان سے پوچھا گیا:

اس کی شاخیں ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں،

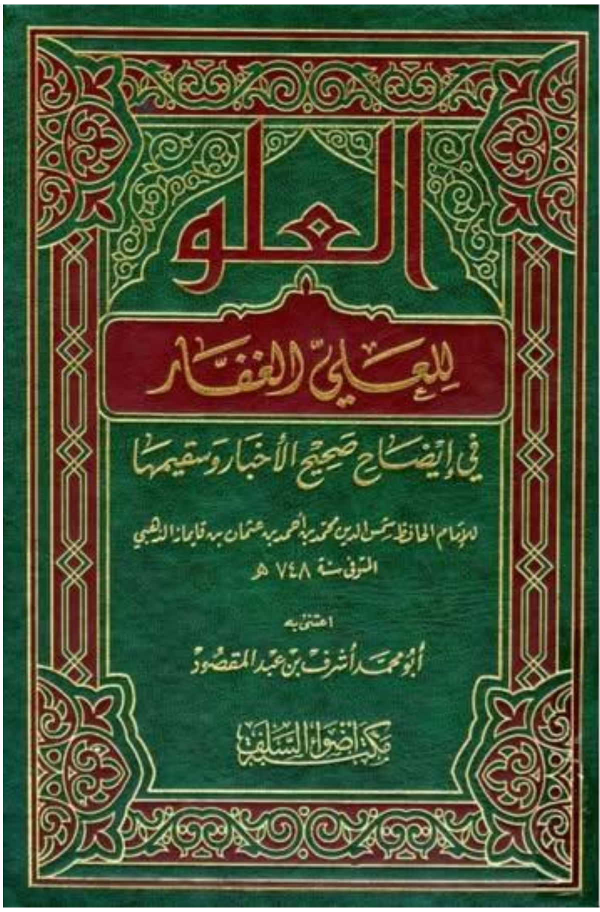
اس کی ٹہنیاں ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں،

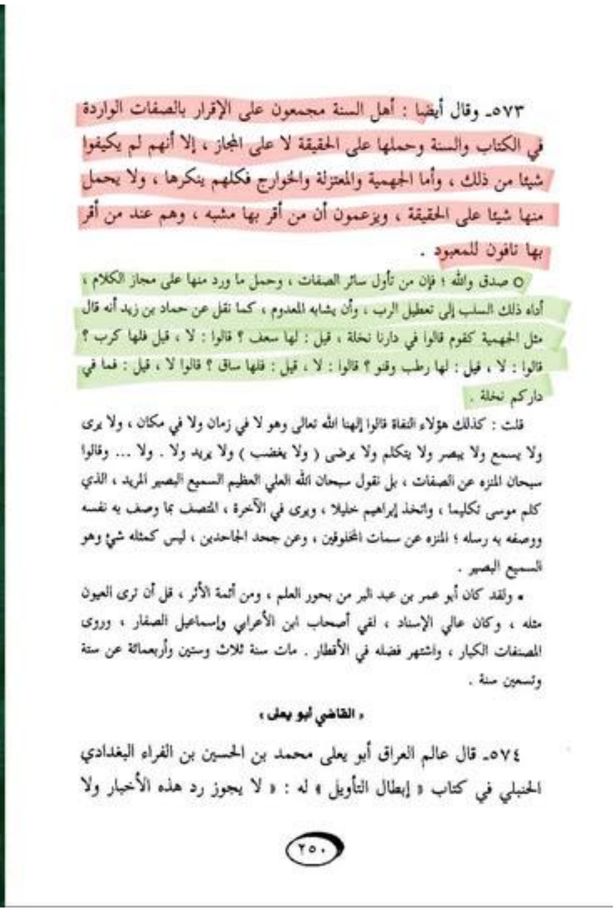
اس میں تازہ پھل اور خوشے ہیں؟ جواب دیا نہیں،

اس کا تنا ہے؟ جواب دیا نہیں،

تو اس قوم سے یہی کہا جائے گا: تمہارے گھر میں کھجور کا کوئی درخت نہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صفات کی نفی کر رہا ہے وہ اللہ کی ذات کی نفی کر رہا ہے، کیونکہ ایسی کوئی ذات نہیں جس کی صفات نہ ہو، لہذا دیوبندیہ جہمیہ جو صفات باری تعالی کے منکر ہیں در حقیقت یہ ذات باری تعالی کے منکر ہیں۔





٥٧٣ـ وقال أيضا : أهل السنة مجمعون على الإقرار بالصفات الواردة في الكتاب والسنة وحملها على الحقيقة لا على المجاز ، إلا أنهم لم يكيفوا شيئا من ذلك ، وأما الجهمية والمعتزلة والخوارج فكلهم ينكرها ، ولا يحمل منها شيئا على الحقيقة ، ويزعمون أن من أقر بها مشبه ، وهم عند من أقر بها نافون للمعبود .

○ صدق والله ؛ فإن من تأول سائر الصفات ، وحمل ما ورد منها على مجاز الكلام ، أداه ذلك السلب إلى تعطيل الرب ، وأن يشابه المعدوم ، كما نقل عن حماد بن زيد أنه قال مثل الجهمية كقوم قالوا في دارنا نخلة ، قيل : لها سعف ؟ قالوا : لا ، قيل فلها كرب ؟ قالوا : لا ، قيل : لها رطب وقنو ؟ قالوا : لا ، قيل : فلها ساق ؟ قالوا لا ، قيل : فما في داركم نخلة .

قلت : كذلك هؤلاء النفاة قالوا إلهنا الله تعالى وهو لا في زمان ولا في مكان ، ولا يرى ولا يسمع ولا يبصر ولا يتكلم ولا يرضى (ولا يغضب) ولا يريد ولا . ولا ... وقالوا سبحان المنزه عن الصفات ، بل نقول سبحان الله العلي العظيم السميع البصير المريد ، الذي كلم موسى تكليما ، واتخذ إبراهيم خليلا ، ويرى في الآخرة ، المتصف بما وصف به نفسه ووصفه به رسله ؛ المنزه عن سمات المخلوقين ، وعن جحد الجاحدين ، ليس كمثله شيء وهو السميع البصير .

• ولقد كان أبو عمر بن عبد البر من بحور العلم ، ومن أئمة الأثر ، قل أن ترى العيون مثله ، وكان عالي الإسناد ، لقي أصحاب ابن الأعرابي وإسماعيل الصفار ، وروى المصنفات الكبار ، واشتهر فضله في الأقطار . مات سنة ثلاث وستين وأربعمائة عن ستة وتسعين سنة .

« القاضي أبو يعلى »

٥٧٤ـ قال عالم العراق أبو يعلى محمد بن الحسين بن الفراء البغدادي الحنبلي في كتاب « إبطال التأويل » له : « لا يجوز رد هذه الأخبار ولا

٢٥٠

✱ اللہ بذاتہ عرش پر ہے، اہل سنت کا مذہب ✱

اس کے اثبات پر علماء اہل سنت نے کتابیں لکھی ہیں کہ اللہ بذاتہ عرش پر ہے، کیونکہ جہمیہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ بذاتہ ہر جگہ ہے، اس کا رد علماء اہل سنت نے کیا اور یہ ثابت کیا اللہ بذاتہ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں۔

ایک درجن علماء اہل سنت کے حوالے گذشتہ پوسٹ میں آپ نے دیکھے اس پوسٹ میں بھی کچھ مزید علماء کے حوالے سے یہ عقیدہ پیش خدمت ہے کہ اللہ پاک بذاتہ عرش پر ہے......

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب "اجتماع الجیوش الاسلامیہ" کا سکین آپ کے سامنے ہے، امام ابن قیم امام قرطبیؒ رحمہ اللہ کی کتاب "شرح أسماء الحسنی" سے امام قرطبیؒ کا بیان نقل کرتے ہیں،

❁ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"اول دور کے سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اللہ کے لیے جہت کی نفی نہیں کی ہے اور نہ اس پر کہتے تھے بلکہ وہ اس کے اثبات میں بیان کرتے تھے، جیسا قرآن میں ہے اور سنت نے اس کی خبر دی ہے اور سلف صالحین میں سے کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا کہ اللہ حقیقی طور پر عرش پر ہے...."

❁ اللہ بذاتہ عرش پر ہے اس بارے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"ابو بکر الحضرمی نے محمد بن جریر الطبری، ابو محمد بن ابی زید اور فقہ و حدیث کے بہت سے شیوخ کا یہی قول نقل فرمایا ہے،

جبکہ قاضی عبد الوہاب نے قاضی ابو بکر اور ابو الحسن الأشعری سے جو کچھ بھی نقل فرمایا اس کا ظاہر بھی یہی ہے، بلکہ قاضی عبد الوہاب نے قاضی ابو بکر کا یہ قول نصاً ذکر کیا ہے کہ:

اللہ تعالی اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش پر مستوی ہے۔

یہ قول قاضی ابو بکر کا "تمہید الأوائل" میں ہے اور یہی قول ابو عمر بن عبد البر اور الطلمنکی و دیگر اندلسی علماء کا ہے اور یہی خطابی کا قول ہے۔"

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ "اللہ بذاتہ عرش پر ہے۔"

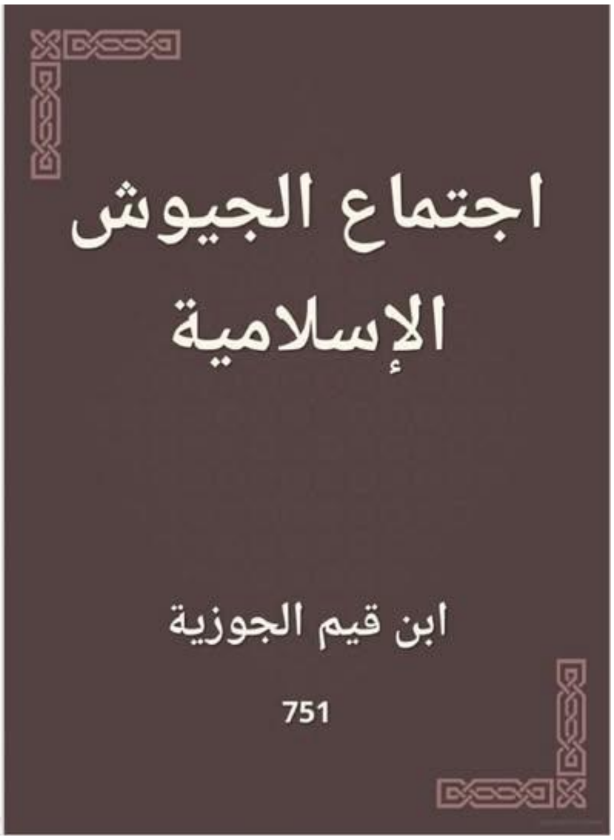
❀ یہ قول:

- ابو بکر حضرمی متوفی 489ھ،
- محمد بن جریر الطبری متوفی 224ھ،
- ابو محمد بن ابی زید متوفی 310ھ،
- قاضی عبد الوہاب المالکی متوفی 422ھ،
- قاضی ابو بکر باقلانی متوفی 403ھ،
- ابوالحسن اشعری متوفی،330ھ،
- ابن عبد البر اندلسی متوفی 463ھ،
- ابو عمر الطلمنکی اندلسی متوفی 429ھ،
- ابو سلیمان الخطابی متوفی 388ھ،
- دیگر علماء اندلس اور فقہ و حدیث کے بہت سے شیوخ کا یہی قول ہے۔

پانچ سو سال کا چیلنج ہے ہمارا موجودہ جہمیہ دیوبندیہ کو، اہل سنت کا پہلے پانچ سو سال میں ایک صرف ایک معتبر عالم دکھادو جو یہ انکار کرتا ہو کہ اللہ بذاتہ عرش پر نہیں، اس وقت بھی بدعتی ہی اس کے منکر تھے آج بھی بدعتی ہی اس کے منکر ہیں۔

أقوال الشارحين لأسماء الله الحسنى

قول القرطبي في شرحه :قال : وقد كان الصدر الأول لا ينفون الجهة بل نطقوا هم والكافة بإثباتها لله تعالى ، كما نطق كتابه وأخبر رسوله صلى الله عليه وسلم ، ولم ينكر أحد من السلف الصالح أنه استوى على العرش حقيقة ، وخص العرش بذلك دون غيره ، لأنه أعظم مخلوقاته ، وإنما جهلوا كيفية الاستواء ، فإنه لا تعلم حقيقته ، كما قال مالك : الاستواء معلوم والكيف مجهول والسؤال عن الكيف بدعة ، وكذلك قالت أم سلمة . ثم ذكر كلام أبي بكر الحضرمي في رسالته التي سماها بالإيماء إلى مسألة الاستواء وحكايته عن القاضي عبد الوهاب : أنه استواء الذات على العرش ، وذكر أن ذلك قول القاضي أبي بكر بن الطيب الأشعري كبير الطائفة ، وأن القاضي عبد الوهاب نقله عنه نصاً ، وأنه قول الأشعري وابن فورك في بعض كتبه ، وقول الخطابي وغيره من الفقهاء والمحدثين .قال القرطبي : وهو قول أبي عمر بن عبد البر والطلمنكي وغيرهما من الأندلسيين ، ثم قال بعد أن حكى أربعة عشر قولاً : وأظهر الأقوال ما تظاهرت عليه الآي والأخبار ، وقال جميع الفضلاء الأخيار : إن الله على عرشه كما أخبر في كتابه وعلى لسان نبيه بلا كيف بائن من جميع خلقه . هذا مذهب السلف الصالح فيما نقل عنهم الثقات .

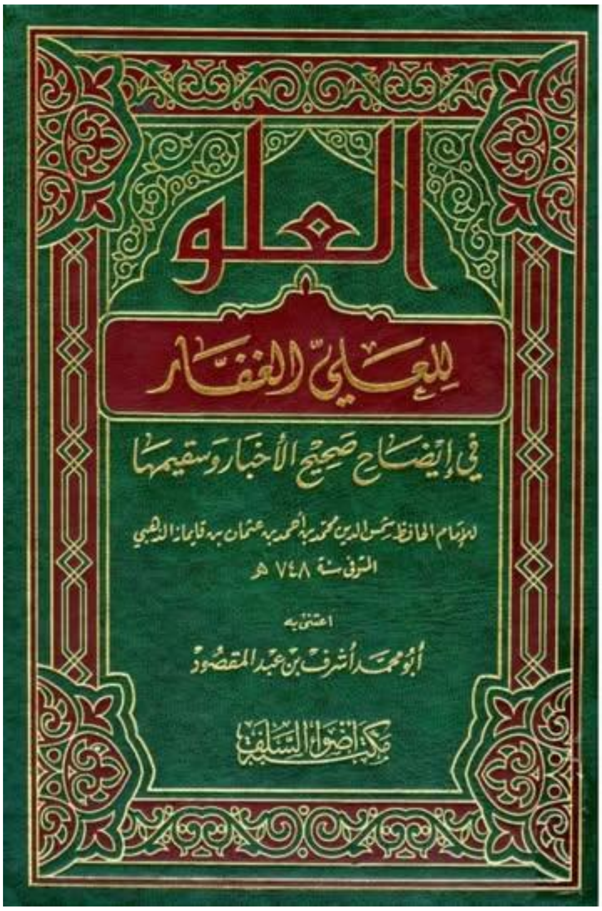


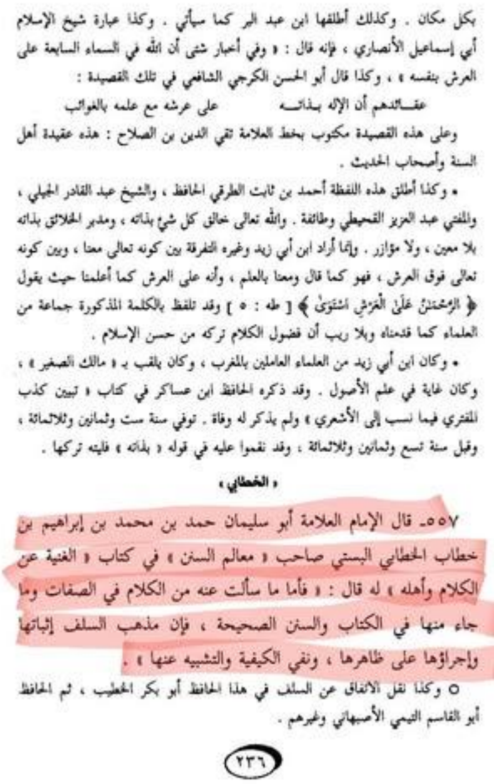
✱ صفات باری تعالی کے ظاہری معنی ہی سلف صالحین کا مذہب ہے ✱

امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں امام خطابی رحمہ اللہ متوفی 388ھ کا قول ان کی کتاب "الغنیہ" سے نقل کرتے ہیں کہ

❀ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ اللہ پاک کی صفات کا اثبات اور ان کا ظاہری معنی لیا جائے گا، تشبیہ کی نفی کی جائے گی اور کیفیات کے بارے سوال نہیں کیا جائے گا۔"





بكل مكان . وكذلك أطلقها ابن عبد البر كما سيأتي . وكذا عبارة شيخ الإسلام أبي إسماعيل الأنصاري ، فإنه قال : « وفي أخبار شتى أن الله في السماء السابعة على العرش بنفسه » ، وكذا قال أبو الحسن الكرجي الشافعي في تلك القصيدة :

عقائدهم أن الإله بذاته ... على عرشه مع علمه بالغوائب

وعلى هذه القصيدة مكتوب بخط العلامة تقي الدين بن الصلاح : هذه عقيدة أهل السنة وأصحاب الحديث .

• وكذا أطلق هذه اللفظة أحمد بن ثابت الطرقي الحافظ ، والشيخ عبد القادر الجيلي ، والمفتي عبد العزيز القحيطي وطائفة . والله تعالى خالق كل شيء بذاته ، ومدبر الخلائق بذاته بلا معين ، ولا مؤازر . وإنما أراد ابن أبي زيد وغيره التفرقة بين كونه تعالى معنا ، وبين كونه تعالى فوق العرش ، فهو كما قال ومعنا بالعلم ، وأنه على العرش كما أعلمنا حيث يقول ﴿ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ﴾ [طه : ٥] وقد تلفظ بالكلمة المذكورة جماعة من العلماء كما قدمناه وبلا ريب أن فضول الكلام تركه من حسن الإسلام .

• وكان ابن أبي زيد من العلماء العاملين بالمغرب ، وكان يلقب بـ « مالك الصغير » ، وكان غاية في علم الأصول . وقد ذكره الحافظ ابن عساكر في كتاب « تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الأشعري » ولم يذكر له وفاة . توفي سنة ست وثمانين وثلاثمائة ، وقيل سنة تسع وثمانين وثلاثمائة ؛ وقد نقموا عليه في قوله « بذاته » فليته تركها .

« الخطابي »

٥٥٧- قال الإمام العلامة أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن خطاب الخطابي البستي صاحب « معالم السنن » في كتاب « الغنية عن الكلام وأهله » له قال : « فأما ما سألت عنه من الكلام في الصفات وما جاء منها في الكتاب والسنن الصحيحة ، فإن مذهب السلف إثباتها وإجراؤها على ظاهرها ، ونفي الكيفية والتشبيه عنها » .

○ وكذا نقل الاتفاق عن السلف في هذا الحافظ أبو بكر الخطيب ، ثم الحافظ أبو القاسم التيمي الأصبهاني وغيرهم .

٢٣٦

✱ صفات کا ظاہری معنی، ابن تیمیہ کا یا تمام سلف صالحین کا مذہب ✱

صفات باری تعالی کا ظاہری معنی لینا سلف صالحین کا مذہب ہے، جبکہ بدعتیوں کے نزدیک یہ مجسمیوں کا عقیدہ ہے جن میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، موجودہ بدعتی دیوبندی بریلوی بھی ایسی بکواس کرتے عام پائے جاتے ہیں، اس کی بنیادی وجوہات دو ہی ہیں، ایک یہ کہ بدعتی جاہل ہیں، دوسری یہ کہ ہر بدعتی اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے۔

صفات باری تعالی کے ظاہری معنی لینے کا عقیدہ تمام سلف صالحین کا تھا،

❁ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سلف میں سے اجماع نقل کرنے والے متعدد اہل علم جن میں امام خطابی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، انہوں نے صفات کے بارے میں سلف کا موقف ذکر کیا کہ:

ان صفات کو ان کے ظاہری معنی کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اس میں کسی قسم کی کیفیت اور تشبیہ شامل نہیں کی جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ صفات کے بارے میں گفتگو بھی ذات کے بارے میں گفتگو کی فرع ہے، تو جو چیز ذات کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مدنظر رکھی جائے گی وہی بات صفات کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بھی مدنظر رکھی جائے گی، چنانچہ ذات کے اثبات میں وجود کا اثبات ہے کیفیت کا اثبات نہیں ہے، تو اسی طرح صفات کے باب میں صفات کے وجود کا اثبات ہے کیفیت کا نہیں، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ: اللہ تعالی کا ہاتھ اور قوت سماعت ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ ہاتھ کا مطلب قدرت اور طاقت ہے، اور قوت سماعت کا مطلب علم ہے......"

❁ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو بیان کیا ہے بالکل ہو بہو یہی بات دیوبندی مولوی اعجاز اشرفی لکھتا ہے کہ:

"رحمٰن عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے،

جس نے اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ (اللہ ہر جگہ موجود ہے یا موجود بلا مکاں ہے) رکھا تو وہ جہمی ہے،

پس سلف صالحین کا مذہب یہ ہے: صفات باری تعالی کا اثبات، ان کا ان کے ظاہر پر اجراء، اور ان سے کیفیت کی نفی کرنا، اس لیے کہ صفات میں کلام کرنا ذات میں کلام کی فرع ہے، ذات کو ثابت کرنا وجود کو ثابت کرنا ہے کیفیت کا ثابت کرنا نہیں ہے، تو اسی طرح صفات کا اثبات ہے، اسی مذہب پر سارے ہی سلف صالحین گزرے ہیں۔"

❀ دوسرا دیوبندی مولوی سعید احمد پالن پوری سلف صالحین کا مذہب لکھتا ہے:

"اس حدیث کے بارے آئمہ فرماتے ہیں: اس پر ایمان لایا جائے گا جس طرح وہ آئی ہے، یعنی اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے، اور اللہ تعالی کے لیے یہ صفات ثابت کی جائیں، اس کے بغیر کہ اس کی کوئی تفسیر کی جائے یا کوئی خیال پکایا جائے، یہی بات متعدد آئمہ نے فرمائی ہے،

مثلاً، امام سفیان ثوری اور امام مالک، حضرت سفیان بن عیینہ اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے یہی بات کہی ہے" ....

❀ تیسرا دیوبندی مولوی سرفراز خان صفدر نے بھی اہل سنت کا مذہب یہی بیان کیا ہے کہ:

"اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالی کے ہاتھ پاؤں اور آسمان دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ تعالی کے سپرد کر دینی چاہیے۔"

❀ چوتھا دیوبندی مولوی انور شاہ کشمیری نے بھی یہی سلف صالحین کا مذہب قرار دیا ہے چنانچہ جناب لکھتے ہیں:

"اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک کا آسمان دنیا پر نزول حقیقی نزول ہے جسے ظاہر پر رکھا جائے گا اور اس کی تفصیل و تشریح اللہ کے سپرد کی جائے گی جیسا اس کی شایان شان ہے، یہی مذھب چاروں اماموں اور تمام سلف صالحین کا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔"

اگرچہ ان دیوبندی مولویوں میں بعض دیوبندی مولویوں کا عقیدہ بدعتیوں والا ہی ہے لیکن اس کے باوجود اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ تمام سلف صالحین، آئمہ اربعہ، اہل سنت واہل حدیث کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ پاک کی صفات کا ظاہری معنی لیا جائے گا اور کیفیت اللہ کے سپرد کی جائے گی۔

اب ان دیوبندی جہلاء کو ہم کیسے سمجھائیں کہ اگر صفات کا کوئی معنی نہ لیا جاتا جیسا کہ تم بدعتیوں کا نظریہ ہے تو کیفیت کی طرح معنی کو بھی اللہ کے سپرد کرتے اسلاف امت، جبکہ سلف کا نظریہ صفات کا ظاہری معنی لینا اور کیفیت اللہ کے سپرد کرنا ہے جیسا کہ ثابت کر دیا گیا۔



وصف الله بالعلو على العرش.

ومسألة القرآن.

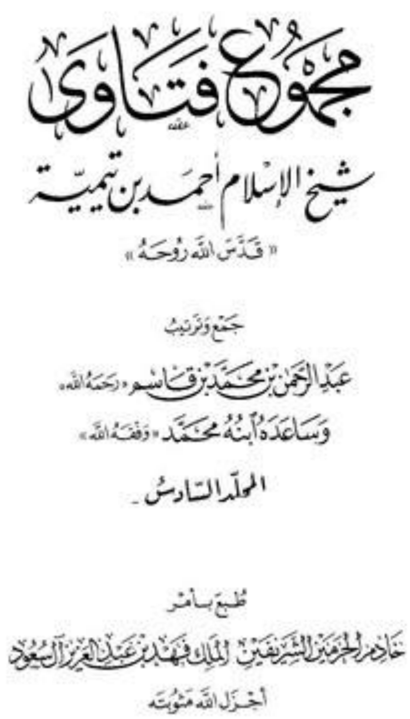
ومسألة تأويل الصفات.

فقلت له: نبدأ بالكلام على «مسألة تأويل الصفات» فإنها الأم والباقي من المسائل فرع عليها. وقلت له: مذهب «أهل الحديث» وهم السلف من القرون الثلاثة ومن سلك سبيلهم من الخلف: أن هذه الأحاديث تمر كما جاءت، ويؤمن بها وتصدق، وتصان عن تأويل يفضي إلى تعطيل، وتكييف يفضي إلى تمثيل.

وقد أطلق غير واحد ممن حكى إجماع السلف — منهم الخطابي — مذهب السلف: أنها تجرى على ظاهرها، مع نفي الكيفية والتشبيه عنها؛ وذلك أن الكلام في «الصفات» فرع على الكلام في «الذات» يحتذى حذوه، ويتبع فيه مثاله؛ فإذا كان إثبات الذات إثبات وجود، لا إثبات كيفية؛ فكذلك إثبات الصفات إثبات وجود لا إثبات كيفية. فنقول إن له يداً وسمعاً، ولا نقول إن معنى اليد القدرة ومعنى السمع العلم.

فقلت له: وبعض الناس يقول: «مذهب السلف» أن الظاهر غير مراد ويقول: أجمعنا على أن الظاهر غير مراد، وهذه العبارة خطأ: إما لفظاً ومعنى، أو لفظاً لا معنى؛ لأن الظاهر قد صار مشتركا بين شيئين:

٣٥٥

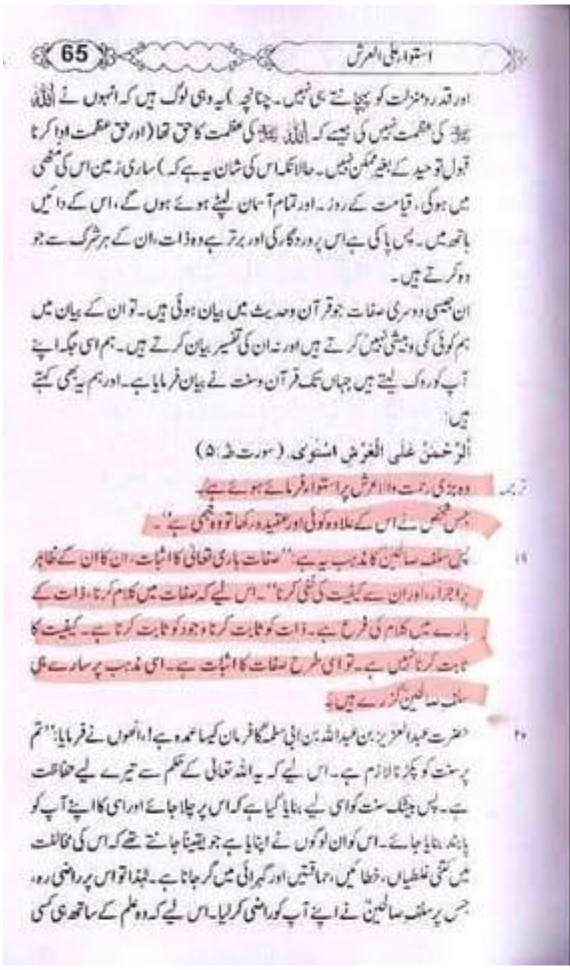


مجموع فتاوى
شيخ الإسلام أحمد بن تيمية
«قدس الله روحه»

جمع وترتيب
عبد الرحمن بن محمد بن قاسم «رحمه الله»
وساعده ابنه محمد «وفقه الله»

المجلد السادس

طبع بأمر
خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبد العزيز آل سعود
أجزل الله مثوبته



65 استواء علی العرش

اور قدر و منزلت کو پہچانتے ہی نہیں۔ چنانچہ) یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ ﷻ کی عظمت نہیں کی جیسے کہ اللہ ﷻ کی عظمت کا حق تھا (اور حق عظمت ادا کرنا قبول توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، قیامت کے روز۔ اور تمام آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے، اس کے داہنے ہاتھ میں۔ پس پاکی ہے اس پروردگار کی اور برتر ہے وہ ذات، ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

ان جیسی دوسری صفات جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ تو ان کے بیان میں ہم کوئی کمی و بیشی نہیں کرتے ہیں اور نہ ان کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ہم اسی جگہ اپنے آپ کو روک لیتے ہیں جہاں تک قرآن و سنت نے بیان فرمایا ہے۔ اور ہم یہ بھی کہتے ہیں:

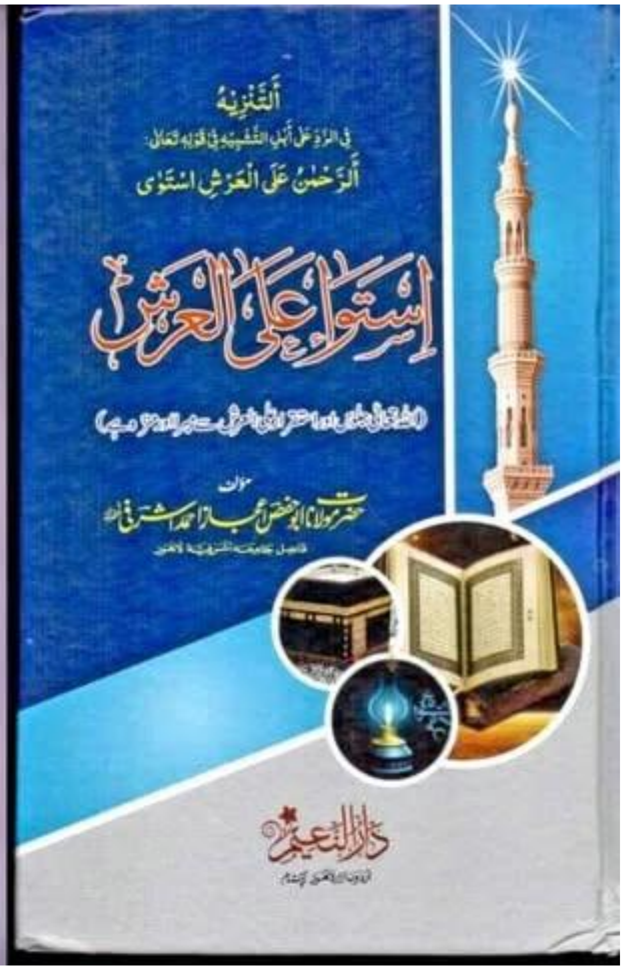
اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. (سورت طٰہٰ:۵)

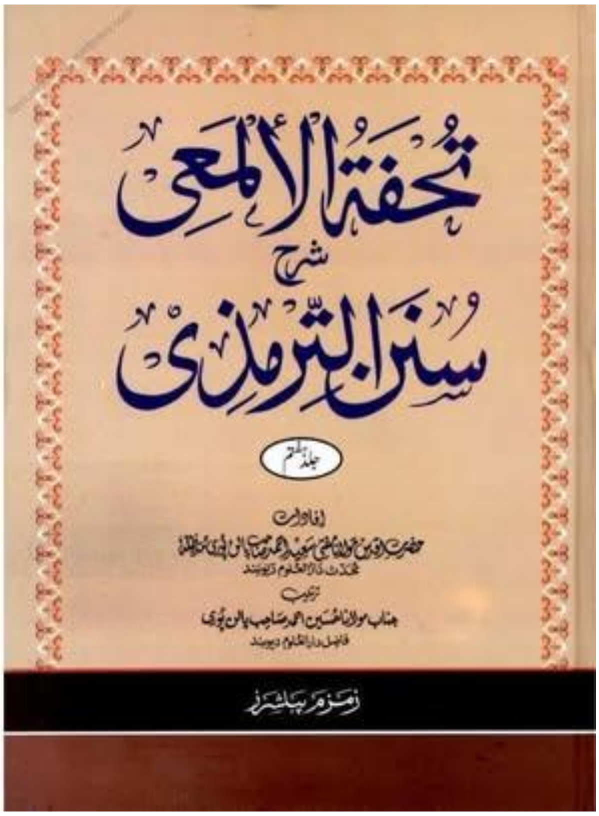
ترجمہ: وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

جس شخص نے اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ رکھا تو وہ جہمی ہے"۔

۱۹ پس سلف صالحین کا مذہب یہ ہے: "صفات باری تعالیٰ کا اثبات، ان کا ان کے ظاہر پر اجراء، اور ان سے کیفیت کی نفی کرنا"۔ اس لیے کہ صفات میں کلام کرنا، ذات کے بارے میں کلام کی فرع ہے۔ ذات کو ثابت کرنا وجود کو ثابت کرنا ہے۔ کیفیت کا ثابت کرنا نہیں ہے۔ تو اسی طرح صفات کا اثبات ہے۔ اسی مذہب پر سارے ہی سلف صالحین گزرے ہیں۔

۲۰ حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ کا فرمان کیسا عمدہ ہے! انھوں نے فرمایا: "تم پر سنت کو پکڑنا لازم ہے۔ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیرے لیے حفاظت ہے۔ پس بیشک سنت کو اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس پر چلا جائے اور اسی کا اپنے آپ کو پابند بنایا جائے۔ اس کو ان لوگوں نے اپنایا ہے جو یقیناً جانتے تھے کہ اس کی مخالفت میں کتنی غلطیاں، خطائیں، حماقتیں اور گمراہی میں گر جانا ہے۔ لہٰذا تو اس پر راضی رہ، جس پر سلف صالحینؒ نے اپنے آپ کو راضی کرلیا۔ اس لیے کہ وہ علم کے ساتھ ہی کسی







تحفۃ الالمعی (المجلد السابع) ۲۱۳ ابواب تفسیر القرآن

کا کوئی ہاتھ بایاں نہیں، کیونکہ لفظ "دایاں" قوت وکمال پر دلالت کرتا ہے اور لفظ "بایاں" کی ضعف اور کمزوری پر، اور اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات، صفات کمالیہ ہیں، اور "ہاتھ" بھی ایک صفت ہے، پس اس میں بھی نقص نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، چنانچہ لفظ "بائیں" سے احتراز کرتے ہوئے فرمایا: "ان کے دوسرے ہاتھ میں"

اور یہ بھی ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس بے انتہا خزانے ہیں: تو پھر بعض لوگ غریب کیوں ہیں؟ اور بعض پر روزی تنگ کیوں ہورہی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں، اس لئے بے اندازہ روزی عنایت نہیں فرماتے۔ بندوں کی مصلحتیں دیکھتے ہیں اور دیتے ہیں، کسی کو کم دیتے ہیں کسی کو زیادہ، جیسے ہم اپنے چھوٹے بچوں کو خرچ کے لئے پیسے کم دیتے ہیں اور بڑوں کو زیادہ، یہ بچوں کی مصلحت کے پیش نظر کیا جاتا ہے، حالانکہ ہمیں چھوٹی اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے — اور "ترازو جھکانا" کنایہ ہے زیادہ دینے سے، جھکتا تو لینے کا ہی مطلب ہوتا ہے اور "ترازو اٹھانا" کنایہ ہے کم دینے سے — اور "ترازو" سے مراد مخلوق کے درمیان رزق کی تقسیم ہے۔

صفات متشابہات کے سلسلہ میں صحیح موقف: یہ حدیث صفات متشابہات سے بھری ہوئی ہے تقریباً ہر جملہ میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت بیان ہوئی ہے جو ہماری صفات سے ملتی جلتی ہے، ایسی صفات کے سلسلہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف تنزیہ مع التفویض ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس آیت: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ﴾ کی تفسیر ہے، اور اس حدیث کے بارے میں ائمہ فرماتے ہیں: اس پر ایمان لایا جائے، جس طرح وہ آئی ہے، یعنی اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفات ثابت کی جائیں، اس کے بغیر کہ اس کی کوئی تفسیر کی جائے، یا کوئی خیال باندھا جائے، یہی بات متعدد ائمہ نے فرمائی ہے، مثلاً امام سفیان ثوری، امام مالک، حضرت ابن عیینہ اور حضرت ابن المبارک نے بھی بات کہی ہے کہ یہ حدیثیں بیان کی جائیں (ان کو چھپایا نہ جائے، اس ڈر سے کہ ان سے گمراہ فرقے استدلال کریں گے) اور ان پر ایمان لایا جائے، اور یہ نہ پوچھا جائے کہ یہ صفات کیسی ہیں؟! (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ایک حد تک ہی سمجھا جاسکتا ہے، پوری طرح نہیں سمجھا جاسکتا، اور اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو تحفہ ۵۸۳:۲ میں آچکی ہے)

[۳۰۶۹-] حدثنا أحمد بن منيع، نا يزيد بن هارون، نا محمد بن إسحاق، عن أبي الزناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يمين الرحمن ملأى، سحّاء، لا يغيضها الليل والنهار" قال: "أرأيتم ما أنفق منذ خلق السماوات؟ فإنه لم يغض ما في يمينه، وعرشه على الماء، وبيده الأخرى الميزان، يخفض ويرفع"

هذا حديث حسن صحيح، وهذا الحديث في تفسير هذه الآية: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ: يَدُ اللهِ مَغْلُوْلَةٌ، غُلَّتْ أَيْدِيْهِمْ﴾ الآية، وهذا الحديث: قال الأئمة: يؤمن به كما جاء، من غير أن يفسر، أو

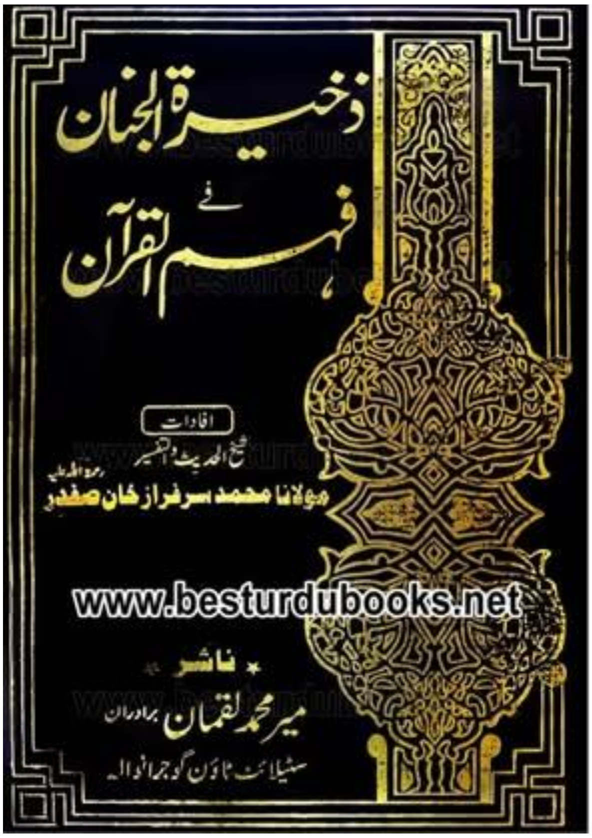


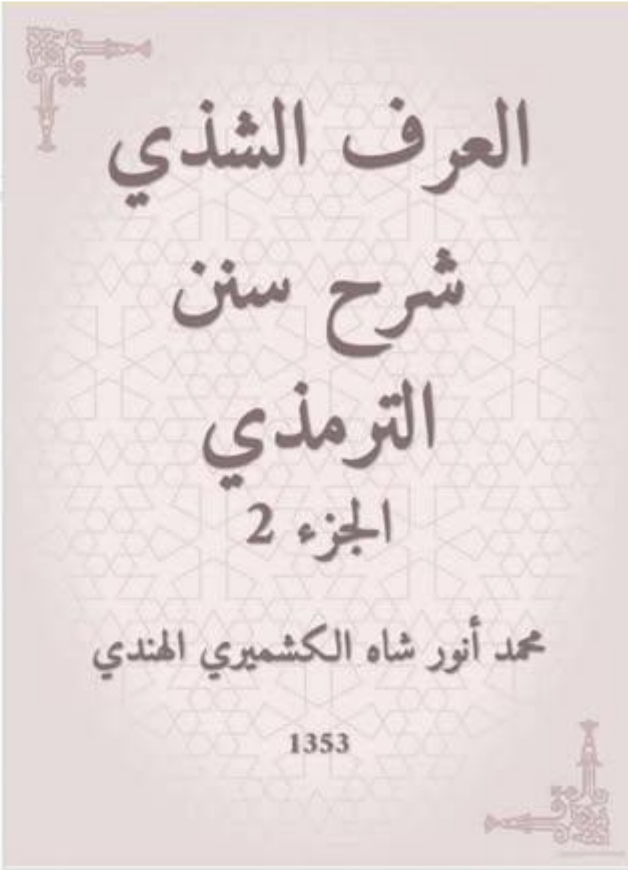
ذخیرۃ الجنان ۳۵ المجادلۃ ۵۸

ذکر ہے۔ آگے بھی ان صفات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ وہ مکاری کرتے ہوئے جو آپ کو سلام کی بجائے بددعائیہ کلمات کہتے ہیں ان سب کو جانتا ہے۔ پھر پچھلے رکوع میں ذکر تھا کہ یہ احکام اس لیے اتارے گئے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھو۔ اور اس رکوع میں ذکر ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ایمان والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے :

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اے مخاطب! کیا آپ جانتے نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اَلَمْ تَرَ میں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے یعنی علم۔ اسی لیے مفسرین کرام رحمہم اللہ اَلَمْ تَرَ کا معنیٰ اَلَمْ تَعْلَمْ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اگر مخفی انداز میں مشورہ کیا جائے یا کانوں میں باتیں کی جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اس لیے کہ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے آسمانوں اور زمین کی باتوں کو اور مخفی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں اور آسمان دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینی چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے اس کے ظاہر پر ایمان رکھنا چاہیے اور معیت کی کیفیت پر غور و خوض نہیں کرنا چاہیے اور نظریہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے





اللفظي فالحاصل أنهم قائلون بحدوث الكلام اللفظي لا بخلقه، وصنف ابن تيمية في كون الباري يقوم به الأفعال الاختيارية مجلداً كاملاً، ودل مارويناه على رغم أنف من قال بأن أبا حنيفة جهمي عياذاً بالله، فإن أبا حنيفة قائل بما قال السلف الصالحون، فالحاصل أن نزول الباري إلى سماء الدنيا نزول حقيقة يحمل على

ظاهره ويفوض تفصيله وتكييفه إلى الباري عز برهانه، وهو مذهب الأئمة الأربعة والسلف الصالحين كما نقله الحافظ في فتح الباري عنه، وذهب الأشاعرة المتكلمون إلى ما ذهبوا، ثم نقول: إن قول الأشعرية بأن الصفات الفعلية حوادث، لا دليل لهم عليه فإنها ليست بحادثة، وإن قيل: إن للصفات الفعلية التي تحت الأسماء الحسنى للباري تعلقاً بالحوادث فتكون حوادث. قلت: إن المقدرة والإرادة وغيرهما أيضاً تعلقاً بالحوادث ولا تقولون بحدوثها ثم المشهور بين المتكلمين أن الإرادة مثلاً قديمة والتعلقات بالمتعلقات الحادثة حوادث وقال الحذاق منهم: إن الإرادة مثلاً والتعلق قديمان والمتعلق حادث كما قال الدواني في رسالة إثبات الواجب.

ويعلم أن العلم يتعلق بالمعدومات بدون واسطة الصور وأنكره الفلاسفة الملاعنة.

(ف) قال المناطقة: إن العلم هي الصورة الحاصل وقال ميرزاهد: إن العلم هي الحالة الإدراكية، وقال المتكلمون: إن العلم مبدء الحالة الإدراكية، ونظيره أن يكون بيت مظلم وفيه مشكاة وضعت فيها السراج فانتشر ضياء السراج ووضعت ثمة تمثالاً فإذن قال المناطقة: إن العلم هي التمثال وقال ميرزاهد: إن العلم هو ضياء السراج، المنتشر، قال أرباب الكلام: إن العلم هو السراج، فتحول الأمر إلى ذوي الألباب وينظر فيه ويصدق الصادق ويكذب الكاذب، هذا ما تيسر لي الآن في ذكر نبذة الكلام، والكلام أطول من هنا والله أعلم، وعلمه أتم، فحاصل الباب أن نؤمن بالمتشابهات كما وردت بظاهرها ونفوض التفصيل إلى الله، وورد في النصوص أن لله يميناً ورجلاً وحقواً ويداً ووجهاً وغيرها فنؤمن بظاهرها.

قوله: (ثلث الليل الأول) في رواية نصف الليل وفي رواية ثلث الليل الآخير، واختار المحدثون الثالثة، وأقول: تحمل الأحاديث والروايات الثلاثة على أصلها بلا ترجيح، ويقال بنزول الله في الأوقات الثلاثة فإنه تعالى وتقدس لا يشغله شأن، والأوقات الثلاثة مباركة لأنها أوقات الفراغ عن غير الله تعالى وتقدس.

✱ اللہ کی دو آنکھیں ہیں، اہل سنت و اہل حدیث کا مذہب ✱

دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک اللہ بغیر آنکھوں والا ہے اور دیوبندی سارے آنکھوں والے ہیں، یعنی ان کے نزدیک اللہ ناقص ہے اور یہ خود کامل، ان جہلاء کو یہ علم نہیں کہ آنکھیں نہ ہونا عیب ہے جو تم اللہ پر لگاتے ہو، ان کے جاہل مولویوں نے انہیں یہ کہہ کر اللہ کا گستاخ بنا دیا کہ اس طرح اللہ کی مخلوق سے مشابہت ہو گی لہذا تم اللہ کو بغیر آنکھوں والا مان کر عیب دار مان لو،

❁ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"دجال کانا ہے تمہارا رب کانا نہیں۔"

[صحیح بخاری]

یعنی ایک آنکھ نہ ہونا عیب ہے جو کہ دجال میں ہوگا اور اللہ اس سے پاک ہے اور جو اللہ کی دونوں آنکھوں کا منکر ہو وہ کتنا بڑا گستاخ ہے رب العزت کا۔

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے پروردگار خالق و مالک کی دو آنکھیں ہیں، اللہ تعالی ان سے دیکھتا ہے، چاہے وہ زمین کی کتنی ہی گہرائی میں ہو، یا نچلی ساتویں زمین سے بھی نیچے ہو، اور جو کچھ بھی بلند و بالا آسمانوں میں ہے، اللہ تعالی ان سب کو دیکھ رہا ہے۔"

❁ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اہل سنت و اہل حدیث کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان اہل سنت و اہل حدیث کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ رحمٰن عرش پر ہے، اس کے دو ہاتھ بھی ہیں کیسے ہیں یہ نہیں معلوم، اس کی دو آنکھیں بھی ہیں مگر کیفیت نہیں معلوم" ...

تو یہ ہے اہل سنت و اہل حدیث کا عقیدہ جو کہ وجود باری تعالی کے اثبات کا عقیدہ ہے، دیو بندی بدعتیوں والے عقیدے اپنا کر اللہ کے گستاخ اور ملحد نہ بنیں، اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے، آمین!



إثبات السمع والرؤية لله عز وجل — تهذيب التوحيد

لتأمرني بأمرك، وبما شئت؛ إن شئت أن أطبق عليهم الأخشبين[1] فعلتُ».

فقال له رسول الله ﷺ: «بل أرجو أن يخرج من أصلابهم من يعبد الله وحده، لا يشرك به شيئًا»[2].

٦٠ ـ عن أبي موسى الأشعري قال: كُنتُ مع رسول الله ﷺ في غزاة، فلمّا أقبلنا وأشرفنا على المدينة، كبّر النّاس تكبيرةً رفعوا بها أصواتهم، فقال رسولُ الله ﷺ: «[أيُّها النّاسُ!] إنّ ربّكم ليس بأصمَّ، ولا غائبٍ»[3].

وفي رواية: «إنّكم لا تدعون أصمَّ، ولا غائبًا».

قال أبو بكر: فاسمعوا يا ذوي الحجا ما نقولُ في هذا الباب ونذكرُ بَهتَ الجهمية وزُورَهم وكذبَهم على عُلماء أهل الآثار، ورَميهم خيارَ الخلق ـ بعد الأنبياء ـ بما الله قد نزّههم عنه، وبرّأهم منه.

تزوِّر الجهميةُ على علمائنا أنهم مُشبهة!!

فاسمعُوا ما أقولُ وأبيّن من مذاهب عُلمائنا، تعلموا وتستيقنوا ـ بتوفيق خالقنا ـ: أن هؤلاء المعطلة يبهتون العلماءَ، ويرمونهم بما الله نزّههم عنه.

نحنُ نقولُ: لربّنا الخالق عينان، يُبصر بهما ما تحتَ الثرى، وتحت الأرض السّابعة السُّفلى، وما في السّماوات العُلى، وما بينهما من صغيرٍ وكبيرٍ، لا يخفى على خالقنا خافيةٌ في السماوات السبع، والأرَضين السبع، ولا مما بينهم ولا فوقهم[4] ولا أسفل منهنّ، ولا يغيبُ عن بصره من ذلك شيءٌ.

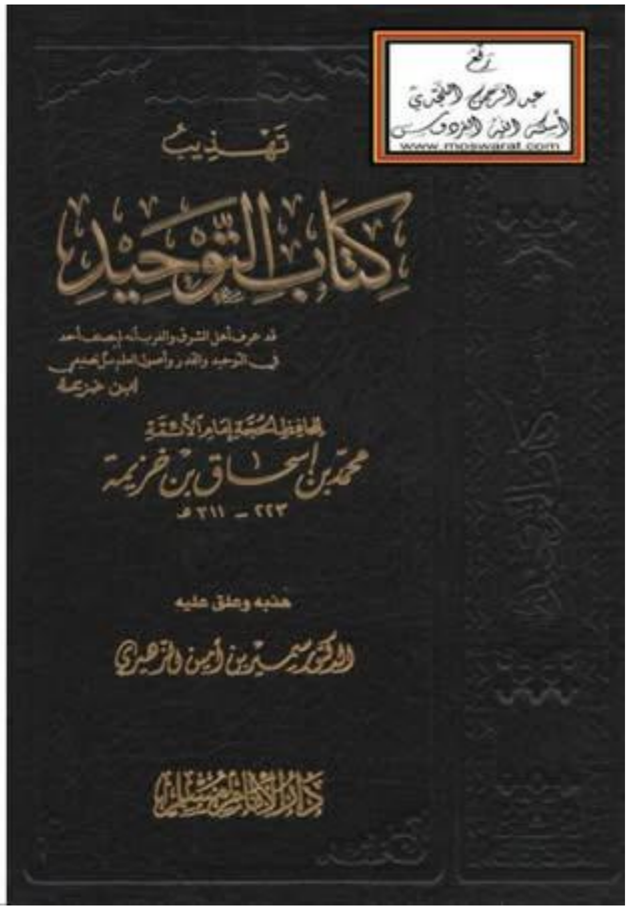
(١) هما جبلا مكة: أبو قبيس والذي يقابله.

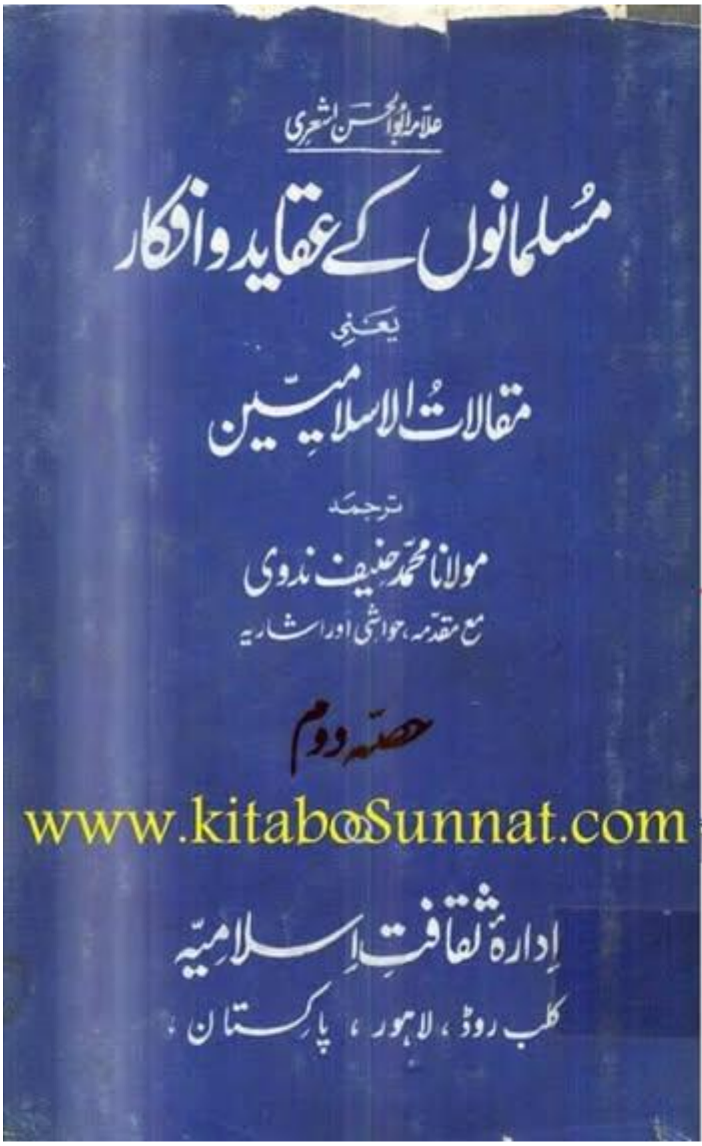
(٢) صحيح. ورواه البخاري (٣٢٣١ و٧٣٨٩)، ومسلم (١٧٩٥).

(٣) صحيح. ورواه البخاري (٦٤٠٩)، وفي «خلق أفعال العباد» (٩١)، ومسلم (٢٧٠٤)، وأبو داود (١٥٢٧)، والنسائي في «الكبرى» (١٠٣٧١)، وفي «عمل اليوم والليلة» (٥٣٧)، وأحمد (٤/٤٠٧).

(٤) كذا، والجادة: «ولا مما بينهن ولا فوقهن».

٦٤







اصحاب حدیث یا اہل السنۃ کے عقائد

اہل الحدیث یا اہل السنۃ جن چیزوں کو فکر ونظر کا محور کرتے ہیں وہ یہ ہیں،

اللہ، ملائکہ، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابیں، اس کے رسول، اور جو حکم بھی اللہ کی طرف سے آیا، یا جو ذخیرۂ احادیث ثقہ راویوں نے آنحضرتؐ سے روایت کیا اور امت تک پہنچایا، ان سب کی حقانیت کا یہ اقرار کرتے ہیں اور ان میں سے کسی شے کی بھی یہ تردید نہیں کرتے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ ایک، فرد (یگانہ) اور صمد (بے نیاز) ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ جورو۔ محمدؐ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ جنت برحق ہے۔ جہنم بھی برحق ہے قیامت آکے رہے گی۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش پائی نہیں جاتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قبر والوں میں سے لوگوں کو اٹھا کھڑا کرے گا۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

الرحمٰن علی العرش استوی (طہٰ ۵) رحمٰن عرش پر استوار پذیر ہے۔

اس کے دو ہاتھ بھی ہیں۔ کس طرح کے ہیں؟ یہ نہیں معلوم۔ قرآن میں ہے،

خلقت بیدی (ص ۷۵) جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔

اس کی دو آنکھیں بھی ہیں۔ مگر کیفیت نہیں معلوم۔ قرآن میں ہے،

تجری باعیننا (قمر) کشتی جو ہماری آنکھوں کے سامنے رواں تھی

یہی نہیں، اس کا چہرہ بھی ہے۔ قرآن ہی میں ہے،

ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام (رحمٰن: ۲۷) اور آپ کے پروردگار کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو کہ عظمت واحسان والا ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارہ میں معتزلہ وخوارج کی طرح یہ کہنا کہ یہ اللہ کا غیر ہیں جائز نہیں۔

✱ اللہ پاک کے لیے حد کا اثبات ✱

اللہ کے لیے حد کا معنی یہ ہے کہ اللہ مخلوق سے جدا ہے، اور اس حد کی کیفیت کا علم اللہ کو ہی ہے،

❀ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ متوفی 181ھ سے صحیح سند سے ثابت اثر ہے،

"علی بن حسن بن شقیق نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کہا:

ہم اپنے رب کو کیسے پہچانیں؟

عبداللہ بن مبارک (رحمہ اللہ) نے فرمایا:

اس طرح کہ وہ ساتوں آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے اور وہ اپنی مخلوقات سے جدا ہے۔

میں (راوی) نے کہا:

حد کے ساتھ؟

انہوں نے جواب دیا:

ہاں حد کے ساتھ، جس حد کا علم صرف اللہ تعالی کو ہے۔"

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا یہ قول متعدد کتب میں صحیح سند سے موجود ہے جن کے سکین پوسٹ میں لگا دیے ہیں،

❀ امام دارمی رحمہ اللہ متوفی 280ھ بشر مریسی حنفی جہمی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور اعتراض کرنے والے نے یہ دعوی بھی کیا کہ اللہ کے لیے کوئی حد، غایت اور نہایت نہیں اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر جہم (بن صفوان) نے اپنی تمام تر ضلالات کو قائم کیا اور اپنی غلطیوں کو اسی سے مشتق کیا اور یہ ہم تک نہیں پہنچا کہ سارے جہاں میں جہم سے پہلے کسی نے اس کلمہ کے قائل ہونے میں پیش روی کی ہو۔"

مزید امام دارمی فرماتے ہیں:

"ہر شے کولازماً موصوف کیا جاتا ہے اور لا شیء کو بلا حد اور بلا غایت موصوف کیا جاتا ہے، اور جب تم کہتے ہو اللہ کے لیے حد نہیں تو اس کا مطلب ہے اللہ کوئی شے ہی نہیں۔"

سلف صالحین نے اللہ کے لیے حد کا اثبات مخلوق سے جدا ہونے کے معنی میں کیا ہے اور یہ بات عقلاً بھی درست ہے، جبکہ دیوبندیہ بدعتیہ سلف صالحین میں دیگر عقائد و نظریات میں مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ اس نظریہ میں بھی مخالف ہیں۔ دیوبندی بدعتیوں کے نزدیک اس سے اللہ محدود ہو جاتا ہے اگر اللہ کے لیے حد مان لی جائے یعنی اسے مخلوق سے جدا مان لیا جائے، کیونکہ ان کی بند عقلوں کے مطابق پھر اللہ لا محدود نہیں رہتا۔

اب یہ کلامیہ فرقے کی موت ہے جنھوں نے متکلمین کی ناقص عقلوں پر اپنے عقائد کی بنیاد رکھی ہے، موت کیسے ہے یہ آگے آپ دیکھتے جائیں ...

کیونکہ یہ بدعتی خود مانتے ہیں کہ اللہ کسی کے ساتھ متحد نہیں اور نہ ہی کسی چیز میں حلول کرتا ہے،

❁ چنانچہ دیوبندی اکابر ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"حق تعالی کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا، اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے، اور نہ وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے۔"

متحد کا معنی بلا حد، مِلا ہونا، یعنی اللہ بلا حد نہیں، اب دیوبندیہ کی یہ موت ہے کہ اللہ کے لیے حد ماننی پڑے گی،

دیوبندیہ جہمیہ کا حال یہ ہے کہ کہتے ہیں اللہ ہر جگہ ہے جب ہم کہتے ہیں کہ ہر جگہ بھی تو مکاں ہے جیسے تم نے عرش مکان بنایا، پھر دوسری طرف دوڑتے ہیں کہ نہیں موجود بلا مکاں ہے،

جب ہم کہتے ہیں موجود بلا مکاں ہے یہ تو تضاد ہے کہ مکاں میں موجود مان کر کہہ رہے ہو بلا مکاں ہے، پھر تیسری طرف دوڑتے ہیں کہ مکاں میں نہیں،

ہم کہتے ہیں ہر جگہ یعنی مکاں میں نہیں تو پھر کہاں ہے؟ تو پھر ملحد بن کر کہتے ہیں کہیں بھی نہیں،

پھر یہ بدعتی کہتے ہیں کہ مکاں میں تب ہوگا جب جسم مانا جائے، ہم کہتے ہیں جب تم نے مکان میں موجود مان لیا تو جسم ثابت کر دیا،

پھر کہتے ہیں نہیں مکاں میں موجود ماننے سے جسم ثابت نہیں ہوتا، ہم کہتے ہیں پھر عرش پر ماننے سے جسم کیسے ثابت ہوتا ہے؟

پھر دیوبندی جہمیہ کہتے ہیں ہم موجود بلا مکاں بلا کیف مانتے ہیں اس لیے جسم ثابت نہیں ہوتا، ہم کہتے ہیں ہم عرش پر مستوی بلا کیف مانیں تو جسم کیسے ثابت ہو گیا؟

ہم دیوبندی جہمیہ سے پوچھتے ہیں، اللہ موجود بلا مکاں ہے تو کیا تمہارے ساتھ بلا حد ہے یا تمہارے اندر بھی موجود ہے؟

اب حلول سے بچنے کے لیے دیوبندی جہمی کہتا ہے نہیں ہمارے اندر موجود نہیں نہ ہمارے ساتھ متحد ہے جیسا کہ اوپر ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب بھی یہی کہہ رہے ہیں، پھر ہم کہتے ہیں جب تمہارے ساتھ متحد نہیں تمہارے اندر نہیں تو تم نے محدود کر دیا اللہ کو یہ کہہ کر کہ اللہ کسی مخلوق کے ساتھ متحد یعنی بلا حد نہیں اور کسی مخلوق کے اندر نہیں۔

دیوبندی جہمی کہتا ہے نہیں مخلوق کے ساتھ بلا حد متحد نہ ماننے یا مخلوق کے اندر نہ ماننے سے اللہ محدود نہیں ہوتا، ہم کہتے ہیں پھر عرش پر ماننے سے اللہ محدود کیسے ہو جاتا ہے؟

تو پھر ہم کہتے ہیں، جب تم جہمیہ کہتے ہو اللہ مخلوق کے اندر نہیں تو عرش سے فرش تک مخلوق ہی مخلوق ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ عرش سے لے کر فرش تک کہیں نہیں، پھر آخر یہی سلف صالحین کا عقیدہ بچتا ہے یہ مان لیا جائے کہ اللہ عرش کے اوپر ہے حد کے ساتھ۔

قَالَ: "على السماء الســابعة على عرشـه، لا نقـول كمـا تقـول الجهميـة: إن إلاهنا في الأرض".

١١٣– حَدَّثَنَا أَبُو حفص عمر بن أحمد بن شهاب قَالَ ثَنَا أَبِـي أحمـد بـن عَبْـد الله قَالَ ثَنَا أَبُو بكر أحمد بـن مُحَمَّـد بن هـانئ الأثـرم قَـالَ حدثني مُحَمَّـد بن إبراهيم القَيْسِي قَالَ: قلت لأحمد بن حنبل: يُحْكَى(ق١٩٤/أ) عن ابن المبـارك قيـل له: كيف نعرف ربنا تعالى؟.قَالَ: "في السماء السابعة على عرشه بحد[1]"، قَـالَ أحمد: "هكذا هو عندنا".

١١٣– أثر ابن المبارك: في إسناده بعض الجهالة.

عزاه ابن أبي يعلى القـراء في "طبقـات الحنابلـة" (٢٦٧/١) للأثـرم، وعـزاه للخـلال شيخ الإسلام في "درء تعارض النقل مع العقـل" (٣٤/٢)، وكـذا الموفـق ابـن قدامـة المقدسي في "إثبات صفة العلو" (ص١٧١) (ح٨٤).

ومحمد بن إبراهيم القيسي: قال عنه أبو يعلى: "نقل عن إمامنا أشياء"، و لم يزد علـى ذلك.

أحمد بن عبد الله بن شهاب العكبري: ترجم الخطيب في "تاريخه" (٢٢١/٤) لأحمـد بن عبد الله شهاب العكبري أبو العباس فيحتمل أنه هـو، و لم يذكـر فيـه جرحـاً ولا تعديلاً.

وشيخ المصنف: عمر بن أحمد بن عبد الله بن شـهاب أبـو حفـص العكـبري: وثقـه الخطيب. (تاريخ بغداد ٢٤٠/١١).

-١٥٦-

---

(١) الحد: ...
والسكو...
قال شا...
ينفصل ...
بل هو ...
منازعة ...
وأما الحـ...
السنة" ...
وقال شـ...
الأول: ...
فهمنا ...
ضلالة.
والثاني: ...
متحيز– ...
ولا إثبا...
رده، ولا...
وينظر (...



-١٥٧-

(٤٩) بـــــاب

في قول الله عز وجل: ﴿ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾

١٧٧٥ سألت إسحاق بن إبراهيم ، قلـــت : قـــول الله تبـــارك وتعـــالى : ﴿ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ ﴾(١) كيف تقول فيه ؟ قال: حيث ما كنت هو أقرب إليك مـــن حبل الوريد، وهو بائن من خلقه(٢).

١٧٧٦ قلت لإسحاق : [على](٣) العرش بحدٌ ؟ قال : نعم بحدٌ ، وذكر عن ابـــن المبارك قال : هو على عرشه بائن من خلقه بحد(٤) .

١٧٧٧ حدثنا سعيد بن نوح قال : ثنا أبي : نوح [المضروب](*) قال : ثنا بكير بـــن معروف عن / مقاتل بن حيان عن الضحاك بن مزاحم(٦) في قـــول الله ﴿ مَا ٢١١



---

(١) سورة المجادلة : الآية (٧) .
(٢) نقلت هذه المسألة عن حرب في تلبيـــس الجهميـــة (
(ص ٢٢٦) .
(٣) سقطت من الأصل .
(٤) نقلت هذه المسألة عن حرب في تلبيس الجهمية (١ / ٨
المسألة (١٥٦٠ / ٢٥) .
(٥) في الأصل : " بن مضروب " وهو تصحيف ولا ريب .
في وجهه ضربه اللصوص .
انظر : تاريخ بغداد (٣ / ٣١٨) .
(٦) سنده :
١ – سعيد بن نوح بن ميمون : لم أقف على ترجمته و
حرب .
٢ – نوح بن ميمون بن عبد الحميد البغدادي . قال ا
ثقة . من كبار العاشرة . مات سنة ثماني عشرة . ل " .
انظر : التقريب (٧٢١١) .
٣ – بكير بن معروف الأسدي قاضي نيسابور ، ثم نز
السابعة . مات سنة ثلاث وستين . مد " .
انظر : التقريب (٧٦٨) .
٤ – مقاتل بن حيان النبطي : صدوق . تقدم في المسأ
٥ – الضحاك بن مزاحم الهلالي : صدوق كثير الإرسا

١١٤- حَدَّثَنَا أَبُو حفص عمر بن مُحَمَّد بن رجاء قَالَ ثَنَا أَبُو جعفر مُحَمَّد بن داود البصروي قَالَ ثَنَا أَبُو بكر المروذي قَالَ سمعت أبا عَبْد الله وقيل له روى علي بن الحسن بن شقيق عن ابن المبارك أنه قيل له: كيف نعرف الله؟ قال: "على العرش بحد"؛ فقَالَ: بلغني ذلك عنه وأعجبه، ثم قَالَ: أَبُو عَبْد الله: ﴿هل ينظرون إلا أن يأتيهم الله في ظلل من الغمام والملائكة﴾[البقرة:٢١٠]؛ ثم قَالَ: ﴿وجاء ربك والملك صفاً صفاً﴾[الفجر:٢٢].

١١٥- وقَالَ يو… ق

السماء السابعة عل…

قَالَ: "نعم؛ عل…

١١٦- قَالَ أَبو … لا

هذه الآية: ﴿ما يكو…

وقال ابن أبي العز الحنفي -رحمه الله-: "الألفاظ التي ورد بها النص يعتصم بها في الإثبات والنفي، فنثبت ما أثبته الله ورسوله من الألفاظ والمعاني.

وأما الألفاظ التي لم يرد نفيها، ولا إثباتها، فلا تطلق حتى ينظر في مقصود قائلها، فإن كان معنى صحيحاً قُبِل؛ لكن ينبغي التعبير عنه بألفاظ النصوص دون الألفاظ المجملة إلا عند الحاجة، مع قرائن تبين المراد والحاجة: مثل أن يكون الخطاب مع من لا يتم المقصود معه إن لم يخاطب بها ونحو ذلك" أ.هـ (شرح الطحاوية/ص٢١٨).

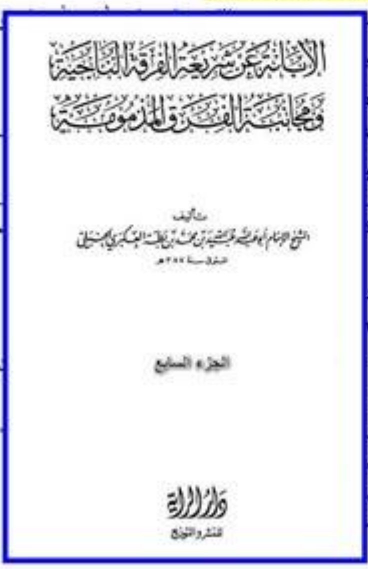
١١٤- أثر ابن المبارك: صحيح.

رواه ابن عبد البر في "التمهيد" (١٤٢/٧) من طريق أبي داود ثنا أحمد بن إبراهيم الدورقي ثنا يحيى بن موسى وعلي بن الحسن بن شقيق عن ابن المبارك به، ورواه الدارمي في "الرد على الجهمية" (١٦٢)، والبيهقي في "الأسماء والصفات" (٩٠٢)، وعبد الله بن أحمد في "السنة" (١٧٥/١-ح٢١٦).

أبو بكر المروذي هو أحمد بن محمد بن الحجاج بن عبد العزيز: صاحب أحمد، وهو المقدم في أصحاب أحمد لورعه وفضله: "ثقة" (ت٢٧٥) (تاريخ بغداد ٤٢٣/٤) (الطبقات ٥٦/١).

وأبو جعفر محمد بن داود البصروي: لم أعرفه الآن، ولا يضر لأنه توبع عند من أخرجه، ولعله هو محمد بن داود بن صبيح المصيصي أبو جعفر؛ فإنه روى عن أحمد

-١٥٨-



وأصحابه، فإن يك…

(١٩٩).

وشيخ المصنف: …

١١٥- أثر أبي عبد…

ذكره في "طبقات…

يوسف بن موسى…

ويوسف بن موسى…

الحنابلة"، و"تهذيب…

وصحح إسناده ش…

(١) في الأصل (العطار)، والص…

-١٥٩-

قال الشيخ :

وعلىٰ هذا مضىٰ أكابرُنا ، فأمّا الحكايةُ التي تعلّق بها مَن أثبتَ للهِ تعالىٰ جهةً[(١)] :

٩١٠- فأخبرنا بها أبو عبد الله الحافظ ، ثنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد البخاري بنيسابور ، ثنا عبد العزيز بن حاتم ، ثنا علي بن الحسن بن شقيق . ح .

وأخبرنا أبو عبد الله ، قال : سمعت أبا جعفر محمد بن صالح بن هانئ ، يقول : سمعت محمد بن نعيم ، يقول : سمعت الحسن بن الصباح البزاز ، يقول : سمعت علي بن الحسن ، يقول :

سألتُ عبدَ اللهِ بنَ المبارك ، قلتُ : كيف نعرفُ ربَّنا ؟ قال : في السماءِ السابعةِ علىٰ عرشِهِ . قلتُ : فإنَّ الجهميّةَ تقولُ هو هذا[(٢)] . قال : إنّا لا نقولُ كما قالتِ الجهميّةُ ، نقول : هو هو . قلتُ : بحدٍّ ؟ قال : إي واللهِ بحدٍّ . لفظ حديث محمدِ بنِ صالحٍ[(٣)] .

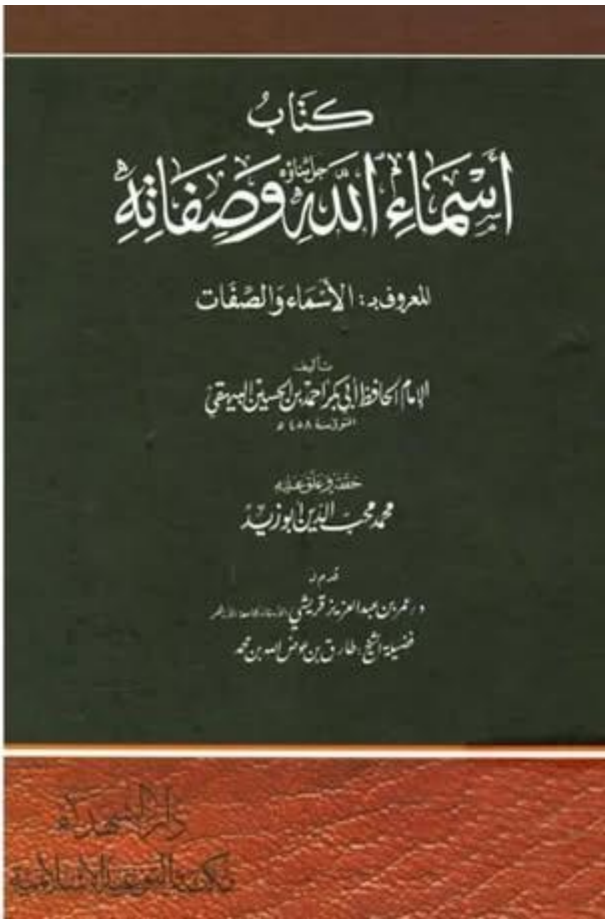
= بهم ، بل هو القيوم القائم بنفسه ، المقيم لما سواه . فالحد بهذا المعنىٰ لا يجوز أن يكون فيه منازعة في نفس الأمر أصلًا ؛ فإنه ليس وراء نفيه إلا نفي وجود الرب ونفي حقيقته . وأما الحد بمعنىٰ : العلم والقول ، وهو أن يحده العباد ، فهذا منتف بلا منازعة بين أهل السنة . . . » اهـ .

وقد سبق - تعليقًا - الكلام علىٰ إثبات الحد (ص : ١٠٤٤) وسيأتي مزيد من الكلام بعد قليل .

(١) سيأتي الكلام علىٰ «الجهة» بعد قليل .

(٢) ضبب علىٰ هذه الكلمة في «الأصل» .

(٣) أخرجه : الدارمي في «الرد علىٰ الجهمية» (ص : ٤٣) . =



٥٤٩- قد أَطْلَقَ أحمد القول بذلك في رواية المروذي، وقد ذُكر له قول ابن المبارك: نَعْرِفُ اللهَ على العَرْش بحدّ، فقال أحمد: بلغني ذلك، وأعجبه.

٥٥٠- وقال الأثرم: قلت لأحمد: يحكى عن ابن المبارك: نعرف ربنا في السّماء السّابعة، على عرشه بحدّ، فقال أحمد: هكذا هو عندنا[1].

٥٥١- ورأيت بخط أبي إسحاق أنا أبو بكر أحمد بن نصر الرفا قال: سمعت أبا بكر بن أبي داود سمعت أبي يقول: جَاَء رجل إلى أحمد بن حنبل، فقال له: لله تبارك وتعالى حَدٌّ؟ قال: نعم لا يَعْلمه إلا هُو، قال تبارك وتعالى: ﴿وَتَرَى ٱلْمَلَـٰٓئِكَةَ حَآفِّينَ مِنْ حَوْلِ ٱلْعَرْشِ﴾ [الزمر: ٧٥] يقول: مُحْدِقِيْن.

فقد أطلقَ أحمد القول بإثباتِ الحدّ لله تعالى.

٥٥٢- وقد نفاه في رواية حنبل فقال: نحنُ نُؤمن بأنَّ اللهَ على العرش، كيفَ شَاء وكما شَاء، بلا حَدٍّ ولا صِفَةٍ يَبْلُغُها وَاصِف أو يحدهُ أحَد.

فقد نفى الحَدّ عنه على الصّفة المذكورة، وهو الحد الذي يعلمه خلقه.

والموضع الذي أطلقه محمول على معنيين:

أحدهما: على معنى أنّه تعالى في جهة مخصوصة، وليس هو تعالى ذاهِب في الجهات الستة، بل هو خَارج العالم مُمَيَّز عن خَلْقِه، مُنْفَصِل عنهم غير دَاخل في كل الجهات!.

---

(١) أثر صحيح، رواه البخاري في خلق أفعال العباد (ص ٨) وعبدالله في السنة (٢٢) والدرامي في الرد على الجهمية (ص٢٣) وأبو عثمان الصابوني في عقيدته (٢٨) وابن بطة في الإبانة (١١٢) وابن منده في التوحيد (٨٩٩) والبيهقي في الأسماء (٢/ ٣٣٦) وابن قدامة في إثبات العلو (٩٩) من طرق عن علي بن الحسن بن شقيق عن ابن المبارك به.
قال ابن تيمية بعد أن عزاه في الحموية (ص٢٦٩): بأسانيد صحاح. وقال ابن القيم في اجتماع الجيوش (ص ١٣٤): بأصح إسناد.

✱ اہل حدیث پر بدعتیوں کا طعن اور سلف کے عقائد کا جواب ✱

بدعتی ہر دور میں اہل حدیث کے مخالف رہے ہیں، لیکن اللہ پاک نے اہل حدیث پر ہمیشہ اپنا فضل و کرم رکھا اور انہیں ہر معاملے میں سرخرو کیا، رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اہل حدیث کو بشارت ہے کہ کوئی ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا... حتیٰ کہ اللہ کا امر یعنی قیامت آجائے۔

موجودہ دور میں بھی دیوبندیہ بریلویہ نے اپنا پورا زور لگا لیا ان کے مولوی اہل حدیث کے خلاف لکھتے لکھتے الٹے ہو گئے، ان بدعتیوں نے اہل حدیث کو مختلف نام دیے کبھی وہابی کہا، کبھی غیر مقلد کہا، کبھی نیم رافضی کہا، کبھی ناصبی کہا، کبھی انگریز کے دور کی پیداوار کہا، کبھی بدمذہب اور لا مذہب کہا، لیکن اہل حدیث کا کچھ نہ بگاڑ سکے، اور قیامت تک اس جماعت حقہ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بشارت ہے۔

اللہ پاک کی صفات کے معاملے میں بھی ان بدعتیوں نے اہل حدیث کو مجسمہ اور مشبہہ کہا،

❁ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان (اللہ کی صفات میں) خوض کرنے والے (متکلمین بدعتیوں) نے اہل حدیث پر بڑی زبان درازی کی ہے، اور ان کا نام مشبہہ اور مجسمہ رکھا ہے، (بدعتی) کہتے ہیں یہ لوگ (اہل حدیث) تجسیم کو چھپاتے تھے، مجھ (شاہ ولی اللہ) کو خوب ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کی زبان درازی محض بے معنی ہے، اپنے قول میں انہوں نے جان بوجھ کر خطا کی ہے آئمہ ہدایت کی نسبت ان کا طعن بے جا ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے دور میں بھی یہ بدعتی اہل حدیث کو وہی کچھ کہتے تھے جو آج کے بدعتی کہتے ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طرح کی بات پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بدعتی ہر دور میں اہل حدیث کو صفات باری تعالیٰ کے معاملے میں مجسمی اور مشبہہ کہتے رہے ہیں جیسے آج بھی دیوبندیہ بریلویہ کہتے ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک ان بدعتیوں کی اہل حدیث پر بکواس بے معنی و بے جا ہے انہوں نے جان بوجھ کر یہ جرم کیا ہے۔

صفات باری تعالی میں سلف صالحین واہل حدیث کے عقائد اور ان پر اعتراضات کے صحیح جوابات دیوبندیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندی سے ملاحظہ فرمائیں،

❁ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"ایک طریقہ سلف کا ہے کہ اس کو حقیقی معنی پر محمول فرماتے ہیں، اور حقیقی معنی کی کنہ (کیفیت) کو مفوض العلم الہی کرتے ہیں، اور اس کی کوئی کیفیت متعین نہیں کرتے.... اس طرح سے کہ دیکھو اللہ تعالی عرش پر مستقر ہیں اور استقرار کے معنی ظاہر ہیں کہ جمنے اور بیٹھنے کے ہیں تو معلوم ہوا اللہ تعالی عرش پر بیٹھا ہے جیسے ہم تخت پر بیٹھتے ہیں، تو وہ بھی ہماری طرح جسمانی چیز ہے نعوذ باللہ، اس شبہہ کا جواب اگرچہ سلف کے طریق پر یہ ہے کہ استقرار تو ثابت ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہمارے استقرار کی طرح ہو جس سے جسم ہونا لازم آوے، بلکہ اس کی کنہ اور ہے ہم کو معلوم نہیں اور یہ جواب صحیح بھی ہے،

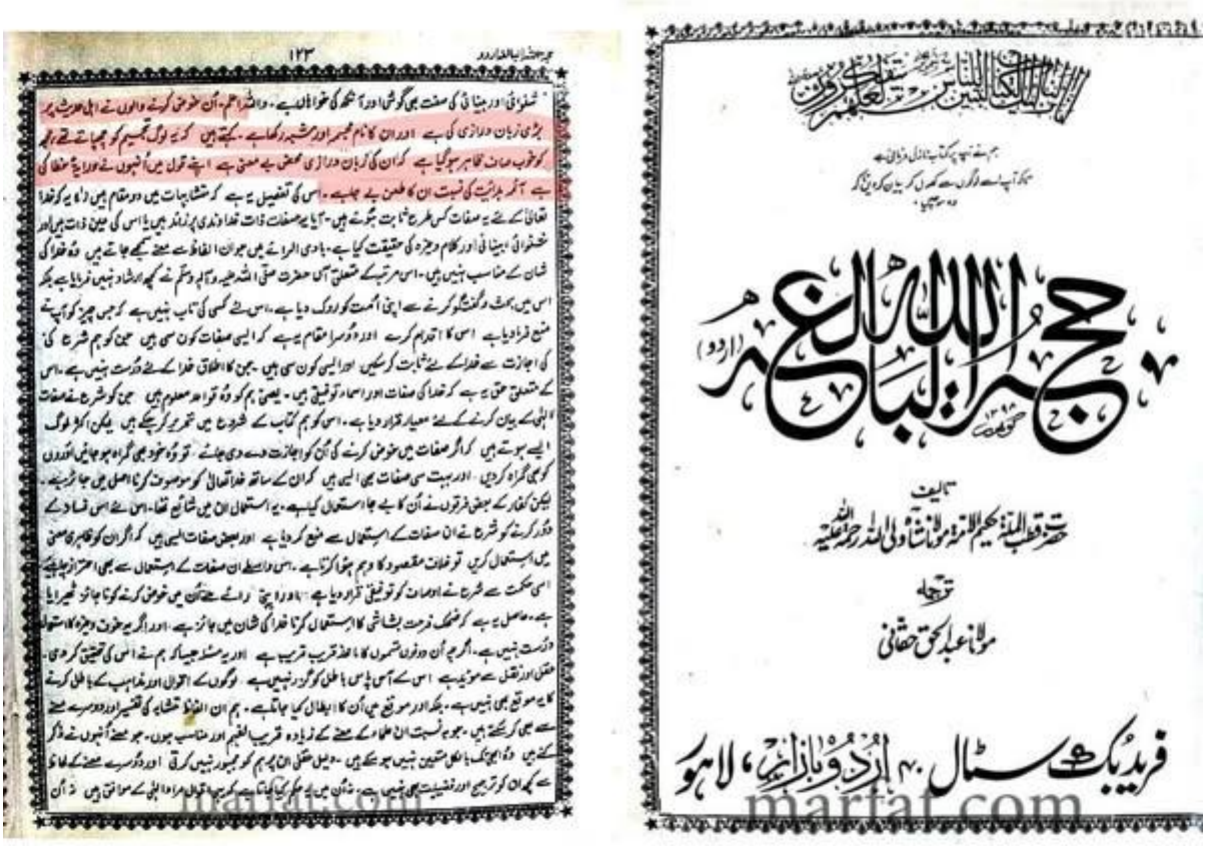
قرآن مجید میں اللہ کا ید یعنی ہاتھ اور حدیث میں وضع قدم یعنی پاؤں رکھنا وارد ہے،

اور ظاہر ہے کہ ہاتھ اور پاؤں اعضاء جسمانیہ ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ کے اعضاء جسمانیہ ہیں، اس کا صحیح جواب بھی سلف کے طریقہ پر یہ ہے کہ ید اور قدم تو ہیں مگر ہماری طرح کے نہیں۔"

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے جو سلف کا مذہب قرار دیا ہے یہی آج اہل حدیث کا مذہب ہے، اور جو سلف کے جوابات ہیں یہی اہل حدیث کے جوابات ہیں جو کہ تھانوی کے نزدیک صحیح جوابات ہیں،

لیکن موجودہ بدعتیہ دیوبندیہ کے نزدیک اللہ کے ہاتھ پاؤں ماننا تجسیم ہے چاہے مخلوق سے تشبیہ کی نفی بھی کی جائے، اس کے لیے پوسٹ میں عبدالواحد دیوبندی کی کتاب کا سکین پڑھ لیں لکھتا ہے:

❁ "سلفی اللہ کی صفات کا حقیقی اور ظاہری معنی لیتے ہیں البتہ اس کی کیفیات کی مخلوق کی کیفیات سے نفی کرتے ہیں۔"



حجۃ اللہ البالغہ (اردو)

تالیف

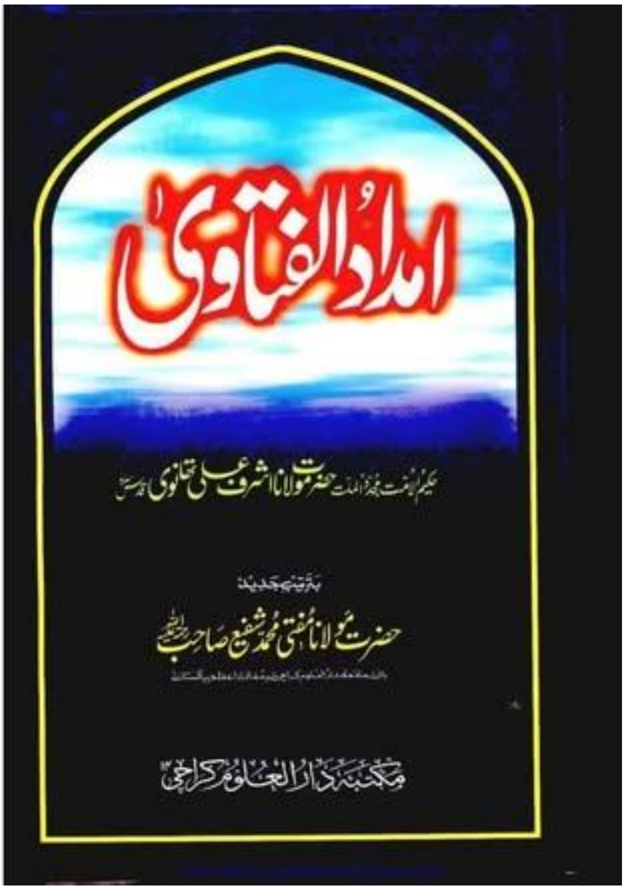
حضرت قطب الملۃ حکیم الامۃ مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا عبدالحق حقانی

فرید بک سٹال ۴۰ اردو بازار، لاہور

شنوائی اور بینائی کی صفت بھی گوش اور آنکھ کی خواہاں ہے۔ واللہ اعلم۔ ان خوض کرنے والوں نے اہل حدیث پر بڑی زبان درازی کی ہے اور ان کا نام مجسمہ اور مشبہ رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تجسیم کو چھپاتے تھے اب ہم کو خوب صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ ان کی زبان درازی محض بے معنی ہے۔ اپنے قول میں انہوں نے خطا کی ہے آخر بدایت کی نسبت ان کا طعن بے جا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ متشابہات میں دو مقام ہیں (۱) یہ کہ خدا تعالیٰ کے لئے یہ صفات کس طرح ثابت ہوتے ہیں۔ آیا یہ صفات ذات خداوندی پر زائد ہیں یا اس کی عین ذات ہیں اور شنوائی بینائی اور کلام وغیرہ کی حقیقت کیا ہے۔ بادی الرائے میں جو ان الفاظ سے معنے سمجھے جاتے ہیں وہ خدا کی شان کے مناسب نہیں ہیں۔ اس مرتبہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا ہے بلکہ اس میں بحث و گفتگو کرنے سے اپنی امت کو روک دیا ہے۔ اس لئے کسی کی تاب نہیں ہے کہ جس چیز کو آپ نے منع قرار دیا ہے اس کا اقدام کرے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ ایسی صفات کون سی ہیں جن کو ہم شرع کی اجازت سے خدا کے لئے ثابت کر سکیں اور ایسی کون سی ہیں۔ جن کا اطلاق خدا کے لئے درست نہیں ہے۔ اس کے متعلق حق یہ ہے کہ خدا کی صفات اور اسماء توقیفی ہیں۔ یعنی ہم کو وہ قواعد معلوم ہیں جن کو شرع نے صفات الٰہی کے بیان کرنے کے لئے معیار قرار دیا ہے۔ اس کو ہم کتاب کے شروع میں تحریر کر چکے ہیں لیکن اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر صفات میں خوض کرنے کی ان کو اجازت دے دی جائے تو وہ خود بھی گمراہ ہو جائیں اور دوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ اور بہت سی صفات بھی ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کو موصوف کرنا اصل میں جائز ہے۔ لیکن کفار کے بعض فرقوں نے ان کا بے جا استعمال کیا ہے۔ یہ استعمال ان میں شائع تھا۔ اس لئے اس فساد کے دور کرنے کو شرع نے ان صفات کے استعمال سے منع کر دیا ہے اور بعض صفات ایسی ہیں کہ اگر ان کو ظاہری معنی میں استعمال کریں تو خلاف مقصود کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اس واسطے ان صفات کے استعمال سے بھی احتراز چاہیئے اسی حکمت سے شرع نے اوصاف کو توقیفی قرار دیا ہے۔ اور رائے سے ان میں خوض کرنے کو ناجائز ٹھیرایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ضحک فرحت بشاشی کا استعمال کرنا خدا کی شان میں جائز ہے۔ اور اگر یہ خوف وغیرہ کا استعمال درست نہیں ہے۔ اگرچہ ان دونوں قسموں کا ماخذ قریب قریب ہے اور یہ مسئلہ جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کر دی۔ عقل اور نقل سے مؤید ہے اس کے آس پاس باطل کو گذر نہیں ہے۔ لوگوں کے اقوال اور مذاہب کے باطل کرنے کا یہ موقع بھی نہیں ہے۔ بلکہ اور موقع میں ان کا ابطال کیا جاتا ہے۔ ہم ان الفاظ متشابہ کی تفسیر اور دوسرے معنے سے بھی کر سکتے ہیں۔ جو بہ نسبت ان علماء کے معنے کے زیادہ قریب الفہم اور مناسب ہوں۔ جو معنے انہوں نے ذکر کئے ہیں وہ ابھی تک بالکل متعین نہیں ہو سکے ہیں۔ دلیل عقلی ان پر ہم کو مجبور نہیں کرتی اور دوسرے معنے کے لحاظ سے کہ ان کو ترجیح اور فضیلت بھی نہیں ہے۔ شان میں یہ حکم کیا جاتا ہے کہ جو قول مراد الٰہی کے موافق ہیں ذ ان



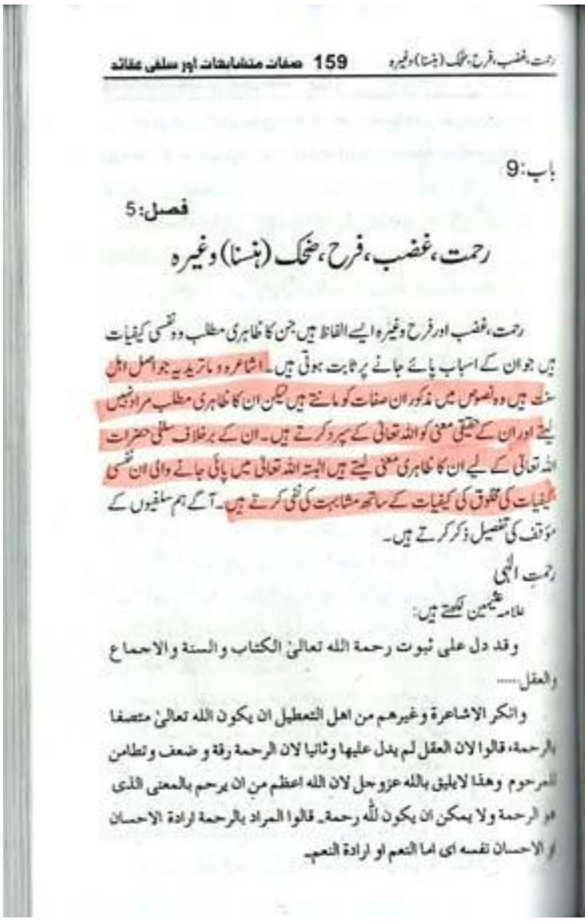
امداد الفتاوی جلد ششم ۳۱ کتاب العقائد والکلام

کیف یتصل بی او ینفصل عنی یا محمد و عزتك لست بالقریب منه وصلاً ولا بالبعید عنه فصلاً ولا بالمطیق له حملاً اوحدنی منه رحمةً وفضلاً + ولو محقی لکان حقاً منه وعدلاً + یا محمد انا محمول قدرته + ومعمول حکمته اھ۔

پھر ثُلث مابقیٔ کے بعد آگے ان کے دو طریق ہیں۔ ایک طریقہ سلف کا ہے کہ اس کو حقیقی معنی پر محمول فرماتے ہیں اور حقیقی معنی کی کنہ کو مفوض بعلم الٰہی کرتے ہیں۔ اور اس کی کوئی کیفیت متعین نہیں کرتے۔ اور دوسرا طریقہ خلف کا ہے کہ اس میں مناسب تاویل کر لیتے ہیں تاکہ گمراہ فرقے مشبہہ ومجسمہ ان کو غلطی میں واقع نہ کر سکیں۔ اس طرح سے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ عرش پر مستقر ہیں اور استقرار کے معنی ظاہر ہیں کہ جمنے اور بیٹھنے کے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے جیسے ہم تخت پر بیٹھتے ہیں تو وہ بھی ہماری طرح جسمانی چیز ہے۔ نعوذ باللہ۔ اس شبہ کا جواب اگرچہ سلف کے طریق پر یہ ہے کہ استقرار تو ثابت ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہمارے استقرار کی طرح ہو جس سے جسم ہونا لازم آوے۔ بلکہ اس کی کنہ اور ہے جو ہم کو معلوم نہیں۔ اور یہ جواب صحیح بھی ہے لیکن عوام کو یہ سمجھانا مشکل ہے کہ استقرار تو ہے مگر ہماری طرح کا نہیں۔ اسی طرح سے وہ یہ شبہ ڈال سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ید یعنی ہاتھ اور حدیث میں وضع قدم یعنی پاؤں رکھنا وارد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہاتھ اور پاؤں اعضاء جسمانیہ ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء جسمانیہ ہیں۔ اس کا صحیح جواب بھی سلف کے طریقہ پر یہ ہے کہ ید اور قدم تو ہیں مگر ہماری طرح کے نہیں۔ مگر اس کا سمجھنا بھی عوام کو مشکل ہے ان کا ذہن تو ان مفہومات سے تجسم اور تشبیہ ہی کی طرف جاتا ہے اور اس عقیدہ تجسم وتشبیہ سے بچانا واجب تھا اس لئے علماء خلف نے اس کی یہ تدبیر کی کہ ایسی حقائق کی ایسے طریق سے تاویل کر دی کہ نہ قرآن وحدیث متروک ہوا اور نہ عقیدہ تجسم وتشبیہ میں مبتلا ہوں۔ مثلاً استواء علی العرش کو کنایہ تنفیذ احکام سے کہہ دیا اور ید کے معنی قدرت کے کہہ دیئے وضع قدم کے معنی مقہور کر دینے کے کہہ دیئے۔ اور یہ ضرورت حضرات سلف کو اس لئے پیش نہیں آئی کہ ان کے خواص تو حدیث مذکور فی خاتمة الرسالة "تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی اللہ" (۱) پر عمل رکھتے تھے اور خوض نہ کرتے تھے اور اگر کوئی وسوسہ بھی آتا تھا تو اس کو دفع کر دیتے تھے اور عوام اس لئے محفوظ تھے کہ اس زمانہ میں یہ مبتدعین کے مضامین نہ تھے اس لئے ایسے شبہات ان کے کانوں میں نہ پڑتے تھے۔ ان کا ذہن خالی رہتا تھا اور ایسے مفہومات پر اجمالاً عقیدہ

---

(۱) اور صوفیہ کا جو مراقبہ ذات کا شغل ہے وہ توجہ ہے جو تفکر سے عام ہے۔ تفکر تصور مع الحرکت ہے جس میں تصورات خاصہ میں ترتیب دینا ہوتا ہے ایصال الی المجہول کے لئے جو ممتنع الادراک ہے۔ اور توجہ مطلق تصور انسانی پر بھی صادق ہے اور وہ عادۃً ذکر کے لوازم سے ہے اس لئے وہ منھی عنہ نہیں۔ ۱۲



باب: 9

فصل: 5

رحمت، غضب، فرح، ضحک (ہنسنا) وغیرہ

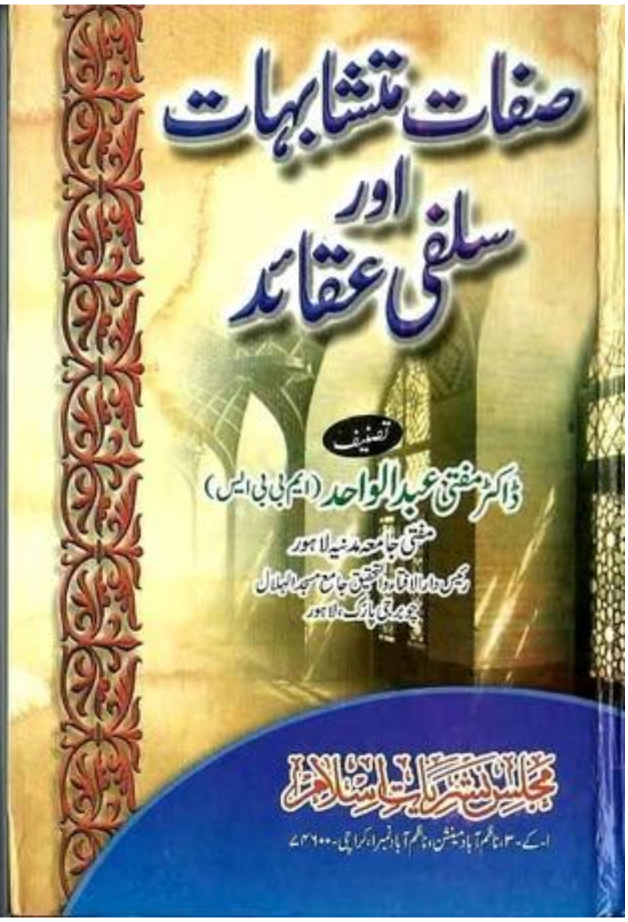
رحمت، غضب اور فرح وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کا ظاہری مطلب وہ نفسی کیفیات ہیں جو ان کے اسباب پائے جانے پر ثابت ہوتی ہیں۔ اشاعرہ و ماتریدیہ جو اصل اہل سنت ہیں وہ نصوص میں مذکور ان صفات کو مانتے ہیں لیکن ان کا ظاہری مطلب مراد نہیں لیتے اور ان کے حقیقی معنی کو اللہ تعالی کے سپرد کرتے ہیں۔ ان کے برخلاف سلفی حضرات اللہ تعالی کے لیے ان کا ظاہری معنی لیتے ہیں البتہ اللہ تعالی میں پائی جانے والی ان نفسی کیفیات کی مخلوق کی کیفیات کے ساتھ مشابہت کی نفی کرتے ہیں۔ آگے ہم سلفیوں کے موقف کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

رحمت الٰہی

علامہ عثیمین لکھتے ہیں:

وقد دل على ثبوت رحمة الله تعالىٰ الكتاب والسنة والاجماع والعقل.....

وانكر الاشاعرة وغيرهم من اهل التعطيل ان يكون الله تعالىٰ متصفا بالرحمة، قالوا لان العقل لم يدل عليها وثانيا لان الرحمة رقة و ضعف وتطامن المرحوم وهذا لايليق بالله عزوجل لان الله اعظم من ان يرحم بالمعنى الذى هو الرحمة ولا يمكن ان يكون لله رحمة۔ قالوا المراد بالرحمة ارادة الاحسان او الاحسان نفسه اى اما النعم او ارادة النعم۔



✱ جب وہ مکان ہے اور وہاں اللہ نہیں ہو سکتا، تو دیکھا کیسے؟ ✱

موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کا نظریہ ہے عرش مکان ہے، اس لیے اللہ کو عرش پر ماننا اللہ کے لیے مکان ثابت کرتا ہے، نیز اس سے اللہ کے لیے جہت بھی ثابت ہوتی ہے، اور اللہ کا علو ذاتی بھی ثابت ہوتا ہے، اور یہ سب کچھ اللہ کو محدود کرتا ہے، ادریس کاندھلوی دیوبندی اور دیگر دیوبندی اکابر موجودہ دیوبندیہ کے اسی نظریہ کے مطابق اللہ کو محدود کرتے ہیں۔

معراج النبی کا بیان ہے، دیوبندی اکابر ادریس کاندھلوی کی تفسیر معارف القرآن ہے،

❀ ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"ایک جماعت صحابہ میں سے اس بات کی قائل تھی کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رویئت خداوندی حاصل ہوتی ہے اور یہ قرب اور تدلی حق تعالی کے قرب وتدلی پر جیسے بھی اس کے شان کے لائق ہو محمول ہے۔"

جی جناب تو ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب کے مطابق صحابہ کرام کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ معراج کی رات رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے قریب گئے اور اللہ تعالی کو دیکھا،

تو ہم دیوبندیہ بدعتیہ سے پوچھتے ہیں کہ جب وہاں اللہ کی ذات ہے ہی نہیں تو دیکھا کیسے؟ اور جب اللہ کے قریب گئے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عرش کے اوپر ہے حد کے ساتھ غیر عرش پر نہیں ہے، کیونکہ قریب تو اس کے ہی جایا جاتا ہے جو بذاتہ ایک مقام پر موجود ہو جو ہر جگہ موجود ہو اس کے قریب نہیں جایا جاتا، کیا وہ پہلے ہی بذاتہ قریب نہیں تمہارے؟

❀ ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب انور شاہ کشمیری دیوبندی اور شبیر عثمانی دیوبندی کی رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رویئت خداوندی ہوئی ہے...."

اسکے بعد کی آیات اس حالت کو بیان کر رہی ہیں جو موحی الیہ اور رب العزت کے مابین شب معراج میں واقع ہوئی وہ قرب ودیدار ہے....

لنریہ سے جس چیز کو دکھانے کا وعدہ ہو رہا ہے وہ وہی چیز ہو سکتی ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہلے نہ دیکھا ہو،

راجح معلوم ہوتا ہے کہ اس تیسرے حصہ آیات میں قرب خداوندی اور دیدار خداوندی کا بیان ہے، جس کہ لیے سیر ملکوت سموت کرائی گئی اور سدرۃ المنتہی سے بلند مقام تک پر پہنچایا گیا،

پھر جب حضرات صحابہ کی ایک جماعت اس کی قائل تھی اور آیات کا انطباق بھی بلا تکلف وتردد ہو رہا ہے تو معراج میں دیدار خداوندی ماننے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔"

دیوبندی اکابرین کے مطابق قرآن کی آیات میں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے اللہ کے قریب جانے اور دیدار کرنے کا بیان ہے جس کے لیے سات آسمانوں سے اور سدرۃ المنتہی سے اوپر تک رسول پاک کو پہنچایا گیا تاکہ رسول پاک اللہ کے قریب جا کر اس کا دیدار کریں، یہ دیوبندی اکابرین کے مطابق صحابہ کرام کی ایک جماعت کا بھی موقف ہے اور دیوبندی اکابرین کا بھی،

ہم پوچھتے ہیں موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ سے:

اللہ کے قریب جا کر اس کا دیدار کرنے کا کیا معنی ہے؟ جب اللہ تمہارے مطابق کہیں بھی نہیں تو قریب کدھر ہوئے رسول پاک؟ اور دیدار کدھر کیا؟ یہ دونوں کام ہونے کے لیے اللہ کا کسی مقام پر ہونا لازم ہے اور سدرہ المنتہی سے اوپر تک کیوں پہنچایا گیا وہاں کیا ہے جس کے لیے پہنچایا گیا، تمہارے اکابرین کے مطابق وہاں اللہ ہے جس کو دیکھنے کے لیے رسول پاک کو وہاں پہنچایا گیا تو یہ تو تمہارے اکابرین نے مکان بھی مان لیا اللہ کے لیے جہت بھی مان لی اور علو ذاتی بھی مان لیا، پھر اللہ تو محدود ہو گیا تمہارے مطابق۔

❁ ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی میرے سامنے متجلی (جلوہ افروز) ہوا ایک بہترین صورت میں حالت نوم میں اور فرمایا اے محمد! جانتے ہو ملاء اعلی کس چیز میں خصومت کر رہے ہیں میں نے کہا نہیں،

تورب العزت نے اپنادست بے مثال میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا جس کی ٹھنڈک اور لطافت وسکینت میں اپنے سینہ کے درمیان محسوس کرنے لگا" ...

(ادریس کاندھلوی دیوبندی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں....)

بہر حال ان قرائن اور دلائل سے آیات (سورہ) نجم کے اس تیسرے حصے کو رویئت خداوندی پر محمول کرنا واضح معلوم ہوتا ہے۔"

اللہ پاک نے اپنادست رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کندھوں کے درمیان میں رکھا، دیوبندیوں کیا اللہ کادست بھی ہے جو نبی پاک کے کندھوں کے درمیان میں رکھااللہ نے اور اس کی ٹھنڈک رسول پاک نے اپنے سینے میں محسوس کی، کیایہ اللہ کو مجسم ماننا نہیں؟

اب دیوبندیہ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ آکر اپنے پنڈتوں کے ان بیانات کی تاویلیں شروع کریں، جن سے ثابت ہو رہاہے کہ اللہ پاک سات آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے حد کے ساتھ، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سدرہ المنتہی کے اوپر تک پہنچایا گیااللہ کے قریب کرنے کے لیے تاکہ وہ اللہ کا دیدار کریں پھر رسول پاک نے اللہ کو دیکھااور اللہ نے اپنادست رسول پاک کے کندھوں کے درمیان میں رکھا جس کی ٹھنڈک رسول پاک نے اپنے سینے میں محسوس کی،

اس تمہارے پنڈتوں کے بیانات سے اللہ کا مجسم اور محدود ہونا تمہارے اصولوں کے مطابق کیسے ثابت نہیں ہوتاتاویلیں کرکے ہمیں سمجھایاجائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ إن علينا جمعه وقرآنه فإذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم إن علينا بيانه

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں زمان میمنت اقتران تفسیرے سراپا نور گنجینۂ حقائق و معارف
خزینۂ اسرار و لطائف کشاف مشکلات قرآنیہ و وصاف مخدرات فرقانیہ

مسمّٰی بہ

معارف القرآن (تکملہ)

تالیف: حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ابن

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا الحافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی
رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

جلد ہفتم مشتمل بر تفسیر پارہ (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷)

باترجمہ حقیقت آگاہ معارف پناہ عارف باللہ حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ اسرارہما

شائع کردہ

مکتبۃ المعارف

دار العلوم الحسینیہ شہداد پور
سندھ، پاکستان

معارف القرآن جلد ۷ ۵۶۶ نجم ۵۳

پہاڑوں کی طرف نکل جاتے تو اس زمانہ میں ایک مرتبہ جبریل امین کو دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان اپنی عظیم جسامت سے اُفق سما کو گھیرے ہوئے ہیں اس عظیم الشان فرشتہ کو دیکھ کر آپ پر رعب اور کپکپی طاری ہو گئی اور آپ گھر لوٹے اور فرمایا زَمِّلُوْنِیْ، دَثِّرُوْنِیْ (جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا) دوسری مرتبہ جبریل امین کو اصلی صورت میں شب معراج میں دیکھا جس کا ذکر وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى میں ہے اور اسی رؤیت کو جبریل کی رؤیت پر اور ان ہی کے قرب اور تدلی پر محمول کرنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بعض ائمہ محدثین اسی کے مطابق قرار دیتے ہیں۔

تو اس طرح رؤیت جبریل ایک مرتبہ زمین پر ہوئی اور ایک مرتبہ ملکوت سماوات پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔ ابن جریر نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ قرب جبریل کا تھا اور فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى کے بھی معنی یہ بیان کیے کہ جبریل نے وحی کی اللہ کے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھی وحی کی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں دوسری بار جبریل کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا

لیکن اس کے بالمقابل ایک جماعت صحابہ میں سے اس بات کی قائل تھی کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت خداوندی حاصل ہوئی ہے اور یہ قرب اور تدلی حق تعالیٰ کے قرب اور تدلی پر جیسے بھی اس کی شان کے لائق ہو محمول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس انس بن مالک اور حسن بصری اسی کے قائل تھے کہ رؤیت بصر پر ہوئی ہے اور ان کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے طبقہ میں بھی بعض حضرات رؤیت باری تعالیٰ کے قائل تھے۔ عکرمہ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے لیکن ترمذی میں عکرمہ کی روایت سے اس نسبت میں تردد معلوم ہوتا ہے عکرمہ بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، میں نے عرض کیا، کیا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں فرمایا وَیْحَكَ (تجھ پر افسوس) یہ تو اس صورت میں ہے کہ حق تعالیٰ متجلی ہوا اپنے اس نور کے ساتھ جو اس کا نور ذاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور عکرمہ نے یہ بھی بیان کیا کہ ابن عباس کی حضرت کعب احبار سے ملاقات ہوئی تو اس ملاقات میں کعب کہنے لگے اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهٗ وَكَلَامَهٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ [1] (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام محمد و موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ اللہ سے کلام کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ اللہ رب العزت کا دیدار کیا) اور مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں

[1] جامع ترمذی۔

خاتم المحدثین حضرت سید انور شاہ کشمیری اور استاذی شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت خداوندی ہوئی ہے۔ مشکلات القرآن میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ان آیات پر کلام فرمایا اور اس تحقیق کو استاذ محترم نے فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں مدار تحقیق اور حل مسئلہ کے طور پر اختیار فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ نے ان آیات النجم کے مضمون کو تین حصوں پر اور تین حالتوں کے بیان پر محمول فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائی تین آیات میں اللہ نے موحیٰ الیہ یعنی اپنے رسول کا ذکر فرمایا کہ استقامت علی الحق اور عصمت و حفاظت کا یہ مقام ہے اور ان کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہے موحیٰ الیہ کے بیان کے بعد واسطہ وحی یعنی وحی پہنچانے والے قاصد کی عظمت و قوت کا بیان ہوا اور یہ کہ موحیٰ الیہ کو واسطہ وحی اور قاصد سے معرفت اور قرب بھی ہے جو افق اعلیٰ کے عنوان سے ذکر کیا گیا اسکے بعد کی آیات اس حالت کو بیان کر رہی ہیں جو موحیٰ الیہ اور رب العزت کے مابین شب معراج میں واقع ہوئی وہ قرب و دیدار ہے جسکو مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ میں بیان فرمایا گیا اور جن آیات کے دکھلانے کے لئے سفر اسراء کرایا گیا جس کو فرمایا گیا لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا تاکہ دکھائیں ہم اپنی عظیم آیات و نشانیاں، عروج سموات اور سدرۃ المنتہیٰ پر اس وعدہ کی تکمیل کر کے فرما دیا گیا لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ تو اگر یہ آیت صرف رؤیت جبریلؑ ہوتی تو نہ تو اس کے

ــہ تفسیر ابن کثیر ج ۴۔

معارف القرآن جلد ۸ — ٥٦٨ — نجم ۵۳

وعدہ کی ضرورت تھی اور نہ ہی اسکو عظیم ترین آیات میں شمار کیا جاتا — کیونکہ جبریل امینؑ کی رؤیت تو اصلی صورت میں پہلے ہی آغاز وحی کے زمانہ میں ہو چکی تھی جو معراج سے آٹھ نو برس قبل کا زمانہ تھا تو پھر ظاہر ہے لِنُرِيَهُ سے جس چیز کے دکھانے کا وعدہ ہو رہا ہے وہ وہی چیز ہو سکتی ہے جسکو آپ نے پہلے نہ دیکھا ہو علاوہ ازیں جبریلؑ تو آپ کے وزیر تھے جیسا کہ احادیث مجمع الزوائد سے ثابت ہے تو پھر صرف انکے دیدار کے لیے معراج جیسا عظیم الشان معجزہ منعقد فرمانا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا تھا اس وجہ سے بھی یہ راجح معلوم ہوتا ہے کہ اس تیسرے حصہ آیات میں قرب خداوندی اور دیدار خداوندی کا بیان ہے جس کے لئے سیر ملکوت سموات کرائی گئی اور سدرۃ المنتہیٰ سے بلند مقام تک پہنچایا گیا پھر جب کہ حضرات صحابہ کی ایک جماعت اس کی قائل تھی اور آیات کا انطباق بھی بلا تکلف و تردد ہو رہا ہے تو معراج میں دیدار خداوندی ماننے میں کوئی اشکال یا [illegible]

معارف القرآن جلد ۸ — ٥٧٦ — نجم ۵۳

وہ جو جو حالت منام میں ایک رات آپ نے (رؤیا) جس کا ذکر حدیث اختصام ملاء اعلیٰ میں ہے اور دوسرا مرتبہ شب معراج میں جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک روایت میں ابن عباسؓ سے مرفوعاً یہ نقل کیا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأیت ربی عزّ و جلّ ان لفظوں کو روایت کر کے کہا فانّہٗ حدیث اسنادہٗ علیٰ شروط الصحیح۔ کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے فرمایا لیکن یہ حدیث منام کا ایک ٹکڑا جیسا کہ احمد بن حنبلؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رب میرے سامنے تجلی ہوا ایک بہترین صورت میں حالت نوم میں اور فرمایا اے محمد جانتے ہو کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں خصومت کر رہے ہیں میں نے کہا نہیں تو رب العزت نے اپنا دست بے مثال میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا جس کی ٹھنڈک الطافت و سکینت، میں اپنے سینے کے درمیان محسوس کرنے لگا اس کے بعد پھر جب سوال کیا تو میں نے جواب دیا نعم فی الکفارات والدرجات الخ۔

بہرکیف ان قرائن اور دلائل سے آیات نجم کے اس تیسرے حصہ کو رؤیت خداوندی پر محمول کرنا واضح معلوم ہوتا ہے مسئلہ کی اہمیت تو چاہتی تھی کہ اس کے متعلق پہلوؤں پر تفصیل سے کلام کیا جاتا لیکن تفسیری مقام کے باعث اختصار کے ساتھ یہ نقول پیش کر دیں اور ترجیح واضح کے طور پر حضرت شاہ صاحبؒ اور استاذ محترم کی رائے ناچیز نے اپنی تعبیر میں پیش کر دی ہیں اپنے علم و فہم کے قصور کے باعث نہیں کہہ سکتا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی مراد بتمام و کمال واضح کر سکا یا نہیں حضرات قارئین سے اپنی تقصیر و کوتاہی پر عفو و درگذر کا طالب ہوں فاصفحوا الصفح الجمیل۔

أَفَرَءَيْتُمُ اللَّٰتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ

بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ اور مناۃ وہ تیسری پچھلی کیا تم کو

الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾ إِنْ

بیٹے اور اس کو بیٹیاں تو تو یہ بانٹنا بھونڈا یہ سب

هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ

نام ہیں جو رکھ لیے تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اللہ نے

اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى

نہیں اتاری ان کی کوئی سند نری اٹکل پر چلتے ہیں اور جو جیوں کے

✱ سلف صالحین کا عقیدہ اور اہل حدیث کا عقیدہ ایک ہے ✱

دیوبندیہ کے تین معتبر اکابرین کے صریح حوالہ جات، یہ ایسے واضح ثبوت ہیں جس کا کوئی دیوبندی انکار نہیں کر سکتا، سلف صالحین کا عقیدہ صفات الہیہ کا ظاہری معنی لینا تھا اور یہی اہل حدیث کا عقیدہ ہے، جبکہ دیوبندیہ صفات الہیہ میں تاویل کے قائل ہیں۔

توسلف صالحین کے عقیدے کا ثبوت دیوبندی اکابرین سے ملاحظہ فرمائیں،

❁ سب سے پہلا سکین "کتاب النوازل" کا ہے ،دیوبندی علماء سے اللہ کی صفات کے ظاہری معنی لینے کے عقیدے کے بارے سوال ہوا تو اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

"جو عقیدہ لکھا گیا ہے وہ سلف صالحین کی رائے کے مطابق ہے، یعنی یہ تو یقین رکھا جائے کہ اللہ کے ہاتھ ہیں، لیکن وہ کیسے ہیں، کس طرح کے ہیں، ان کی ہیئت کیا ہے؟ اس بارے میں ادراک کرنے سے عقل انسانی عاجز ہے، اس کی کیفیت صرف اللہ تعالی کو معلوم ہے، اس کی تشبیہ انسانوں کے ہاتھ سے نہیں دی جاسکتی،

یہ سلف صالحین کا عقیدہ جو کہ آج اہل حدیث کا بھی عقیدہ ہے کا اقرار کرنے کے بعد، آگے دیوبندی عالم تاویل کرنے کو باطل کہنے کے بارے کہہ رہا ہے یہ صحیح نہیں، البتہ تاویل پر کامل یقین نہ کیا جائے۔"

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ دیوبندی کبھی عقائد میں یقین کی دولت نہیں پا سکتے کیونکہ یہ خود ساختہ تاویلیں کرتے ہیں اب دیوبندیہ کے نزدیک تاویل جائز ہے اس لیے ان کے مفتی نے بھی جائز کہہ دی جب کہ حقیقت میں یہ تاویل کرنا ناجائز ہے،

توسلف صالحین کا دیوبندیہ کے ایک مفتی سے عقیدہ ملاحظہ فرمایا آپ نے اب دوسرا سکین دیکھیں،

❁ یہ دیوبندیہ کے امام اہل سنت سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب کی کتاب "خزائن السنن" ہے، لکھتے ہیں:

"پروردگار عزوجل کے نزول وغیرہ کے متعلق ایک مسلک متقدمین کا ہے کہ نزول سے حقیقت نزول مراد ہے مگر کیفیت ہم نہیں جانتے، اسی طرح سمع، بصر، ید، استواء علی العرش کے متعلق متقدمین کا مسلک یہی ہے،

متاخرین تاویل کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے رضائے الٰہی، خوشنودی اور توجہ مراد ہے، عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے۔"

یہاں سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب سلف صالحین کا عقیدہ صفات الہیہ کا ظاہری اور حقیقی معنی لینا قرار دیتے ہیں اور اس کو عمدہ عقیدہ قرار دیتے ہیں تاویل کرنے والے عقیدے کے برعکس۔

❁ تیسرا حوالہ دیکھیں یہ دیوبندیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں اور یوں کہا جائے کہ اللہ کے ہاتھ بھی ہیں پیر بھی ہیں آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں، مگر ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں، جیسا وہ خدا بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کماحقہ ادراک نہیں ہو سکتا ایسے ہی اس کی صفات کا ادراک بھی محال ہے،

اور سلف صالحین اور علماء متقدمین کا یہی مذہب تھا،

اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں، مثلاً ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔"

اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کے مطابق کی سلف صالحین کا عقیدہ صفات الہیہ کا ظاہری معنی لینا تھا، اور تاویل کرنا جہمیہ کا کام ہے جس کے دیوبندیہ بھی قائل ہیں۔

تینوں حوالے صریح ہیں تینوں دیوبندی علماء نے صراحت سے سلف صالحین کا عقیدہ صفات الہیہ کے حقیقی و ظاہری معنی لینا قرار دیا ہے اور کیفیات کا علم نہیں، یہی آج اہل حدیث کا عقیدہ ہے اور یہ جہمیہ کے پیروکار بدعتی دیوبندی اہل حدیث کے عقیدے پر اعتراض کر رہے ہوتے ہیں۔

اہل حدیث کا بھی یہی عقیدہ ہے جو سلف صالحین کا دیوبندی علماء نے بیان کیا ہے اس کا ثبوت بھی دیوبندی مولوی سے ہی لے لیں جاتے جاتے،

❁ چنانچہ عبدالواحد دیوبندی لکھتا ہے:

"غرض (نام نہاد) اہل سنت اشعریہ و ماتریدیہ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا صفات متشابہ صفات ہیں جن کے بارے ہمیں صرف اتنا علم ہے کہ وہ اللہ کی شایان شان صفات ہیں اور ان کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں،

جبکہ سلفی ید (ہاتھ)، قدم (پاؤں)، عین (آنکھ) وغیرہ کو صفات ذاتیہ خبریہ کہتے ہیں اور ان کا ظاہری معنی لیتے ہیں۔"
اس حوالے کا سکین کمنٹس میں ملاحظہ فرمائیں۔

تو آپ نے دیوبندی مولوی سے اہل حدیث کا عقیدہ بھی دیکھ لیا اور دیوبندی اکابرین سے سلف صالحین کا عقیدہ بھی دیکھ لیا، تو ثابت ہوا کہ اہل حدیث کا وہی عقیدہ ہے جو سلف صالحین کا عقیدہ تھا، الحمدللہ اہل حدیث کے عقائد سلف صالحین والے اور دیوبندیہ کے جہمیہ بدعتیوں والے۔

٢٥٧

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقرہ ١١ میں جو عقیدہ لکھا گیا ہے وہ سلفِ صالحین کی رائے کے مطابق ہے۔ یعنی یہ تو یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں؛ لیکن وہ کیسے ہیں؟ کس طرح کے ہیں؟ ان کی شکل وہیئت کیا ہے؟ اس بارے میں ادراک کرنے سے عقل انسانی عاجز ہے، اس کی کیفیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، اس کی تشبیہ انسانوں کے ہاتھ سے نہیں دی جاسکتی، لیکن اس فقرہ کے اخیر میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ اس کی کسی طرح سے بھی تاویل باطل ہے، یہ علی الاطلاق صحیح نہیں ہے، بلکہ علماءِ حق کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر الفاظ ساتھ دیں تو عوام کو سمجھانے کے لیے ان صفات کی مناسب تاویل کی جاسکتی ہے تاہم اس تاویل پر کامل یقین نہ کیا جائے۔ (المہند علی المفند) اس لئے مناسب یہ ہے کہ اگر یہ فقرہ چھاپا جائے تو اس میں مذکورہ وضاحت بھی کر دی جائے۔

وقال سلف الأمة رضي الله عنهم: أن هذا من المتشابه وتفويض تاويله إلى الله تعالىٰ هو الأسلم، وقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه أثبت لله تعالىٰ عز وجل يدين، وقال: وكلتا يديه يمين ولم يرو عن أحد من أصحابه صلى الله عليه وسلم وعليهم، أنه أول ذلک بالنعمة أو بالقدرة بل أبقوها كما وردت وسكتوا۔ (روح المعاني ٦/١٨١)

ونعم ما قال الإمام المالک حيث سئل عن ذلک: الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والسوال عند بدعة، والإيمان به واجب. (شرح الفقه الأكبر ٤٦، فتاوىٰ دار العلوم ديوبند ١٨/١٠٩)

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه وأكثر المفسرين أنه تأولوا "استوىٰ" في قوله عز وجل: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوىٰ﴾ بمعنى: ارتفع، ومثله: ما رواه ابن حجر عن ابن بطال من كلام طويل عن معنى الاستواء في الآية المذكورة إلى أن قال: وأما تفسير استوىٰ "علا" فهو صحيح وهو المذهب

باب ماجآء فی نزول الرّبّ عزّوجلّ الی السّمآء الدّنیا کل لیلۃ [۵۹]

پروردگار عزّوجلّ کے نزول وغیرہ کے متعلق ایک مسلک متقدمین کا ہے کہ نزول سے حقیقتِ نزول مراد ہے مگر کیفیت ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح سمع، بصر، ید، استوار علی العرش کے متعلق متقدمین کا مسلک یہی ہے۔ متأخرین تأویل کرکے فرماتے ہیں کہ اس سے رضاءِ الٰہی خوشنودی اور توجہ مراد ہے عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں وما یفعلہ المتکلمون من الغلو فی تأویل المتشابہات وبیان حقیقۃ الصفات فھو بعید من مذھبی۔ فان مذھبی مذھب مالکؒ والثوریؒ وابن المبارکؒ وسائر القدماء وذلک ھو الامرار من المتشابہات علی الظواھر وترک الخوض فی التأویل۔ (کذا قال الشاہ ولی اللہ الدھلویؒ فی الفوز الکبیر ص۲۹)

شاہ صاحبؒ العرف الشذی ص۲۰۱ میں کافی بحث کے بعد لکھتے ہیں: فالحاصل ان نزول الباری الی السمآء الدنیا نزول حقیقۃ یحمل علی ظاھرہ ویفوض تفصیلہ وتکییفہ الی الباری عز برھانہ وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ والسلف الصالحینؒ کما نقلہ الحافظؒ فی فتح الباری ص۳۰ج۳ -

مبارکپوریؒ تحفۃ الاحوذی ص۳۳۳ج۱ میں لکھتے ہیں: قد اختلف فی معنی النزول علی اقوالٍ فمنھم من حملہ علی ظاھرہ وحقیقتہ وھم المشبھۃ تعالی اللہ من قولھم ومنھم من انکر صحۃ الاحادیث الواردۃ فی ذلک جملۃ وھم الخوارج والمعتزلۃ وھو مکابرۃ ومنھم من اوّلہ ومنھم من اجراہ علی ما ورد مؤمنا بہ علی طریق الاجمال منزھا اللہ تعالی من الکیفیۃ والتشبیہ وھم جمھور السلف ونقلہ البیھقی۔ (فقال فی کتاب الاسماء والصفات ص۴۳۶ اما المتقدمون من اصحابنا فانھم لم یشتغلوا بتأویل ھذا الحدیث وماجری مجراہ وانما فھموا منہ ومن امثالہ ماسیق لاجلہ من اظہار قدرۃ اللہ تعالی وعظم شانہ۔ اھ۔ وقال فی ص۴۵۱

۱۸۹

اور جو شخص ایک نفل ادا کرتا ہے تو اس کو ایک فرض ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ سو ایسا ہی یہاں پر ہے بعض امراء کی عادت ہے کہ رمضان شریف میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں۔ تاکہ ثواب زیادہ ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔

انتهى التقرير فائده: فى شرح ابى الطيبؒ وهذا الحديث وان ضعفه لكن يؤيده ماثبت من فعله فى الصحيحين عن عائشة قال مارأيته فى شهر اكثر منه صياما فى شعبان وفى رواية كان يصوم شعبان كله ولا يعارضه حديث افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم وقد تقدم فى الكتاب فى باب صلٰوة الليل وهو صحيح رواه مسلم ايضا لجواز ان يكون افضل الصيام بعد رمضان عند الاطلاق صيام المحرم وعند قصد تعظيم رمضان صيام شعبان اه ملخصًا زاده الجامع عفى عنه

قوله ان الصدقة تطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء قال الجامع شبه الصدقة بالماء والغضب بالنارثم اثبت تاثير الماء فى النار للصدقة فى اطفاء الغضب ووجه التشبيه بين الماء وبين الصدقة قدمر عنقريب فى اواخر كتاب الصلٰوة واماوجه التشبيه بين الناروبين الغضب فهو اشتراک الحرارة بينهما فان النارسبب وجودها الحرارة الظاهرة وسبب وجود الغضب هو الحرارة الباطنة الكائنة فى الانسان وفى شرح ابى الطيب قوله وتدفع ميتة السوء بكسر الميم الحالة التى يكون عليها الانسان من الموت والسوء بفتح السين وبضم اه

وفى قوة المغتذى قال العراقى الظاهر ان المرادبها ما استعاذ منه النبى صلى الله عليه وسلم الهدم والتردى والغرق والحرق وان يتخبطه الشيطن عندالموت وان يقتل فى سبيل الله مدبرا اه وفى شرح ابى الطيب قوله مهره بضم الميم ولد الفرس اه

قوله وتصديق ذلک فى كتاب وهو الذى يقبل التوبة عن عباده وياخذ الصدقٰت قال العراقى فى هذا تخليط من بعض الرواة اَلَمْ يعلموا ان الله هو يقبل التوبة الاية وقدرويناه فى كتاب الزكٰوة ليوسف القاضى على الصواب كذا فى قوت المغتذى هذا كله من قوله ان الصدقة الى ههنا من زيادات الجامع قوله وقد قال غير واحد الخ

مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں جیسا وہ خدائے بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کما حقہ ادراک نہیں ہو سکتا ایسے ہی اس کے صفات کا ادراک بھی محال ہے اور سلف صالحین وعلماء متقدمین کا یہی مذہب تھا اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً يَدُ الله فوق ايديهم میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔

❋ صفات باری تعالی کا ظاہری معنی سلف صالحین کا مذہب ❋

صفات باری تعالی کا ظاہری معنی لینا سلف صالحین ،اہل سنت و اہل حدیث کا مذہب ہے، جبکہ بدعتی فرقے صفات الہی میں تاویل کرتے ہیں،

❁ موجودہ بدعتیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ (صفات الہی والی) حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں،یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی کے ہاتھ بھی ہیں، پیر بھی، آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں،

سلف صالحین اور علماء متقدمین کا یہی مذہب تھا،اور جہمیہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں مثلاً ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔"

❁ آگے تھانوی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ صوفیا نے یہ برزخ کہاں سے نکالا ہے یا تو اللہ تعالی کے ہاتھ پیر ہماری مثل ہوں گے یا بالکل نہ ہوں گے،

تو دل کو یہ جواب دینا چاہیے کہ ہمارے ہاتھ پیر وغیرہ مجازی ہیں اور حق سبحانہ و تعالی کے حقیقی ہیں جیسا وہ خدا ہے ویسے ہی اس کے ہاتھ پیر بھی ہوں گے۔"

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اللہ پاک کے لیے ہاتھ پیر کا اثبات کیا ہے اور مخلوق کے ہاتھ پیر کو مجازی قرار دیا ہے جبکہ موجودہ بدعتی اللہ کی صفت کے مجازی معنی بیان کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ پیر حقیقی مانتے ہیں،ان کی گنگا الٹی بہتی ہے۔ تھانوی صاحب نے جو سلف صالحین کا مذہب بیان کیا ہے موجودہ بدعتیوں کے نزدیک یہ عقیدہ رکھنے والے مجسمی ہیں۔

❁ موجودہ بدعتیوں کا شیخ القرآن و شیخ الحدیث و استاذ العلماء ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب بدعتی فرقے معتزلہ کا مذھب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرقہ معتزلہ نے نصوص کے ظاہری معنی کرنے اور حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے میں اتنا غلو کیا کہ حد تعطیل تک پہنچ گیا، اور ظاہری معنی کے لحاظ سے حق تعالی کے اسماء وصفات کا منکر ہو گیا، اور بلا کسی حجت اور دلیل کے ان نصوص کی تاویل پر تل گیا۔ مثلاً قرآن و حدیث میں جہاں کہیں حق تعالی کے لیے لفظ ید آیا، کبھی قوت و قدرت کے ساتھ اس کی تاویل کی اور کبھی نعمت کے ساتھ اس کی تاویل کی، حالانکہ قرآن کریم خود اس تاویل مہمل کے فاسد ہونے کا حکم کرتا ہے، اس لیے کے قرآن کریم میں ید کا تثنیہ یدین بمعنی دو ہاتھ بھی آیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"اے شیطان تجھے کس چیز نے اس ذات کو سجدہ کرنے سے منع کیا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا"

یہاں ید سے قدرت کے معنی لینا صحیح نہیں...الخ

صفات الہی کا ظاہری معنی لینے اور تاویل کا رد کرنے کے بعد ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب اہل سنت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حق تعالی کی جو صفات قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان لائے اور ان کی حقیقت اللہ کے سپرد کرے اور تنزیہ اور تقدیس کے لیے "اس کی مثل کوئی شے نہیں" زبان سے کہے اور دل سے اعتقاد جس طرح بالاتفاق عقلا، حق تعالی سمیع و بصیر ہے، اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے سننے اور دیکھنے کے مشابہ نہیں، پس اسی طرح اس کا ہاتھ اور قدم ہمارے ہاتھ اور قدم کے مشابہ نہیں، اہل حق کے گروہ نے نہ تو معتزلہ کی طرح ظاہر کی نفی میں اتنا غلو کیا کہ حد تعطیل تک پہنچ جائے اور نہ ہی مشبہہ کی طرح ظاہر پر اس درجہ جمود کیا کہ تشبیہ اور تمثیل میں جا پڑتے... تمام سلف صالحین اور آئمہ اربعہ کا یہی عقیدہ ہے۔"

❀ دوسری جگہ ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب ظاہری معنی کی نفی کا وبال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نیز یہ امر مسلم ہے کہ خالق مخلوق سے تمام امور کے لحاظ سے کامل بلکہ اکمل ہونا چاہیے، اور یہ ظاہر ہے کہ دیکھنے والا اندھے سے بہتر ہے اور سننے والا بہرے سے اکمل ہے،

توجب دونوں صفتِ کمال مخلوق کے لیے ثابت ہیں تو اگر خالق کے لیے ثابت نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ مخلوق خالق سے اکمل وافضل ہے، اور یہ محال ہے،

سمع و بصر عقلا صفت کمال ہیں اور مخلوق میں جو کمال ہیں وہ خداوند ذوالجلال کے کمال کا ایک عکس اور پرتو ہے، اور یہ بات ناممکن ہے کہ مخلوق میں تو کمال ہو اور خالق کمال سے خالی ہو۔"

ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی آنکھیں نہ ماننا اور مخلوق کی آنکھیں ماننا اللہ کو ناقص اور خود کو کامل ثابت کرنا ہے کیونکہ یہ صفات کمال ہیں یہ صفات نہ ہونا نقص ہے،

جیسا کہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

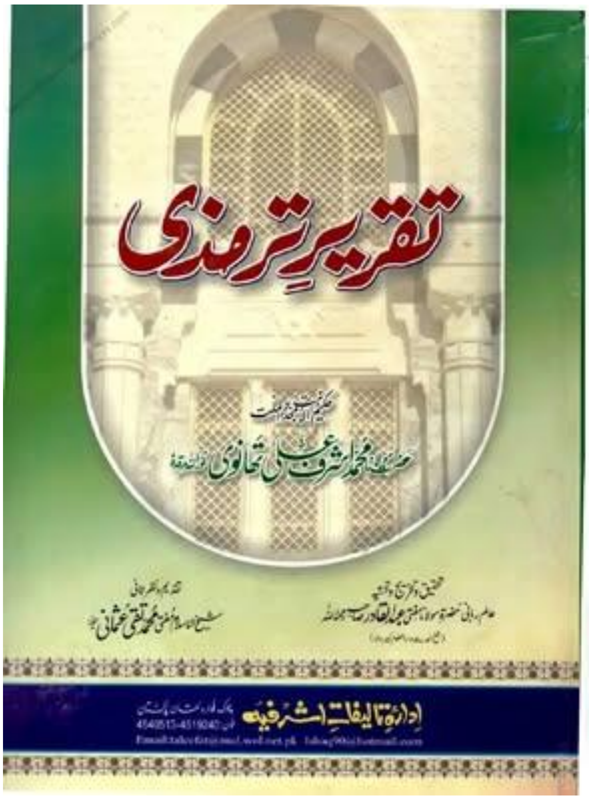
"نیز یہ صفات کمال (حیات علم قدرت ارادہ سماعت بصارت کلام تکوین) خدا کی مخلوقات میں موجود ہیں اور تمام عقلاء کے نزدیک یہ صفات کمال ہیں، پس اگر خالق میں یہ کمال نہ ہوتا تو مخلوق میں کہاں سے آتا، اللہ تعالی نے اپنی ان صفات کاملہ کا نمونہ انسان میں اسی لیے پیدا کیا کہ ان کو دیکھ کر اللہ تعالی کی صفات کا نشان پا سکیں، اور سمجھیں کہ ہماری یہ صفاتِ کمال خدا کی صفاتِ کمال کا ایک ادنی سا پرتوہ ہیں، ورنہ فی الواقع انسان کی صفات اللہ تعالی کی صفات کے ساتھ کسی طرح بھی مشابہ نہیں ہو سکتیں، محض اسمی مشارکت اور لفظی مناسبت ہے جو بحث سے خارج ہے۔"

❁ صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قول نقل کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"اسم کو ظاہر پر ہی رکھو اور اللہ کے نام کی تسبیح بھی کرو، اور وہ اس طرح کے خدا کا جو بھی اسم ہے اس کا غلط مطلب نہ لو، جیسا کہ قرآن پاک میں موجود ہے کہ جو لوگ اسماء پاک میں الحاد کرتے ہیں اللہ تعالی ان کو جانتا ہے،

اگر کسی نے معنی غلط بیان کیا تو یہ تنزیہ کے خلاف ہوگا، اسم پاک کا وہی مطلب لینا چاہیے جو اللہ کی مراد ہے، اگر مطلب غلط لیا تو الحاد ہو جائے گا، اور الحاد جس طرح ذات میں برا ہے اسی طرح اسم پاک میں بھی برا ہے، مقصد یہ ہے کہ نام تو اللہ کا ذکر کیا صفت تو اللہ کی کی مگر مطلب غلط لے لیا تو یہی الحاد ہے اور تنزیہ کے خلاف ہے۔"

بدعتیوں کے معتبر علماء کے بیانات سے ثابت ہوا کہ اللہ پاک کے اسماء وصفات میں ان کے ظاہری معنی لیے جائیں گے یہی سلف صالحین، آئمہ اربعہ، اہل سنت واہل حدیث کا مذہب ہے، اور تاویل کرنا بدعتیوں کا طریقہ اور الحاد کا دروازہ کھولنا ہے، یہاں الیاس گھمن حیاتی دیوبندی جیسے مولویوں کے پیروکار جیسے مولوی جاہل ویسے ہی اس کے پیروکار جاہل ہمارے متھے لگے ہوئے ہیں۔





١٨٩

اور جو شخص ایک نفل ادا کرتا ہے تو اس کو ایک فرض ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ سو ایسا ہی یہاں پر ہے بعض امراء کی عادت ہے کہ رمضان شریف میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں۔ تا کہ ثواب زیادہ ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔

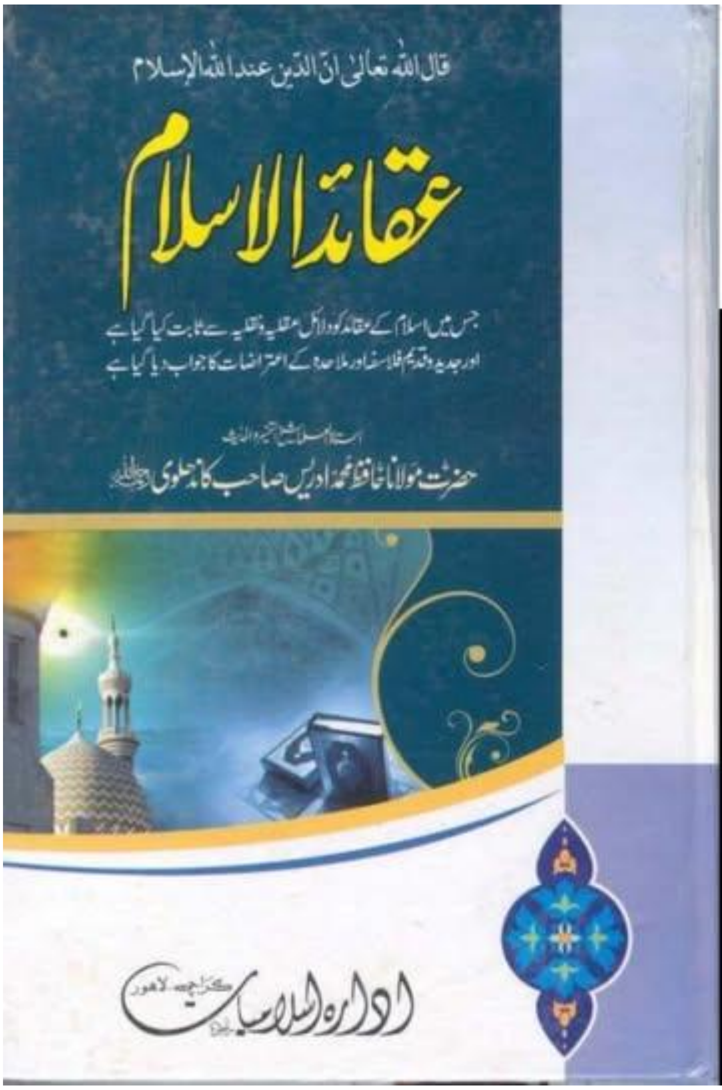
انتهى التقرير فائده: في شرح ابي الطيبّ وهذا الحديث وان ضعفه لكن يؤيده ماثبت من فعله في الصحيحين عن عائشة قال مارأيته في شهر اكثر منه صياما في شعبان وفي رواية كان يصوم شعبان كله ولا يعارضه حديث افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم وقد تقدم في الكتاب في باب صلوٰة الليل وهو صحيح رواه مسلم ايضا لجواز ان يكون افضل الصيام بعد رمضان عند الاطلاق صيام المحرم وعند قصد تعظيم رمضان صيام شعبان اه ملخصًا زاده الجامع عفى عنه

قوله ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء قال الجامع شبه الصدقة بالماء والغضب بالنارثم اثبت تاثير الماء في النار للصدقة في اطفاء الغضب ووجه التشبيه بين الماء وبين الصدقة فمر عنقريب في اواخر كتاب الصلوٰة واماوجه التشبيه بين النار وبين الغضب فهو اشتراک الحرارة بينهما فان النارسبب وجودها الحرارة الظاهرة وسبب وجود الغضب هو الحرارة الباطنة الكائنة في الانسان وفي شرح ابي الطيب قوله وتدفع ميتة السوء بكسر الميم الحالة التي يكون عليها الانسان من الموت والسوء بفتح السين وبضم اه

وفي قوة المغتذى قال العراقي الظاهر ان المرادبها ما استعاذ منه النبي صلى الله عليه وسلم الهدم والتردى والغرق والحرق وان يتخبطه الشيطن عندالموت وان يقتل في سبيل الله مدبرا اه وفي شرح ابي الطيب قوله مهره بضم الميم ولد الفرس اه

قوله وتصديق ذلک في كتاب وهو الذى يقبل التوبة عن عباده ويأخذ الصدقٰت قال العراقي في هذا تخليط من بعض الرواة ألَمْ يعلموا ان الله هو يقبل التوبة الاية وقدرويناه في كتاب الزكوٰة ليوسف القاضي على الصواب كذا في قوت المغتذى هذا كله من قوله ان الصدقة الى ههنا من زيادات الجامع قوله وقد قال غير واحد الخ

مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں جیسا وہ خدا بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کما حقہ ادراک نہیں ہو سکتا ایسے ہی اس کے صفات کا ادراک بھی محال ہے اور سلف صالحین وعلماء متقدمین کا یہی مذہب تھا اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً ید اللہ فوق ایدیھم میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔



فرقہ معتزلہ

فرقہ معتزلہ نے فرقہ مشبہ کے برعکس نصوص کے ظاہری معنی کی نفی کرنے اور حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے میں اتنا غلو کیا کہ حد تعطیل تک پہنچ گیا اور ظاہری معنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا منکر ہو گیا اور بلا کسی حجت اور دلیل کے ان نصوص کی تاویل پر عمل کیا مثلاً قرآن اور حدیث میں جہاں کہیں حق تعالیٰ کے لئے لفظ ید آیا۔ بمعنی قوت

(۱) اس کی مثل کوئی نہیں۔ (شوریٰ ۱۱)　(۲) اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ (اخلاص ۴)
(۳) اہل دین کی صفات صرف اللہ کی ہیں۔ (نحل ۶۰)

عقائد اسلام حصہ اول　　　　۶۵

اور قدرت کے ساتھ اس کی تاویل کی اور کبھی نعمت کے ساتھ اس کی تاویل کی۔ کہ ید سے قدرت یا نعمت مراد ہے حالانکہ قرآن کریم خود اس تاویل کے فاسد ہونے کا حکم کرتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ید کا تثنیہ یدین بمعنی دو ہاتھ بھی آیا ہے چنانچہ حق جل شانہ کا ارشاد ہے

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ.

ترجمہ: اے شیطان تجھ کو کس چیز نے اس ذات کو سجدہ کرنے سے منع کیا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔

یہاں ید سے قدرت کے معنی لینا صحیح نہیں اس لئے کہ آیت میں یدین تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی قدرت ایک ہے خدا کے لئے دو قدرت کہنا غلط ہے۔ دوم یہ کہ اس کلام سے حضرت آدم کی فضیلت ظاہر کرتا ہے کہ جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو کیوں نہیں سجدہ کرتا۔ پس اگر آیت میں ید سے قدرت کے معنی مراد ہوں تو حضرت آدم کی فضیلت ظاہر نہ ہوگی اس لئے کہ شیطان بھی اللہ کی قدرت سے پیدا ہوا ہے، بلکہ تمام جنات اور تمام حیوانات اور جمادات کو اس نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے پھر حضرت آدم کی کیا خصوصیت ہے۔ سب کے سب اللہ ہی کی قدرت سے پیدا ہوئے ہیں اور علی ہذا ید کی تاویل نعمت کے ساتھ کرنا یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ اللہ کی نعمت ایک یا دو نہیں بلکہ شمار سے باہر ہیں نیز یہ کہنا تو جائز ہے کہ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں مگر یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ کے ہاتھ بے شمار ہیں الغرض فرقہ مشبہ کی طرح یہ فرقہ معتزلہ بھی گمراہ ہوا۔

اہل سنت والجماعت

یہ اہل حق کا گروہ ہے یہ کہتا ہے کہ گذشتہ دونوں فریق غلطی اور گمراہی پر ہیں۔ فرقہ مشبہ گویا کہ در پردہ آیات تنزیہ لیس کمثلہ شئی کا منکر ہے اور فرقہ معتزلہ گویا کہ در پردہ آیات متشابہات کا منکر ہے اور ظاہر ہے کہ آیات تنزیہ کا انکار بھی گمراہی ہے اور آیات متشابہات کا انکار بھی گمراہی ہے۔ اہل حق کا گروہ یہ کہتا ہے حق یہ ہے کہ ان صفات کو حق

تعالیٰ کے لئے ثابت تسلیم کریں اور اپنی رائے اور قیاس سے اور اپنے کشف اور الہام سے ان کی حقیقت معلوم کرنے کی سعی نہ کریں اور جس طرح یہ صفات متشابہات کتاب وسنت صحیحہ سے ثابت ہوئی ہیں ان کو بے چون وچرا تسلیم کریں اور معتزلہ کی طرح درپے تاویل نہ ہوں تاکہ قدریہ اور معتزلہ کی طرح ان صفات متشابہات کا انکار لازم نہ آئے جو جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں اور مشبہہ اور مجسمہ کی طرح یہ نہ کہے کہ معاذ اللہ یہ اللہ کے اعضا اور اجزاء ہیں اور اس طرح نہ کہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے تاکہ مشبہہ کی طرح آیات تنزیہ اور تقدیس کا انکار لازم نہ آئے حق تعالیٰ کی جو صفات قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان لائے اور ان کی حقیقت اللہ کے سپرد کرے اور تنزیہ اور تقدیس کے لئے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ زبان سے کہے اور دل سے اعتقاد رکھے کہ جس طرح باتفاق عقلاء حق تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے سننے اور دیکھنے کے مشابہ نہیں پس اسی طرح اس کا ہاتھ اور قدم ہمارے ہاتھ اور قدم کے مشابہ نہیں۔ اہل حق کے گروہ نے نہ تو معتزلہ کی طرح ظاہر کی نفی میں اتنا غلو کیا کہ حد تعطیل تک پہنچ جائے اور نہ مشبہہ کی طرح ظاہر پر اس درجہ جمود کیا کہ تشبیہ اور تمثیل میں جا پڑتے بلکہ دم[1] تعطیل اور تشبیہ اور تمثیل کے فرث[2] کے درمیان سے ایک لبن[3] خالص نکال لیا اور خود بھی پیا اور شاربین[4] کرام کو بھی پلایا۔ تمام سلف صالحین اور ائمہ اربعہ کا یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

فما ذكر الله في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس والعين فهو له صفات ولا يقال ان يده قدرته و نعمته لان فيه ابطال الصفة وهو قول اهل القدر والاعتزال ولكن يده صفته بلا كيف. انتهى

یعنی قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ نے وجہ اور ید اور نفس اور عین کا ذکر کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور نہ یہ کہنا چاہئے کہ ید سے اللہ کی قدرت یا نعمت مراد ہے اس لئے کہ اس طور سے اللہ کی صفات کو باطل کرنا لازم آتا ہے اور یہ قول معتزلہ کا ہے بلکہ یہ کہنا

(١) خون۔ (٢) گندگی۔ (٣) دودھ۔ (٤) پینے والے۔

۱۹۰

اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی تھی یعنی جیسا کہ وہ قائل ہیں کہ تین بھی خدا ہیں اور ایک بھی ہے مگر سمجھ میں نہیں آ سکتا ہے ایسے اہل اسلام کے یہاں بھی ان امور کے باب میں گفتگو تھی تو گویا اس اعتراض صوری کے رفع کرنے کو یہ طریق اختیار کیا گیا لیکن اعتقاد متاخرین کا وہی ہے جو متقدمین کا مذہب ہے بعض لوگ یوں سمجھ گئے ہیں کہ متاخرین کا مذہب وہ ہے جو مبتدعین کا ہے یہ غلط ہے اور اصل امر وہ ہے جو مذکور ہوا اور بعض فرقوں کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور عرش سے دو دو انگل باہر نکلا ہوا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی شکل گھوڑے کی جیسی ہے معاذ اللہ! اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی شکل مثل شکل انسان کے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سونے کا ہے۔ اور آج کل کے اہلسنت والجماعت تنزیہ کے قائل ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ مکان اور زمان سے پاک ہے اور آج کل کے صوفیاء کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نہ من کل الوجوہ منزہ ہے اور نہ من کل الوجوہ مشابہ ہے سب باتیں ہیں۔

مولانا فرماتے تھے کہ اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ صوفیہ نے یہ برزخ کہاں سے نکالا ہے یا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پیر ہماری مثل ہوں گے یا بالکل نہ ہوں گے تو دل کو یہ جواب دینا چاہئے کہ ہمارے ہاتھ پیر وغیرہ مجازی ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے حقیقی ہیں جیسا وہ خدا ہے ویسے ہی اس کے ہاتھ پیر بھی ہوں گے انتہی التقریر۔

قوله امروها من الامرار ای اجروها قاله ابو الطیب قوله بلا کیف ای کیفیته فهو مجرور

باب ماجاء فی حق السائل

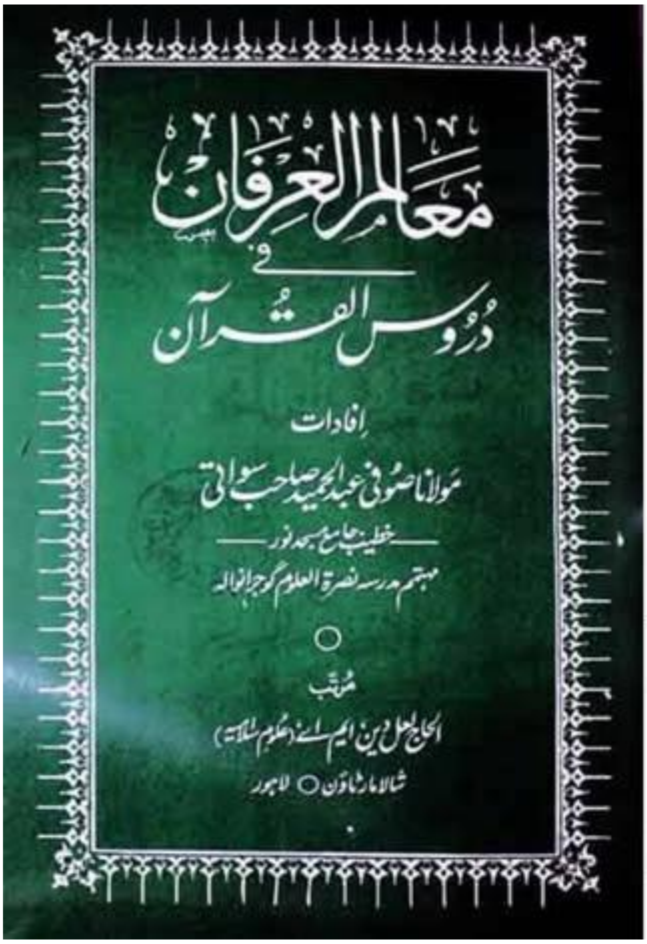
قوله الاظلفا محرقا: مطلب یہ ہے کہ سائل کو جہاں تک ممکن ہو خالی واپس نہ کرے جو کچھ میسر ہووے دے اگر چہ وہ تھوڑی سی چیز ہو۔ یہ خیال نہ کرے کہ تھوڑی چیز کیا دوں۔

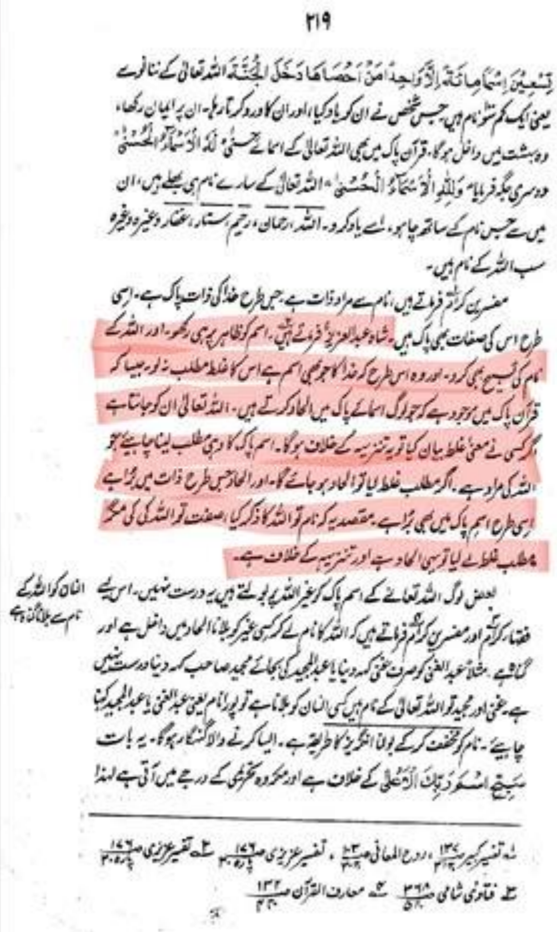
انتهی التقریر قال الجامع وفی شرح ابی الطیب قوله الاظلفا محرقا بکسر الظاً المعجمة واسکان اللام بالفاء هو للبقر والغنم کالحافر للفرس والبغل ومحرقا من الاحراق وقید بالاحراق مبالغة فی رد السائل بادنی ماتیسیرو لم یرد صدور هذا الفعل من المسئول منه فان الظلف المحرق غیر منتفع به کذا فی شرح ابی الطیب

باب ماجاء فی اعطاء المؤلفة قلوبهم

قوله عن صفوان الخ : جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق تالیف قلوب جن لوگوں کو مال دیتے تھے تو وہ لوگ دو قسم کے تھے اول تو وہ جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے تا کہ وہ مال دینے کی وجہ سے ایمان لے آویں اور اسلام سے ان کو محبت ہو جائے۔

اور دوسری قسم کے وہ لوگ تھے کہ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ایمان ان کا ضعیف تھا تو جناب رحمۃ للعالمین کو یہ خیال تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کا اسلام ڈگمگا جائے اس لئے ان کی تالیف قلوب فرمایا کرتے تھے لیکن اس حدیث سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو مال زکوۃ دیا گیا تھا۔ بلکہ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ حنین میں جو مال غنیمت ملا تھا اس میں سے ان بزرگ کو دیا گیا تھا اور آپ کی عادت تھی کہ مؤلفۃ القلوب میں جو اغنیاء تھے ان کو بھی آپ عطا فرماتے تھے اب ائمہ میں





۲۱۹

تِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سَو نام ہیں، جس شخص نے ان کو یاد کیا، اور ان کا ورد کرتا رہا۔ ان پر ایمان رکھا، وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى دوسری جگہ فرمایا وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى "اللہ تعالیٰ کے سارے نام ہی بھلے ہیں، ان میں سے جس نام کے ساتھ چاہو، اسے یاد کرو۔ اللہ، رحمان، رحیم، ستار، غفار وغیرہ وغیرہ سب اللہ کے نام ہیں۔

مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں، نام سے مراد ذات ہے۔ جس طرح خدا کی ذات پاک ہے۔ اسی طرح اس کی صفات بھی پاک ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں، اسم کو ظاہر پر ہی رکھو۔ اور اللہ کے نام کی تسبیح بھی کرو۔ اور وہ اس طرح کہ خدا کا جو بھی اسم ہے اس کا غلط مطلب نہ لو۔ جیسا کہ قرآن پاک میں موجود ہے کہ جو لوگ اسمائے پاک میں الحاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اگر کسی نے معنیٰ غلط بیان کیا تو یہ تنزیہ کے خلاف ہوگا۔ اسم پاک کا وہی مطلب لینا چاہیئے جو اللہ کی مراد ہے۔ اگر مطلب غلط لیا تو الحاد ہو جائے گا۔ اور الحاد جس طرح ذات میں بُرا ہے اسی طرح اسم پاک میں بھی بُرا ہے۔ مقصد یہ کہ نام تو اللہ کا ذکر کیا، صفت تو اللہ کی کی مگر مطلب غلط لے لیا تو یہی الحاد ہے اور تنزیہ کے خلاف ہے۔

انسان کو اللہ کے نام سے بلانا گناہ ہے

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کو غیر اللہ پر بولتے ہیں یہ درست نہیں۔ اس لیے فقہاء کرامؒ اور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کا نام لے کر کسی غیر کو بلانا الحاد میں داخل ہے اور گناہ ہے۔ مثلاً عبدالغنی کو صرف غنی کہہ دینا یا عبدالمجید کی بجائے مجید صاحب کہہ دینا درست نہیں ہے۔ غنی اور مجید تو اللہ تعالیٰ کے نام ہیں کسی انسان کو بلانا ہے تو پورا نام یعنی عبدالغنی یا عبدالمجید کہنا چاہیئے۔ نام کو مخفف کرکے بولنا انگریز کا طریقہ ہے۔ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ یہ بات سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کے خلاف ہے اور مکروہ تحریمی کے درجے میں آتی ہے لہٰذا

۱؎ تفسیر کبیر ص $\frac{۱۳۷}{ج ۱۴}$، روح المعانی ص $\frac{۱۲۳}{ج ۳۰}$، تفسیر عزیزی ص $\frac{۱۴۶}{پارہ ۳۰}$ ۲؎ تفسیر عزیزی ص $\frac{۱۴۶}{پارہ ۳۰}$
۳؎ فتاویٰ شامی ص $\frac{۳۶۸}{ج ۵}$ ۴؎ معارف القرآن ص $\frac{۱۳۲}{ج ۴}$

✱ صفات کا ظاہری معنی سلف صالحین کا مذہب ہے ✱

❁ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تاویل تشابہات اور بیانِ حقیقتِ صفات باری تعالی میں متکلمین کا غلو، میرا (شاہ ولی اللہ کا) طریقہ نہیں، ان امور اور مسائل میں میرا مذہب و طریقہ وہی ہے جو امام مالک، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور جملہ متقدمین کا ہے کہ تشابہات کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے اور ان کی تاویل میں غور وحوض نہ کیا جائے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیان سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا مذہب صفات کا ظاہری معنی لینا ہے، اور یہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرمارہے ہیں کہ یہ میرا مذہب ہے، متکلمین نے اس بارے غلو کیا ہے۔

الفوز الکبیر ۹۶ باب-۳، فصل-۲

نہیں ہوتی ہے۔ مبتدیوں کے لئے الگ اور منتہیوں کے لئے الگ توجیہ ہوتی ہے۔ بھی منتہی کے ذہن میں کوئی الجھن اور مشکل پیش آئی جس کے حل کا وہ خواہاں ہو، جب کہ مبتدی اس سے بالکل غافل ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس مضمون کو سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ بہت سی باتیں جنھیں مبتدی کے لئے سمجھنا مشکل ہوتا ہے، انھیں سمجھنے میں منتہی کا ذہن کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا ہے۔ اور جو اصحاب علم اپنی شرحوں میں ہر سطح کی عقلوں کا لحاظ رکھتے ہیں وہ بھی پڑھنے والوں کی حالت کی رعایت اور ان کی عقلوں کے معیار کے مطابق کلام کرتے ہیں۔

آیات مخاصمہ میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ فرق باطلہ کے مذاہب لکھ کر ان کے رد و ابطال کے طریقوں کی بھی وضاحت کردی جائے۔

آیات احکام میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ مسئلہ کی صورتیں اور قیود کے احترازی و اتفاقی ہونے کی وضاحت کردی جائے۔

آیات تذکیر بآلاء اللہ میں یہ ہے کہ نعمتوں اور ان کے جزئی مواضع و مواقع کا اچھی طرح بیان کردیا جائے۔

آیات تذکیر بایام اللہ میں یہ ہے کہ بعض واقعات کے ایک دوسرے سے مربوط ہونے کا بیان اور اس تعریض و ایما کا پورا حق ادا کردیا جائے جو واقعہ کے ضمن میں ہو۔

تذکیر بالموت ومابعد الموت میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ موت سے متعلق امور اور ان کے حالات واضح کردیے جائیں۔

فنون توجیہ میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں:

جو بات عدم مناسبت کی وجہ سے بعید الفہم ہو اسے قریب الفہم بنادیا جائے۔

جن دو دلیلوں یا دو تعریضوں یا منقول و معقول کے درمیان تعارض ہو ان کا تعارض دور کردیا جائے۔

جن دو چیزوں میں التباس و اشتباہ ہو ان کا فرق واضح کردیا جائے۔

جن دو باتوں میں اختلاف و تضاد ہو ان کے درمیان تطبیق دے دی جائے۔

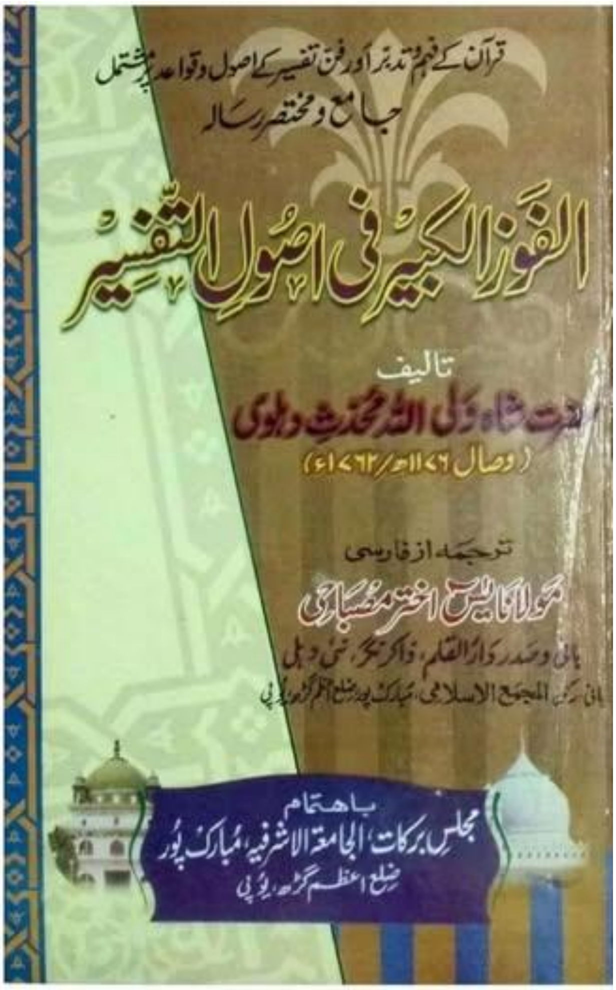
جس صدق وعدہ کا آیت میں اشارہ ہے اسے بیان کردیا جائے۔

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم قرآن عظیم پر عمل کیا اس کی کیفیت وحالت بیان کردی جائے۔

المختصر یہ کہ صحابۂ کرام کی تفسیروں میں بہت سی توجیہات ہیں۔ اور توجیہ کا حق اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب مفسر مشکلات و صعوبات حل کرنے میں تفصیل و توضیح کرے۔ اس کے بعد اپنی توجیہ کی اچھی طرح منصفانہ جانچ پرکھ کرلے۔

تاویل متشابہات اور بیان حقیقت صفات باری تعالیٰ میں متکلمین کا غلو، میرا (ولی اللہ دہلوی) طریقہ نہیں۔ ان امور و مسائل میں میرا مذہب و طریقہ وہی ہے جو امام مالک، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور جملہ متقدمین کا ہے کہ متشابہات کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے اور ان کی تاویل میں غور و خوض نہ کیا جائے۔

احکام مستنبطہ میں نزاع کرنا، اپنے مخصوص مذہب کی قوت و استحکام اور دوسرے کے مذہب کا انہدام چاہنا اور قرآنی دلائل کو دفع کرنے کی تدبیر و حیلہ کرنا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ طریقہ "تدارؤ بالقرآن" یعنی قرآن میں باہم ٹکرانے اور اس کے دلائل کو ٹکرانے کا عمل نہ ہو جائے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)



✱ صفاتِ باری تعالیٰ اور دیوبندیہ بریلویہ ✱

اللہ پاک نے قرآن میں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں اللہ کی جن صفات کا ذکر ہے ان کا ظاہری معنی لیا جائے گا یہی سلف صالحین، اہل سنت واہل حدیث کا مذہب ہے:

❁ إِثْبَاتُ مَا أَثْبَتَهُ اللهُ لِنَفْسِهِ فِي كِتَابِهِ، أَوْ أَثْبَتَهُ لَهُ رَسُولُهُ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَّلَا تَعْطِيلٍ، وَمِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ وَّلَا تَمْثِيلٍ.

"جو صفاتِ باری تعالیٰ خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین میں ثابت کی ہیں، بغیر تحریف و تعطیل اور تکییف و تمثیل ان سب کا اثبات کرنا ضروری ہے۔"

[عقیدۃ سلف واصحاب الحدیث للصابونی-ص،4]

اللہ پاک کی صفات میں تاویل کرنا جہمیہ، معطلہ جیسے بدعتی فرقوں کا طریقہ ہے، اللہ پاک کی صفات میں تاویل کر کے ان کے حقیقی معنی انکار کر کے یہ صفات باری تعالیٰ کے منکر ہو گئے اسی روش پر آج کے دیوبندیہ بریلویہ ہیں یہ بھی صفات باری تعالیٰ کے منکر ہیں بلکہ یہ تو دو ہاتھ آگے بڑھ کر ذات باری تعالیٰ کے بھی منکر ہیں جیسا کہ ان بدعتیوں کے عقائد جاننے والا بخوبی اس کو سمجھتا ہے،

دیوبندیہ بریلویہ نے اس مسئلے میں بھی اپنے امام اعظم کو جوتے کی نوک پر رکھا ہوا ہے اور خود امام اعظم سے بڑے امام بن بیٹھے، تو جب تم امام ابو حنیفہ سے اختلاف کر سکتے ہو تو ہمارا اختلاف کرنا غلط کیوں؟

❁ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"اس کا ہاتھ بھی ہے، چہرہ بھی ہے، اور نفس بھی جس طرح کے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لیے چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے، وہ اس کی ایسی صفات ہیں جن کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، لیکن یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ اس کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا اس کی نعمت ہے، کیونکہ اس طرح اس کی صفات کا اُبطال لازم آئے گا، اور قدریہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے (یہاں ترجمہ کرتے بریکٹ میں دیوبندی مولوی نے روایتی دجل سے کام لیا ہے کہ یہ درست عقیدہ

ہے جبکہ امام ابو حنیفہ اسے باطل اور بدعتیوں کا عقیدہ قرار دے رہے ہیں، جیسا کہ آگے بھی اس کی صراحت ہے) کہ اس کا ہاتھ اس کی ایسی صفت ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، اسی طرح اللہ کی ناراضگی اور خوشی دو ایسی صفات ہیں جن کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔"

❀ امام ابو حنیفہ مزید فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی کی وہ صفات جو انسانی جسم کا خاصہ ہیں اور لوازم ہیں جیسے ہاتھ، چہرہ اور نفس یا جن کا تعلق بعض انسانی اعضاء سے ہے، جیسے غصہ اور خوشی وغیرہ، تو ان الفاظ کی تاویل و توجیہ اس طرح کرنا کہ اس سے خود ان صفات کا مفہوم ہی لغو و باطل ہو جائے درست نہیں ہے، ہم ان صفات پر اسی معنی اور مفہوم میں ایمان رکھتے ہیں جو ان الفاظ کو سن کر فوراہی ذہن میں آجائے" ...

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ اللہ پاک کی صفات کا وہی معنی لیا جائے گا جو صفات کے بارے الفاظ سن کر فوراذہن میں آجاتا ہے، یعنی ہاتھ کا معنی وہی لیا جائے گا جو ہاتھ کا لفظ سن کر ذہن میں آتا ہے، چہرے کا معنی وہی لیا جائے گا جو چہرے کا لفظ سن کر ذہن میں آتا ہے، جبکہ دیوبندیہ بریلویہ کے نزدیک یہ عقیدہ امام ابو حنیفہ والا مجسمیہ کا عقیدہ ہے اور اس سے اللہ کا جسم لازم آتا ہے، لہذا دیوبندیہ بریلویہ اللہ کی صفات کی تاویل کر کے اللہ کی صفات کو باطل قرار دیتے ہیں۔

❀ مجنون ابی حنفیہ زاہد کوثری حنفی لکھتا ہے:

"امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اللہ تعالی کو مخلوق کی صفات سے متصف نہیں کیا جاسکتا، اس کا غضب اور اس کی رضا بلا کیف اس کی صفات میں دو صفتیں ہیں، اور یہی اہل سنت والجماعت کا قول ہے، وہ غضبناک ہوتا ہے اور راضی ہوتا ہے، لیکن (تاویل کر کے) یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کا غضب اس کی عقوبت ہے اور اس کی رضا اس کا ثواب ہے، اور ہم اس کو ویسے ہی متصف کریں گے جیسے اس نے خود اپنے آپ کو متصف کیا ہے،

وہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے، اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، وہ زندہ ہے، قادر ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، عالم ہے، اس کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، اور اس کی مخلوق کے ہاتھ جیسا نہیں ہے، اور اس کا چہرہ اس کی مخلوق کے چہرے جیسا نہیں ہے۔"

یہاں بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے وہی بات کی ہے کہ اللہ پاک کو انہی صفات سے متصف کیا جائے گا جس سے اس نے خود کو متصف کیا ہے، اس کا ہاتھ اور چہرہ مانا جائے گا لیکن اسے مخلوق سے تشبیہ نہیں دی جائے گی،

❁ شرح عقیدہ طحاویہ میں امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

کسی کے لیے جائز نہیں کہ اللہ کی ذات کے بارے میں کچھ بھی بولے، بلکہ اس کو اسی وصف سے متصف کرے جس سے اس نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے، اور اس کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ نہ کہے، اللہ رب العالمین بابرکت اور بلند تر ہے۔"

❁ اور یہی عقیدہ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کا ہے جس کی تفصیل ان کی کتاب "الابانہ" کے مقدمہ میں دیکھی جاسکتی ہے،

امام اشعری رحمہ اللہ نے بدعتی عقائد سے رجوع کے بعد فرمایا:

"اگر کوئی شخص کہے کہ تم نے معتزلہ، جہمیہ، خوارج، روافض اور مرجئہ سب کے مذہب کا انکار کر دیا، تو اب اپنا مذہب تو پیش کیجئے اور جس دین کو آپ اپناتے ہیں اس کی وضاحت کیجئے،

ہم جواب دیں گے: ہمارا عقیدہ و مذہب کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ، تابعین وائمہ اہل الحدیث نے جو کچھ روایت کیا ہے، کے ساتھ تمسک کا ہے، ہم انہیں مضبوطی کے ساتھ تھامنے والے ہیں اور امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو تروتازہ فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو اجر عظیم سے نواز دے، کے منہج کے قائل ہیں، اور جو شخص امام احمد بن حنبل کے عقیدہ و منہج کے مخالف ہے، اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے ہیں؛ کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امامِ فاضل اور رئیسِ کامل ہیں۔"

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام اشعری رحمہ اللہ کا عقیدہ اسماء وصفات میں اس کے ظاہری و حقیقی معنی مراد لینے کا تھا اور تاویل ان کے نزدیک بدعتیوں کا فعل ہے جب دیوبندیہ بریلویہ دونوں تاویل کے قائل اور ظاہری معنی لینے کے مخالف ہیں پھر بھی یہ ان اماموں کے مقلد کے مقلد ہیں۔

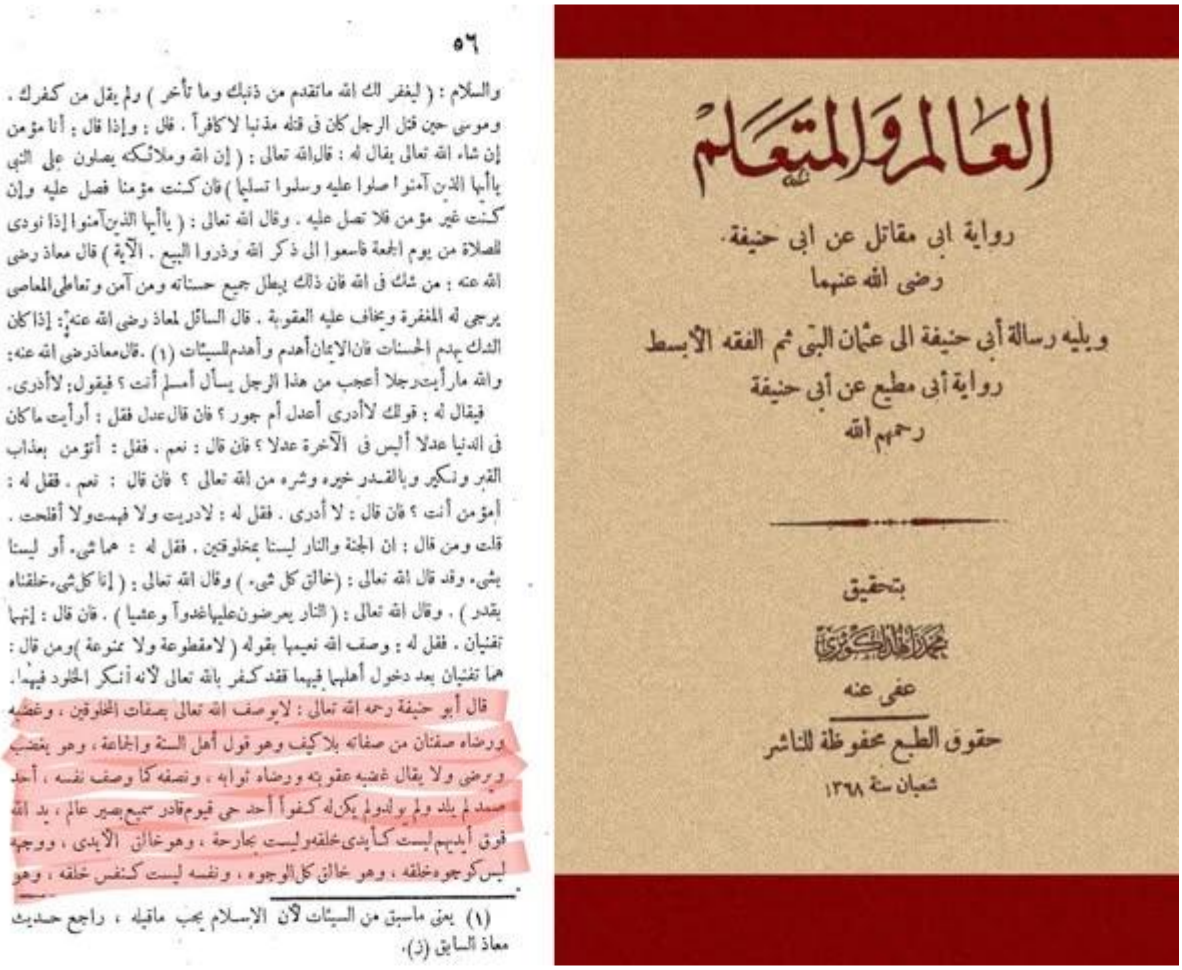

الفقه الاكبر

امام ابو حنيفه نعمان بن ثابت

58

الله تعالى كے ہاتھ اور چہرے كا بیان

(١٦) ولَهُ يَدٌ وَوَجْهٌ وَنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ فِي الْقُرْآنِ. فَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ فِي الْقُرْآنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ فَهُوَ لَهُ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَلَا يُقَالُ اِنَّ يَدَهُ قُدْرَتُهُ اَوْ نِعْمَتُهُ لِاَنَّ فِيهِ اِبْطَالَ الصِّفَةِ . وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْقَدَرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَدُهُ صِفَتُهُ بِلَا كَيْفٍ وَغَضَبُهُ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ بِلَا كَيْفٍ.


العالم والمتعلم

رواية ابى مقاتل عن ابى حنيفة
رضى الله عنهما

ويليه رسالة أبى حنيفة الى عثمان البتى ثم الفقه الأبسط
رواية أبى مطيع عن أبى حنيفة
رحمهم الله

بتحقيق
محمد زاهد الكوثري
عفى عنه
حقوق الطبع محفوظة للناشر
شعبان سنة ١٣٦٨

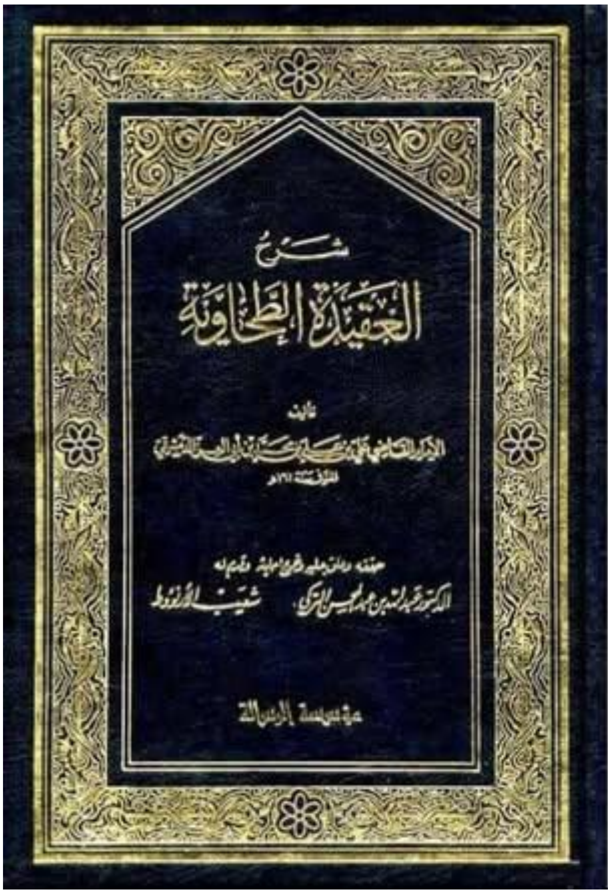
٥٦

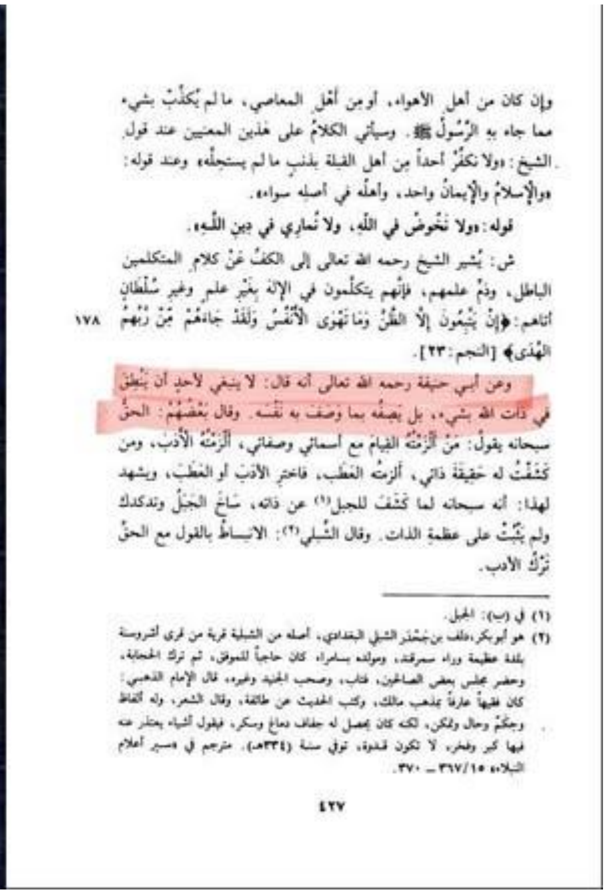
والسلام : (ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما تأخر) ولم يقل من كفرك . وموسى حين قتل الرجل كان فى قتله مذنبا لا كافراً . قال : وإذا قال : أنا مؤمن إن شاء الله تعالى يقال له : قال الله تعالى : (إن الله وملائكته يصلون على النبى يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما) فان كنت مؤمنا فصل عليه وإن كنت غير مؤمن فلا تصل عليه . وقال الله تعالى : (يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع . الآية) قال معاذ رضى الله عنه : من شك فى الله فان ذلك يبطل جميع حسناته ومن آمن وتعاطى المعاصى يرجى له المغفرة ويخاف عليه العقوبة . قال السائل لمعاذ رضى الله عنه : إذا كان الشك يهدم الحسنات فان الايمان أهدم وأهدم للسيئات (١) . قال معاذ رضى الله عنه : والله ما رأيت رجلا أعجب من هذا الرجل يسأل أمسلم أنت ؟ فيقول : لا أدرى.

فيقال له : قولك لا أدرى أعدل أم جور ؟ فان قال عدل فقل : أرأيت ما كان فى الدنيا عدلا أليس فى الآخرة عدلا ؟ فان قال : نعم . فقل : أتؤمن بعذاب القبر ونكير وبالقدر خيره وشره من الله تعالى ؟ فان قال : نعم . فقل له : أمؤمن أنت ؟ فان قال : لا أدرى . فقل له : لا دريت ولا فهمت ولا أفلحت . قلت ومن قال : ان الجنة والنار ليستا بمخلوقتين . فقل له : هما شىء أو ليستا بشىء وقد قال الله تعالى : (خالق كل شىء) وقال الله تعالى : (إنا كل شىء خلقناه بقدر) . وقال الله تعالى : (النار يعرضون عليها غدواً وعشيا) . فان قال : إنهما تفنيان . فقل له : وصف الله نعيمها بقوله (لا مقطوعة ولا ممنوعة) ومن قال : هما تفنيان بعد دخول أهلها فيهما فقد كفر بالله تعالى لأنه أنكر الخلود فيهما.

قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى : لا يوصف الله تعالى بصفات المخلوقين ، وغضبه ورضاه صفتان من صفاته بلا كيف وهو قول أهل السنة والجماعة ، وهو يغضب ويرضى ولا يقال غضبه عقوبته ورضاه ثوابه ، ونصفه كما وصف نفسه ، أحد صمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد حى قيوم قادر سميع بصير عالم ، يد الله فوق أيديهم ليست كأيدى خلقه وليست بجارحة ، وهو خالق الأيدى ، ووجهه ليس كوجوه خلقه ، وهو خالق كل الوجوه ، ونفسه ليست كنفس خلقه ، وهو

(١) يعنى ما سبق من السيئات لأن الإسلام يجب ما قبله ، راجع حديث معاذ السابق (ز).





وإن كان من أهلِ الأهواء، أو مِن أَهْلِ المعاصي، ما لم يُكذِّبْ بشيءٍ
مما جاء به الرَّسُولُ ﷺ. وسيأتي الكلامُ على هٰذين المعنيين عند قول
الشيخ: «ولا نكفِّرُ أحداً مِن أهل القبلة بذنبٍ ما لم يستحِلَّه» وعند قوله:
«والإسلامُ والإيمانُ واحد، وأهلُه في أصله سواء».

قوله: «ولا نَخُوضُ في اللهِ، ولا نُماري في دِينِ اللهِ».

ش: يُشير الشيخ رحمه الله تعالى إلى الكفِّ عَنْ كلامِ المتكلمين
الباطل، وذمِّ علمهم، فإنَّهم يتكلَّمون في الإلٰه بغَيْرِ علمٍ وغيرِ سُلْطانٍ
أتاهم: ﴿إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ١٧٨
الْهُدَىٰ﴾ [النجم: ٢٣].

وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه قال: لا ينبغي لأحدٍ أن يَنْطِقَ
في ذات الله بشيءٍ، بل يَصِفُه بما وَصَفَ به نَفْسَه. وقال بَعْضُهُمْ: الحقُّ
سبحانه يقولُ: مَنْ أَلْزَمْتُهُ القيامَ مع أسمائي وصفاتي، أَلْزَمْتُهُ الأَدَبَ، ومن
كَشَفْتُ له حَقِيقَةَ ذاتي، أَلْزَمْتُهُ العَطَبَ، فاخترِ الأَدَبَ أو العَطَبَ، ويشهد
لهذا: أنه سبحانه لما كَشَفَ للجبل[1] عن ذاته، سَاخَ الجَبَلُ وتدكدك
ولم يَثْبُتْ على عظمةِ الذات. وقال الشِّبلي[2]: الانبساطُ بالقول مع الحقِّ
تَرْكُ الأدب.

---

(١) في (ب): الجبل.
(٢) هو أبو بكر، دلف بن جَحْدَر الشِّبلي البغدادي، أصله من الشبلية قرية من قرى أشروسنة
بلدة عظيمة وراء سمرقند، ومولده بسامراء. كان حاجباً للموفق، ثم ترك الحجابة،
وحضر مجلس بعض الصالحين، فتاب، وصحب الجنيد وغيره، قال الإمام الذهبي:
كان فقيهاً عارفاً بمذهب مالك، وكتب الحديث عن طائفة، وقال الشعر، وله ألفاظ
وحِكَمٌ وحال وتمكن، لكنه كان يحصل له جفاف دماغ وسكر، فيقول أشياء يعتذر عنه
فيها كبر وفخر، لا تكون قدوة، توفي سنة (٣٣٤هـ). مترجم في «سير أعلام
النبلاء» ١٥/٣٦٧ ــ ٣٧٠.

٤٢٧

✱ صفات باری تعالی کے بارے امام ابو حنیفہ اور امام ابن تیمیہ کا عقیدہ ایک ہے ✱

موجودہ بدعتیوں دیوبندیت اور بریلویت کے تابوت میں یہ پوسٹ بہت بڑا کیل ہے جسے یہ دونوں مل کر بھی اکھاڑ نہیں سکتے،

اللہ پاک کے اسماء و صفات کے بارے میں دیوبندیہ اور بریلویہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر متعصبانہ بکواس کرتے عموماً پائے جاتے ہیں، بریلویہ تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کھلے مخالف ہیں لیکن دیوبندی روایتی منافقت کا سہارا لیتے ہیں یہ ابن تیمیہ کے بارے بغض سے بھرے ہوئے ہیں اور اکثر یہ بغض چھلک کر باہر آجاتا ہے، دیوبندیہ کی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر اکثر بکواس صفات باری تعالی کے باب میں ہے، کیونکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے اجداد جہمیہ و معتزلہ کی صفات باری تعالی کے باب میں عقلی موشگافیوں کی دھجیاں اڑا رکھی ہیں اس لیے ان کا بدعتی ہونے کی وجہ سے امام ابن تیمیہ سے بغض بنتا ہے کیونکہ "دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتا۔"

❀ امام احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ متوفی 260ھ فرماتے ہیں:

ليس في الدنيا مبتدع إلا و هو يبغض أهل الحديث ، و إذا ابتدع الرجل نزع حلاوة الحديث من قلبه.

دنیامیں کوئی بدعتی ایسا نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہ رکھتا ہو ،کیونکہ جب آدمی بدعت کا رسیا ہو جاتا ہے تو حلاوت حدیث اس کے دل سے کھینچ لی جاتی ہے۔"

[معرفۃ علوم الحدیث ص،110،وسندہ صحیح]

ہم آج آپ کو دکھاتے ہیں کہ صفات باری تعالی کے باب میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایک پیج پر ہیں دونوں کا عقیدہ ایک ہے، اس سے دیوبندیہ بریلویہ کا ابن تیمیہ پر بھونکنے کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا،

پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں پچھلی پوسٹوں میں بھی آپ نے دیکھا ہے یہ نئے حوالہ جات ہیں،

❁ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی کے لیے ہاتھ، چہرہ اور نفس ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے ان صفات کا قرآن میں اِثبات کیا ہے۔ پس اللہ تعالی نے قرآن میں اپنے لیے ہاتھ، چہرہ اور نفس کی جو صفات بیان کی ہیں تو وہ بلا کیفیت ہیں اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اللہ کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت ہے یا اس کی نعمت ہے کیونکہ اس طرح کے قول سے اللہ کی صفت باطل قرار پاتی ہے اور ایسا کام (یعنی صفات میں تاویل کرنا) معتزلہ اور قدریہ کرتے ہیں۔"

اس عبارت کا مطلب ہم مشہور حنفی اصولی و فقہی جو کہ ماتریدی بھی ہے علامہ بزدوی سے دکھاتے ہیں،

❁ علامہ بزدوی ماتریدی فرماتے ہیں:

"(پس یہ اللہ کی صفات ہیں بلا کیفیت کے) امام ابو حنیفہ کی اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ ان صفات کا حقیقی اور اصلی معنیٰ معلوم ہے جبکہ کیفیت مجہول ہے۔ پس ان صفات کے حقیقی اور اصلی معنی کا انکار اس وجہ سے نہ کیا جائے گا کہ اس سے مخلوق کے ساتھ (صفات میں) تشبیہ لازم آتی ہے اور اس وجہ سے بھی اس حقیقی و اصلی معنی کا انکار نہیں ہو گا کہ اس کی کیفیت کا اِدراک ممکن نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ صفات کی کیفیت مجہول ہے اور اس کیفیت کے بارے بحث کرنا بدعت ہے۔"

علامہ بزدوی کے بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اللہ کی صفات ہاتھ، چہرہ، نفس کے اصلی اور حقیقی معنی لیے جائیں گے جو کہ معلوم ہیں لیکن کیفیت مجہول ہے، اور یہی قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

❁ علامہ بزدوی اپنی اصول کی کتاب میں لکھتے ہیں:

"علم دو قسم کا ہے: ایک توحید اور صفاتِ باری تعالی کا علم اور دوسرا شرائع اور احکام کا علم ہے۔

پہلی قسم کے علم میں کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام لینا اور ہوائے نفس اور بدعتی مناہج سے دور رہنا اور اہل سنت والجماعت کے منہج کو مضبوطی سے پکڑ لینا ہی اصلاً مقصود ہے۔

اہل سنت والجماعت کا منہج وہی تھا جو صحابہ وتابعین کا ہے اور جو سلف صالحین کا ہے اور اسی منہج پر ہم نے اپنے مشائخ حنفیہ اور متقدمین حنفیہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور ان کے اصحاب کو پایا ہے۔ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ نے ایک کتاب 'فقہ اکبر' کے نام سے لکھی ہے اور اس کتاب میں اُنہوں نے صفات کا اثبات کیا ہے۔"

علامہ بزدوی کے بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ نے عقائد پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں اللہ کی صفات کا اثبات کیا ہے جبکہ دیوبندیہ بریلویہ دونوں بدعتی صفات باری تعالی کے منکر ہیں جبکہ امام ابو حنیفہ صفات باری تعالی کے اثبات پر کتاب لکھ رہے ہیں اور یہی عقیدہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کا ہے، اور یہی وجہ ہے جس سے دیوبندیہ بریلویہ عقائد میں امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کو چھوڑ کر ماتریدی کی گود میں بیٹھ گئے ہیں۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب اسماء وصفات میں سند کے ساتھ امام ابو حنیفہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"ان سے جب ایک عورت نے یہ سوال کیا ہے کہ آپ جس 'الٰہ' کی عبادت کرتے ہیں، وہ کہاں ہے؟

توامام صاحب نے اس عورت کو جواب نہ دیا اور سات دن تک اس کے سوال کا جواب دینے سے رُکے رہے، یہاں تک کہ سات دن بعد امام صاحب تشریف لائے اور اپنی دو کتابیں سامنے رکھیں اور کہا:

اللہ تعالی آسمان میں ہے اور زمین میں نہیں۔ ایک شخص نے اس پر کہا کہ قرآن کی اس آیت کہ "وَھوَ معکُمْ" یعنی وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے، کے بارے آپ کی کیا رائے ہے تو امام صاحب نے کہا:

یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ تو کسی آدمی کو کوئی خط لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، حالانکہ تو اس سے غائب ہوتا ہے۔"

یہاں تک آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا واضح عقیدہ اللہ پاک کی ذات وصفات کے بارے جان لیا اب دیکھتے ہیں امام ابو حنیفہ اور امام ابن تیمیہ کا عقیدہ ایک تھا،

❁ ملا علی قاری حنفی کی کتاب "مرقاۃ شرح مشکاۃ" کا سکین آپ کے سامنے ہے،

ملا علی قاری حنفی امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کو اس امت کے اولیاء قرار دینے کے بعد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بیان نقل کرتے ہیں:

"(امام ابن تیمیہ کہتے ہیں:)

امام مالک نے کہا کہ : اللہ کا مستوی ہونا تو معلوم ہے لیکن کیفیت غیر معقول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کیفیت کے بارے سوال کرنا بدعت ہے۔ امام مالک نے ان الفاظ کے ذریعہ صفات کے معلوم معنیٰ اور غیر معقول کیفیت میں فرق کیا ہے۔ امام مالک کا یہ جواب جمیع صفاتِ باری تعالی مثلاً سماعت، بصارت، علم، حیات، قدرت، اِرادہ، نزول، غضب، رحمت اور ضحک وغیرہ کے بارے کافی وشافی ہے۔ پس جمیع صفاتِ باری تعالی کے معانی معلوم ہیں جبکہ ان کی کیفیات غیر معقول ہیں کیونکہ صفات کی کیفیات کا معقول المعنیٰ ہونا، ذات کی کیفیت اور اس کی کنہ کے علم کی ایک شاخ ہے۔ پس جب اللہ تعالی کی ذات اور کنہ غیر معلوم ہے تو اس کے صفات کی کیفیات بھی معقول نہیں ہو سکتیں۔

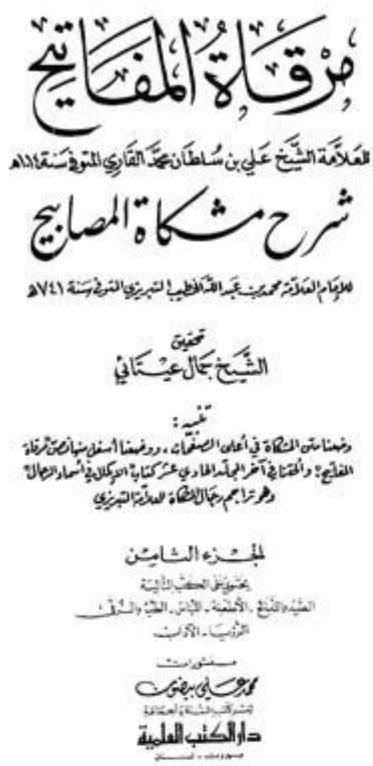
اس مسئلے میں نافع اور محتاط قول یہی ہے کہ اللہ تعالی کو ہر اس صفت سے موصوف کیا جائے جس کے ساتھ اللہ نے خود یا اللہ کے رسول نے اللہ تعالی کو موصوف کیا ہو اور ان صفات کے معانی میں نہ تو تحریف کی جائے (یعنی تاویل) اور نہ ہی تعطیل کی جائے (یعنی ان صفات کے حقیقی معانی کا انکار کیا جائے یعنی تفویض مطلق وغیرہ) اور نہ ہی ان کی کیفیت بیان کی جائے اور نہ ہی ان کی مثال بیان کی جائے (یعنی مخلوق سے مشابہت دی جائے) بلکہ اللہ کے لیے جمیع اَسما اور صفات کا اثبات کیا جائے اور ان اسما وصفات کی مخلوق کے اسما وصفات سے مشابہت سے انکار کیا جائے۔ پس تیرا صفات کا اِثبات اس طرح ہو کہ اس میں تشبیہ موجود نہ ہو اور صفات کی کیفیات کے بارے تیری نفی یوں ہو کہ اس سے صفات کا ظاہری اور حقیقی معنی کا انکار نہ ہو۔ پس جس نے اِستوا کے حقیقی معنیٰ کا ہی انکار کر دیا تو وہ معطلہ میں سے ہے اور جس نے استوا کی تشبیہ یوں بیان کی کہ یہ ایسا ہے جیسے ایک مخلوق دوسری مخلوق پر ہوتی ہے تو یہ مشبہ میں سے ہے اور جس نے یہ کہا کہ اِستوا تو ہے لیکن اس طرح کہ اس کی مانند کوئی شے نہیں ہے تو وہی درحقیقت موحد اور تنزیہ بیان کرنے والا ہے۔

یہاں پر امام ابن تیمیہ کا کلام ختم ہوا۔

(اب میں یعنی ملا علی القاری یہ کہتا ہوں) کہ اس کلام سے امام ابن تیمیہ کا مقصد واضح ہو گیا ہے اور اُن کا عقیدہ بھی کھل کر سامنے آگیا ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جو سلف صالحین اور جمہور خلف کا ہے۔ پس طعن و تشنیع اور بدترین تقبیح کی نسبت امام ابن تیمیہ کے لیے درست نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ کا کلام بعینہٖ وہی کلام ہے جسے امام اعظم اور مجتہد اکبر امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب 'فقہِ اکبر' میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے لیے ہاتھ اور چہرہ اور نفس ہے۔"

ملا علی قاری حنفی کے بیان سے معلوم ہوا کہ اسماء وصفات کے باب میں امام ابو حنیفہ اور امام ابن تیمیہ کا عقیدہ ایک ہے اس لیے بدعتیوں کو ملا علی قاری حنفی کی نصیحت ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر بکواس، طعن و تشنیع نہ کی جائے ورنہ امام ابو حنیفہ کو کیسے بچانا ہے، اس لیے سن لو میں ملا علی قاری حنفی کہتا ہوں:

"ابن تیمیہ اور ابن قیم اس امت کے اولیاء میں سے ہیں"


مرقاة المفاتيح
للعلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري المتوفى سنة ١٠١٤هـ
شرح مشكاة المصابيح
للإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٧٤١هـ
تحقيق
الشيخ جمال عيتاني
الجزء الثامن
دار الكتب العلمية


كتاب اللباس ٢١٧

٤٣٤١ ـ (٣٨) وعن أبي موسى الأشعري، أن النبيّ ﷺ قال: «أُحِلَّ الذهبُ والحريرُ للإناثِ من أمتي، وحرِّمَ على ذكورها».

ما نصه أن حفظه حرمة نصوص الأسماء والصفات بإجراء أخبارها على ظواهرها، وهو اعتقاد مفهومها المتبادر إلى إفهام العامة، ولا نعني بالعامة الجهال بل عامة الأمة كما قال مالك [رحمه الله]، وقد سئل عن قوله تعالى: ﴿الرحمن على العرش استوى﴾ [طه ـ ٥] كيف استوى؟ فأطرق مالك رأسه حتى علاه الرحضاء ثم قال: الاستواء معلوم، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة؛ فرق بين المعنى المعلوم من هذه اللفظة وبين الكيف الذي لا يعقله البشر، وهذا الجواب من مالك [رحمه الله] شاف عام في جميع مسائل الصفات من السمع والبصر، والعلم والحياة، والقدرة والإرادة، والنزول والغضب، والرحمة والضحك. فمعانيها كلها معلومة، وأما كيفيتها فغير معقولة إذ تعقل الكيف فرع العلم بكيفية الذات وكنهها، فإذا كان ذلك غير معلوم فكيف يعقل لهم كيفية الصفات؛ والعصمة النافعة من هذا الباب أن يصف الله بما وصف به نفسه ووصف به رسوله من غير تحريف ولا تعطيل، ومن غير تكييف ولا تمثيل، بل يثبت له الأسماء والصفات، وينفي عنه مشابهة المخلوقات، فيكون إثباتك منزهاً عن التشبيه، ونفيك منزه عن التعطيل، فمن نفى حقيقة الاستواء فهو معطل، ومن شبهه باستواء المخلوقات على المخلوق فهو مشبه، ومن قال: هو استواء ليس كمثله شيء فهو الموحد المنزه اهـ كلامه، وتبين مرامه، وظهر أن معتقده موافق لأهل الحق من السلف وجمهور الخلف، فالطعن التشنيع والتقبيح الفظيع غير موجه عليه ولا متوجه إليه، فإن كلامه بعينه مطابق لما قاله الإمام الأعظم، والمجتهد الأقدم في فقهه الأكبر ما نصه «وله تعالى يد ووجه ونفس»، فما ذكر الله في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس فهو له صفات بلا كيف، ولا يقال: إن يده قدرته أو نعمته لأن فيه إبطال الصفة وهو قول أهل القدر والاعتزال، ولكن يده صفته بلا كيف، وغضبه ورضاه صفتان من صفاته بلا كيف اهـ. وحيث انتفى عنه اعتقاد التجسيم، فالمعنى الذي ذكره في الحديث الكريم له وجه وجيه ظاهر وتوجيه لأهل التنبيه باهر سواء رأى النبي ﷺ ربه في المنام أو تجلى الله سبحانه عليه بالتجلي الصوري المعروف عند أرباب الحال والمقام، وهو أن يكون مذكراً بهيئته ومفكراً برؤيته الحاصلة من كمال تخليته، والله أعلم بأحوال أنبيائه وأصفيائه الذين رباهم بحسن تربيته، وجلى مرائي قلوبهم بحسن تجليته حتى شهدوا مقام الحضور والبقاء، وتخلصوا عن صدأ الحظور والفناء، رزقنا الله أشواقهم، وأذاقنا أحوالهم وأخلاقهم، وأحيانا على طريقتهم، وأماتنا على محبتهم، وحشرنا في زمرتهم.

٤٣٤١ ـ (وعن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه أن النبي ﷺ قال: أحل) بصيغة الماضي أي أبيح (الذهب والحرير للإناث) بكسر الهمز (من أمتي وحرم) أي ما ذكر أو كل منهما (على ذكورها) أي ذكور أمتي والذكور بعمومه يشمل الصبيان أيضاً لكنهم حيث لم

الحديث رقم ٤٣٤١: أخرجه الترمذي في السنن ٤/١٨٩ الحديث رقم ١٧٢٠ الحديث رقم ٨/١٦١ الحديث رقم ٥١٤٨، وأحمد في المسند ٤/ ٣٩٢.





من الني وصماغ ولا بشرط من زمان ومكان وجهة وقرب وبعد (ونحن نتكلم بالآلات والحروف والله تعالى يتكلم بلا آلة ولا حروف والحروف مخلوقة) اى المؤلف من المخلوق مخلوقٌ (وكلام الله تعالى غير مخلوق) اى كلامه تعالى قديم قائمٌ بذات الله تعالى لا يقبل الانفصال و الافتراق بالانتقال الى القلوب والآذان (وهو شئٌ) لقوله قُل اى شئٌ اكبر شهادةً قِل اللّٰهُ (لا كالاشيا) لقوله تعالى ليس كمثله شئ (ومعنى الشئ الثابت) ومعنى الثابت الموجود وفى اكثر النسخ اثباته اى اثبات ذلك اى ان تشبيه (بلا جسم) هذا بيانٌ لقوله لا كالاشيا اى كل جسمٍ منقسم وكلّ منقسم مركب و كل مركب محدث و كل محدث محتاج الى المحدث فكل جسم ممكن محتاج الى واجب الوجود (ولا جوهر) اى الجوهر يكون محلا للاعراض والحوادث والله تعالى منزهٌ عن ذلك (ولا عرض) اى العرض لا يقوم بذاته بل يفتقر الى محلّ يقوم به فيكون ممكناً (ولا حدّ لهٗ) اى الحدّ تعريف الماهية بذكر اجزائها و واجب الوجود فرد لا جزءَ لهٗ فيمتنع ان يكون له حدٌّ والحدّ قد يكون بمعنى النهاية ولا نهاية لله تعالى (ولا ضدله) اى لا نظير له ولا كفوٌ لهٗ (ولا ندّ لهٗ) الند بالكسر المثل و النظير (ولا مثل لهٗ) اى لا شريكَ له فى النوع لانه لا نوع له كما لا جنس له والمماثلة الاشتراك فى النوع فاذا قيل هما متماثلان كان معناه متفقان فى الماهية النوعية (وله يدٌ وَوَجهٌ و نفس كما ذكر الله تعالى فى القرآن) بقوله تعالى يد الله فوق ايديهم وبقوله تعالى ويبقى وجه ربكَ وبقوله تعالى حكاية عن عيسى عليه السلام تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك وفى بعض النسخ لما ذكره الله تعالى فى القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس (فهو لهٗ صفاتٌ بلاكيف) اى اصلها معلوم ووصفها مجهول لنا فلا يبطل الاصل المعلوم بسبب التشابه والعجز عن درك الوصف روى عن احمد بن حنبل رحمه الله تعالى اى الكيفية مجهولة والبحث عنها بدعةٌ (ولا يقال يده قدرته او نعمته اى فيه) اى فى هذا القول (ابطال الصفه) التى دلّ على ثبوتها القرآن

١٠

قال الشيخ الإمام الأجلُّ الزاهد أبو الحسن علي بن محمد البزدوي – رحمه الله –: العِلم نوعان: عِلْم التَّوحيد والصِّفات، وعلم الشَّرائع، والأحكام.

وتقديم الآل والأصحاب في الصلاة على عامة الأنبياء والمرسلين لتكميل الصلاة على النبي، لا لتفضيلهم على الأنبياء إذ لا فضل لولي على نبي قط.

قوله: (العلم نوعان) اختلف في تفسير العلم:

فقيل: لا يمكن تعريفه لأنه ضروري إذ كل أحد يعلم وجوده ضرورة، ولأن غير العلم لا يعلم إلا بالعلم، فلو علم العلم بغيره كان دوراً.

وقيل: إنه صفة توجب في الأمور المعنوية تمييزاً لا يحتمل النقيض.

وقوله: لا يحتمل النقيض احتراز عن الظن ونحوه.

وقيل: هو صفة ينتفي بها عن الحي الجهل والشك والظن والسهو.

ومختار الشيخ أبي منصور الماتريدي[1] – رحمه الله – أنه صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت هي به.

ثم إنه عام يتناول علم النحو والطب والنجوم وسائر علوم الفلسفة، كما يتناول علم التوحيد والشرائع فلا يستقيم تقسيمه بالنوعين، واكتفاؤه عليهما، كما لا يستقيم تقسيم الحيوان بأنه نوعان: إنسان وفرس منحصراً عليهما، لأنه أعم من ذلك إلا بتقييد، وهو أن يقال: المراد العلم المنجي أو العلم الذي ابتلينا به نوعان، وكان الشيخ – رحمه الله – أخرج بقوله: العلم نوعان، غير هذين النوعين عن كونه علماً لعدم ظهور فائدته في الآخرة وانحصار الفائدة فيها على النوعين، فكان هذا من قبيل قولك: العالم في البلد زيد مع وجود غيره من العلماء فيه، لأنك لا تعدّهم علماء في مقابلته. (علم التوحيد) هو العلم بأن الله تعالى واحد لا شريك له. (وعلم الصفات) هو العلم بأن لله تعالى صفات ثبوتية قائمة بذاته قديمة غير مُحْدَثة مثل العلم والحياة والقدرة وغيرها من أوصاف الكمال، لا كما زعمت المعتزلة[2] من نفي الصفات، ولا كما زعمت الكَرَّامية[3] من حدوث بعض الصفات. (وعلم الشرائع) هو العلم بالمشروعات: من السبب والعلة والشرط والحِلّ

(١) هو أبو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتريدي (المتوفى سنة ٣٣٣هـ = ٩٤٤م) إمام المتكلمين وعلماء العقائد.

(٢) المعتزلة، فرقة كبيرة من فرق المسلمين تشعبت إلى مذاهب عديدة، وأصولهم ترجع إلى خمسة: التوحيد، العدل، الوعد والوعيد، المنزلة بين المنزلتين، الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر.

(٣) الكرامية: هم أتباع أبي عبد الله محمد بن كرّام، وقد افترقوا إلى مذاهب.

والأصل في النوع الأول هو التمسُّك بالكتاب والسنة ومُجانبة الهوى والبدْعة

والحرمة، والجواز والفساد، والأحكام وإن دخلت في المشروعات لكنها لكونها مقصودة أفردت بالذكر (والأصل في النوع الأول التمسك بالكتاب والسنة) أي بمحكم الكتاب والسنة المتواترة، وهذا في المباحثة مع النفس، أو مع أهل القبلة الذين أقرّوا برسالة النبي عليه السلام وبحقّية القرآن، وانتحلوا نحلة الإسلام، إلا أنهم بسبب أهوائهم خرجوا عن حوزة الإسلام، ونبذوا التوحيد وراء ظهورهم، وأنكروا الصفات التي نطق بها القرآن والسنة زاعمين أن ما ذهبوا إليه هو عين الحق، ومحض التوحيد، فأما في المباحثة مع مَنْ أنكر الرسالة والقرآن مثل المجوس[1] والثنوية[2] والفلاسفة[3] فلا ينفع التمسك فيها بالكتاب والسنة لإنكار الخصم حقّيتها، فيتمسك إذن بالمعقول الصرف. (ومجانبة الهوى والبدعة) الهوى: ميلان النفس إلى ما تستلذه من غير داعية الشرع، والبدعة: الأمر المحدث في الدين الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون، يعني يتمسك بالكتاب والسنة مجانباً لهوى نفسه، ومجتنباً لما أحدثه غيره في الدين مما لم يكن منه، فلا يحمل الكتاب والسنة على ما تهواه نفسه، ولا على ما يوافق ما ابتدعه غيره، مثل ما قالت الرافضة[4]: المراد من الخمر والميسر والأنصاب: أبو بكر وعُمر وعُثمان، ومن الظالم في قوله تعالى: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ﴾ [الفرقان: ٢٧]: أبو بكر، ومن قوله: ﴿لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا﴾ [الفرقان: ٢٨] عمر، ومثل ما قالت المعتزلة في قوله تعالى: ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ [النساء: ٤٨ – ١١٦]: إنه مشروط بشرط التوبة، ليستقيم قولهم: بالتخليد في النار لأصحاب الكبائر من المؤمنين، ومثل حملهم المشيئة في قوله تعالى: ﴿تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ﴾ [الأعراف: ١٥٥]، ونظائره على مشيئة القسر ليستقيم قولهم: بعدم دخول الشرور والقبائح تحت

(١) المجوس، والمجوسية دين قديم، واللفظ وردت في القرآن الكريم: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ [الحج: ١٧]. وقد افترقوا أيضاً فرقاً.

(٢) الثنوية: هم القائلون بأن أصل كل شيء النور والظلمة، وهما قديمان أزليان وقد افترقوا إلى مانية وديصانية ومرقونية ومزدكية.

(٣) الفلاسفة أو الحكماء غير الإسلاميين كأرسطو وأفلاطون وأفلوطين، والإسلاميين كالفارابي وابن سينا.

(٤) الرافضة: في تسميتهم خلاف، وهم من فرق الشيعة أو هم عموماً فرق الشيعة فبعضهم يقول بأنهم سموا رافضة لرفضهم إمامة أبي بكر وعمر (كأبي الحسن الأشعري) يقول بأنهم فرقة من فرق الشيعة (كالبغدادي)، وبعضهم يقول بأنهم سموا كذلك في الكوفة لكونهم رفضوا زيد بن علي (كالطبري).

ولزوم طريق السنة والجماعة الذي كان عليه الصحابة والتابعون ومضى عليه الصالحون. وهو الذي كان عليه أدركنا مشايخنا وكان على ذلك سلفنا أعني أبا حنيفة وأبا يوسف ومحمد أو عامة أصحابهم رحمهم الله. وقد صنف أبو حنيفة رضي الله عنه في ذلك كتاب «الفقه الأكبر» وذكر فيه إثبات الصفات، وإثبات تقدير الخير والشر من الله، وإن ذلك كله بمشيئته وأثبت الاستطاعة مع الفعل،

كتاب الأسماء والصفات

تأليف
الإمام الحافظ
أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي
المولود سنة ٣٨٤ والمتوفى سنة ٤٥٨ رحمه الله

حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه
عبد الله بن محمد الحاشدي

قدّم له
فضيلة الشيخ مقبل بن هادي الوادعي

المجلد الثاني

مكتبة السوادي للتوزيع

أبي مريم أبا عصمة يقول: كنا عند أبي حنيفة أول ما ظهر إذ جاءته امرأة من ترمذ كانت تجالس جهماً، فدخلت الكوفة فأظنني أقل ما رأيت عليها عشرة آلاف من الناس تدعوا إلى رأيها، فقيل لها: إن ههنا رجلا قد نظر في المعقول يقال له أبو حنيفة، فأته فقالت: أنت الذي تعلم الناس المسائل وقد تركت دينك؟ أين إلهك الذي تعبده؟ فسكت عنها ثم مكث سبعة أيام لا يجيبها، ثم خرج إليها وقد وضع كتابين(١): الله تبارك وتعالى في السماء دون الأرض. فقال له رجل: أرأيت قول الله عز وجل: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ قال هو كما تكتب إلى الرجل إني معك وأنت غائب عنه.

قلت: لقد أصاب أبو حنيفة رضي الله عنه فيما نفى عن الله عز وجل من الكون في الأرض. وفيما ذكر من تأويل الآية، وتبع مطلق السمع في قوله: إن الله عز وجل في السماء ومراده من تلك والله أعلم إن صحت الحكاية عنه ما ذكرنا في معنى قوله: ﴿أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ﴾ وقد روى عنه أبو عصمة أنه ذكر مذهب أهل السنة وذكر في جملة ذلك: وإنا لا نتكلم في الله بشيء، وهو نظير ما روينا عن سفيان بن عيينة فيها:

(٩٠٦) أخبرنا أبو بكر بن الحارث أنا أبو محمد بن حيان ثنا عبد الله بن محمد بن يعقوب ثنا أبو حاتم ثنا إسحاق بن موسى قال سمعت ابن عيينة يقول: ما

= ترجمت في أخبار أصبهان ١/١٢٢، ١٢٣ والأنساب ٣/٢٩٦، وبقية رجال الإسناد معروفون، ونوح بن أبي مريم كذاب وضاع.

(١) في مخطوطة الحرم المكي «كتاباً» بالإفراد.

(٩٠٦) صحيح عن سفيان:

أبو بكر بن الحارث وأبو محمد بن حيان تقدما برقم (٤١٠) وشيخ أبي محمد بن حيان: عبد الله بن محمد بن يعقوب ترجم له في طبقات المحدثين بأصبهان كما في =

-٢٣٨-

٭ اللہ کی ذات کو مخلوق پر قیاس کرنے والے دیوبندیہ کا حکم ٭

دیوبندی بدعتیہ کے اکثر مولوی اللہ کی ذات وصفات کو مخلوق بالخصوص انسانوں پر قیاس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے اللہ کے اعضاء واجزاء ثابت ہوتے ہیں پھر ذات باری تعالی کی صفات کا انکار کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی صفات نہیں،

مثلاً اللہ کے ہاتھ، چہرہ، آنکھیں، پنڈلی وغیرہ کو یہ خود پر قیاس کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ تو انسانوں کے اعضاء ہیں ان صفات کا اللہ کے لیے اثبات کرنے سے اللہ کا مجسم ہونا لازم آئے گا،

❁ چنانچہ موجودہ بدعتی مولوی عبدالواحد دیوبندی لکھتا ہے:

"جب صفات ذاتیہ خبریہ سے سلفیوں کے نزدیک ان کے معنی حقیقی مراد ہیں تو یہ صفات نہ ہوں گی بلکہ ذات کے اجزاء وابعاض ہوں گے جیسا کہ انسان میں ہوتے ہیں،

البتہ تشبیہ سے بچنے کے لیے سلفی ساتھ میں کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ مخلوق سے نہیں یعنی ان کی شکل کے نہیں ہیں،

دوسری بات سلفی کہتے ہیں کہ کیونکہ یہ اللہ کی ذات سے جدا نہیں ہو سکتے اس لیے ان کو ابعاض واجزاء نہیں کہا جائے گا جیسا کہ مثلاً انسان میں کہا جاتا ہے،

بدعتی مولوی کہتا ہے کہ اللہ کی ذات جب متعدد حصوں پر مشتمل ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ اللہ کی ذات مخلوق کی طرح مرکب ہو اور مرکب قابل تقسیم ہوتا ہے اگرچہ تقسیم عقلی ہو واقع میں نہ ہو۔"

❁ دوسری جگہ یہی بدعتی مولوی لکھتا ہے:

"مذکورہ بالا اعتراض کی ایک اور صورت بھی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی کی ذات جب متعدد حصوں پر مشتمل ہو تو اس اعتبار سے وہ مخلوق مثلاً انسان کی مثل ہوئی اگرچہ وہ اعضاء مخلوق کے انہی اعضاء کی طرح نہ ہوں اور اگرچہ ہم اللہ کی ذات کے حصوں کو ابعاض یا اعضاء یا اجزاء نہ کہیں۔"

بدعتی مولوی عبدالواحد دیوبندی کا بیان آپ نے دیکھ لیا وہ اللہ کی صفات ہاتھ، پاؤں وغیرہ کے معنی حقیقی کو مخلوق یعنی انسانوں پر قیاس کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ یہ اللہ کے اعضاء بنتے ہیں نہ کہ صفات، جیسا کہ انسانوں میں ہوتے ہیں، اگرچہ ساتھ یہ کہا جائے کہ وہ مخلوق بشمول انسانوں کی طرح نہیں۔

❁ دوسرا بدعتی مولوی الیاس گھمن حیاتی اللہ کو مخلوق پر قیاس کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اگر اللہ تعالی کو عرش پر حقیقتاً مانیں تو حقیقی وجود کے ساتھ کسی چیز پر ہونا یہ خاصیت جسم کی ہے...

اگر اللہ تعالی کو حقیقتاً عرش پر مانیں تو عرش اللہ تعالی کے لیے مکان ہوگا اور اللہ تعالی مکین ہوں گے....

اگر اللہ تعالی کو فوق العرش مانیں تو عرش اس کے لیے مکان ہوگا اور مکان اپنے مکین کو محیط ہوتا ہے اور مکین محاط ہوتا ہے۔"

بدعتی مولوی الیاس گھمن حیاتی کا بیان آپ نے دیکھا کہ یہ اللہ تعالی کو خود پر قیاس کر رہا ہے کہ اگر اللہ کو عرش پر حقیقتاً مانیں تو کسی چیز پر ہونا بدعتی کے نزدیک جسم کی خاصیت ہے، اسی لیے یہ عرش پر حقیقتاً ماننے والوں پر اعتراض کرتے ہوئے اللہ کا مکان میں ہونا قرار دے رہا ہے۔

❁ دارالعلوم حقانیہ کے مفتیوں کے نزدیک یہ بدعتی دیوبندی مولوی گمراہ اور کافر ہیں، فتاوی حقانیہ کا سکین آپ کے سامنے ہیں لکھتے ہیں:

"اس لیے انسانوں کی ذوات پر قیاس کرتے ہوئے اللہ کی ذات کے بارے میں گفتگو کرنا ضلالت و گمراہی کا سبب ہے، اللہ تعالی کے لیے ایسی کیفیت سے مکان ثابت کرنا جو مخلوق کے لیے ثابت ہے تو اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، ہاں اگر اللہ تعالی کے لیے مکاں ثابت کرنے کا مطلب محض اخبار ہو جس طرح قران واحادیث میں متعدد جگہ ثابت ہے، تو ایسا کہنے یا عقیدہ رکھنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔"

دارالعلوم حقانیہ کے مفتیوں کے مطابق جو مکاں اللہ کے لیے قرآن و حدیث میں آیا ہے جیسا کہ اللہ کا آسمانوں میں ہونا، عرش کے اوپر ہونا، یہ عقیدہ کفر نہیں، لیکن اگر مخلوق پر قیاس کرتے ہوئے اس کیفیت سے اللہ کے لیے مکان ثابت کیا جائے جیسا الیاس گھمن حیاتی دیوبندی نے کیا اس طرح کہ عرش مکان ہے اور اللہ مکین ہوگا اور مکان مکین کو محیط ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ کہنا کفر ہے،

اسی طرح یہ ضلالت اور گمراہی ہے کہ اللہ کی صفات ہاتھ، پاؤں وغیرہ کو مخلوق یعنی انسانوں کی صفات پر قیاس کیا جائے اور کہا جائے کہ ایسے اللہ کے اعضاء واجزاء ثابت ہوتے ہیں، جیسا کہ عبد الواحد دیوبندی کر رہا ہے۔



۲۵۹

اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنے والے کا حکم

سوال:۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے یا کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں جگہ میں موجود ہے اور فلاں جگہ میں نہیں تو کیا یہ شخص اس سے کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

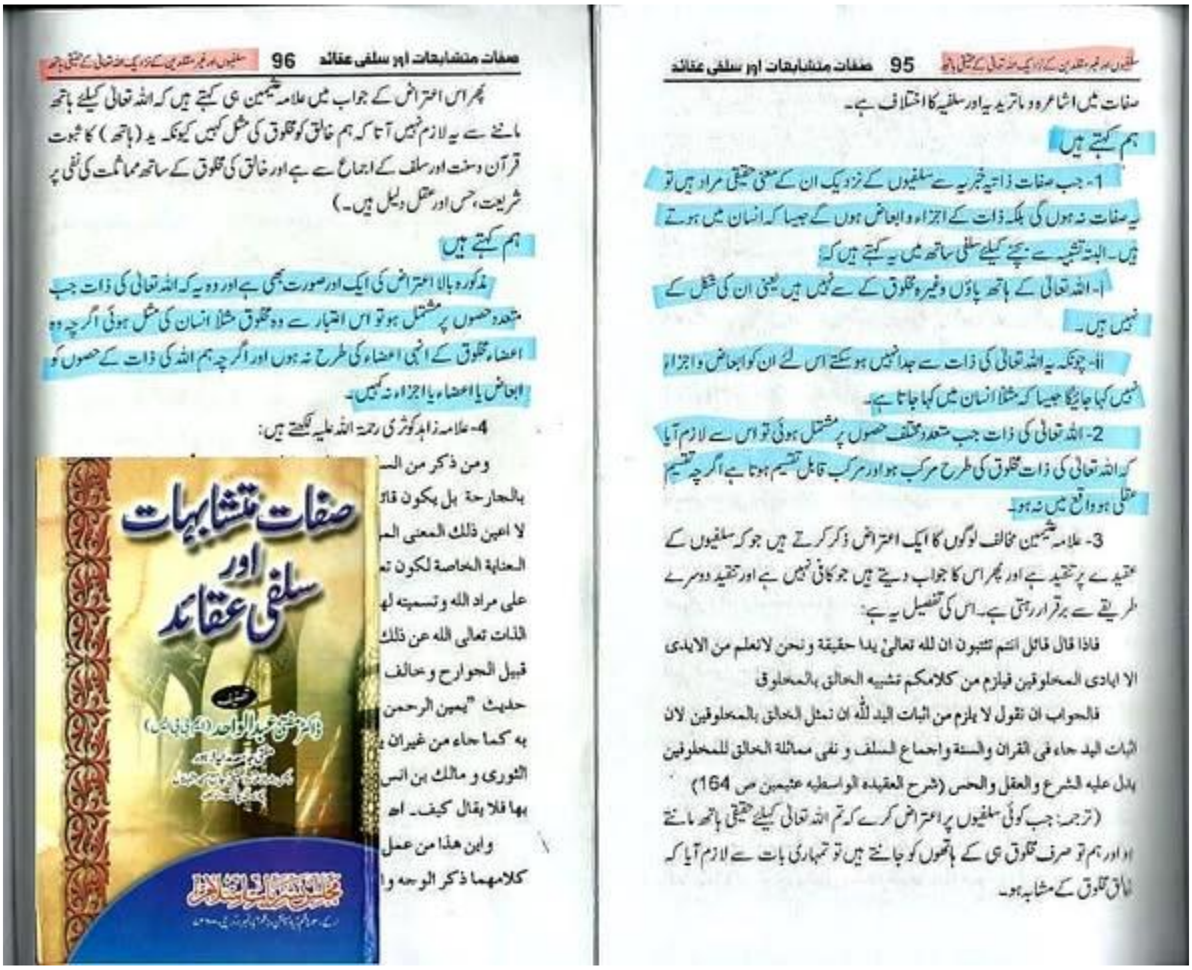
الجواب:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مخلوق کی طرح جسم سے وراء الوریٰ ہے جسے اس دنیا میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ اس میں دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی عقل میں اس ذات کے بارے میں سوچنے کی استعداد ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے بارے میں سوچنے سے منع کر دیا گیا ہے، اس لیے انسانوں کی ذوات پر قیاس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تفکر کرنا ضلالت اور گمراہی کا سبب ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی کیفیت سے مکان ثابت کرنا جو کہ مخلوق کے لیے ثابت ہے تو اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنے کا مطلب محض اخبار ہو جس طرح قرآن اور احادیث میں متعدد جگہ ثابت ہے تو ایسا کہنے یا عقیدہ رکھنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری رحمہ اللہ: اذا قال: اللہ تعالیٰ فی السماء عالم ان اراد به المکان یکفر وان اراد به الحکایة عما جاء فی ظاهر الاخبار لا یکفر وان لم یکن له نیة یکفر عند اکثرهم وفی التخییر هو الاصح وعلیه الفتوی۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ج۵ ص۳۶۴ کتاب احکام المرتدین) [1]

---

[1] وقال العلامة ابن نجیم المصریؒ: ویکفر بقوله یجوز ان یفعل اللہ تعالیٰ فعلاً لا حکمة فیه وباثبات المکان للہ تعالیٰ فان قال اللہ فی السماء فان قصد به حکایة ما جاء فی ظاهر الاخبار لا یکفر وان اراد المکان یکفر وان لم یکن له نیة کفر عند الاکثر وهو الاصح وعلیه الفتویٰ۔
(البحر الرائق ج۵ ص۱۲۹ باب المرتد)
ومثله فی الهندیة ج۲ ص۲۵۹ الباب التاسع فی احکام المرتدین۔





سلفیوں اور غیر مقلدین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے حقیقی ہاتھ 95 صفات متشابہات اور سلفی عقائد

صفات میں اشاعرہ و ماتریدیہ اور سلفیہ کا اختلاف ہے۔

ہم کہتے ہیں

1- جب صفات ذاتیہ خبریہ سے سلفیوں کے نزدیک ان کے معنی حقیقی مراد ہیں تو یہ صفات نہ ہوں گی بلکہ ذات کے اجزاء و ابعاض ہوں گے جیسا کہ انسان میں ہوتے ہیں۔ البتہ تشبیہ سے بچنے کیلئے سلفی ساتھ میں یہ کہتے ہیں کہ:

i- اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ مخلوق کے سے نہیں ہیں یعنی ان کی شکل کے نہیں ہیں۔

ii- چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جدا نہیں ہو سکتے اس لئے ان کو ابعاض و اجزاء نہیں کہا جائیگا جیسا کہ مثلاً انسان میں کہا جاتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی ذات جب متعدد مختلف حصوں پر مشتمل ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مخلوق کی طرح مرکب ہو اور مرکب قابل تقسیم ہوتا ہے اگرچہ تقسیم عقلی ہو واقع میں نہ ہو۔

3- علامہ عثیمین مخالف لوگوں کا ایک اعتراض ذکر کرتے ہیں جو کہ سلفیوں کے عقیدے پر تنقید ہے اور پھر اس کا جواب دیتے ہیں جو کافی نہیں ہے اور تنقید دوسرے طریقے سے برقرار رہتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

فاذا قال قائل انتم تثبتون ان لله تعالیٰ یدا حقیقة و نحن لانعلم من الایدی الا ایادی المخلوقین فیلزم من کلامکم تشبیه الخالق بالمخلوق

فالجواب ان نقول لا یلزم من اثبات الید للّٰہ ان تمثل الخالق بالمخلوقین لان اثبات الید جاء فی القران والسنة واجماع السلف و نفی مماثلة الخالق للمخلوقین یدل علیه الشرع والعقل والحس (شرح العقیدہ الواسطیه عثیمین ص 164)

(ترجمہ: جب کوئی سلفیوں پر اعتراض کرے کہ تم اللہ تعالیٰ کیلئے حقیقی ہاتھ مانتے ہو اور ہم تو صرف مخلوق ہی کے ہاتھوں کو جانتے ہیں تو تمہاری بات سے لازم آیا کہ خالق مخلوق کے مشابہ ہو۔

صفات متشابہات اور سلفی عقائد 96 سلفیوں اور غیر مقلدین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے حقیقی ہاتھ

پھر اس اعتراض کے جواب میں علامہ عثیمین ہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہاتھ ماننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم خالق کو مخلوق کی مثل کہیں کیونکہ ید (ہاتھ) کا ثبوت قرآن و سنت اور سلف کے اجماع سے ہے اور خالق کی مخلوق کے ساتھ مماثلت کی نفی پر شریعت، حس اور عقل دلیل ہیں۔)

ہم کہتے ہیں

مذکورہ بالا اعتراض کی ایک اور صورت بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جب متعدد حصوں پر مشتمل ہو تو اس اعتبار سے وہ مخلوق مثلاً انسان کی مثل ہوئی اگرچہ وہ اعضاء مخلوق کے انہی اعضاء کی طرح نہ ہوں اور اگرچہ ہم اللہ کی ذات کے حصوں کو ابعاض یا اعضاء یا اجزاء نہ کہیں۔

4- علامہ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ومن ذکر من الس
بالجارحة بل یکون قائ
لا اعین ذلك المعنى الم
العناية الخاصة لكون تم
على مراد الله وتسميته له
الذات تعالى الله عن ذلك
قبيل الجوارح وخالف
حديث "يمين الرحمن
به كما جاء من غيران
الثوری و مالك بن انس
بها فلا يقال كيف۔ اه
وابن هذا من عمل
كلامهما ذكر الوجه وا

صفات متشابہات اور سلفی عقائد

القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

اگر عرش کے محاذات میں مانیں تو عرش چونکہ محدود ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا محدود ہونا لازم آئے گا اور محاذ نہ مانیں تو اللہ تعالیٰ کی تجزی یعنی تقسیم لازم آئے گی (اور تجزی یعنی تقسیم جسم کی ہوتی ہے اور جسم حادث ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے) اور اگر عرش سے کم مانیں تو عرش یعنی مخلوق کا اللہ تعالیٰ یعنی خالق سے بڑا ہونا لازم آئے گا لہٰذا یہ تینوں صورتیں محال اور ناممکن ہیں۔

13 اللہ تعالیٰ خالق ہیں جو کہ غیر محدود ہیں، عرش مخلوق ہے جو کہ محدود ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو عرش پر مانا جائے تو غیر محدود کا محدود میں سمانا لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔

14 اگر اللہ تعالیٰ کو عرش پر حقیقتاً مانیں تو حقیقی وجود کے ساتھ کسی چیز پر ہونا یہ خاصیت جسم کی ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں کیونکہ جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں۔

15 اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقتاً عرش پر مانیں تو عرش اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ہو گا اور اللہ تعالیٰ مکین ہوں گے اور ضابطہ ہے کہ مکان مکین سے بڑا ہوتا ہے اس عقیدے سے "اللہ اکبر" والا عقیدہ فوت ہو جائے گا۔

16 اگر اللہ تعالیٰ کو فوق العرش مانا جائے تو جہت فوق لازم آئے گی اور جہت کو حد بندی لازم ہے، حد بندی محدود کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ غیر محدود ہیں۔

17 حد بندی کو جسم لازم ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔

18 اگر اللہ تعالیٰ کو فوق العرش مانیں تو عرش اس کے لیے مکان ہو گا اور مکان اپنے مکین کو محیط ہوتا ہے اور مکین محاط ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ محیط ہیں محاط نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: "وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا" کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے۔

مسلک اہل السنت پر اعتراضات کے جوابات:

اعتراض نمبر 1:

اگر اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانا جائے تو کیا اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بھی موجود ہے؟؟ اگر کہیں کہ "نہیں" تو ہر جگہ ہونے کا دعویٰ ٹوٹ گیا اور اگر کہیں "ہے" تو اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔

جواب نمبر 1: بعض چیزوں کو اجمالاً بیان کریں تو مناسب اور ادب ہے، اگر تفصیلات بیان کریں تو خلاف ادب ہے۔ مثلاً:

مثال نمبر 1: سسر اپنے داماد کو کہے: "میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا" تو اجمالاً قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے لیکن اگر وہ تمام حقوق ایک ایک کر کے گنوانا شروع کر دے تو یہ خلاف ادب ہے۔

مثال نمبر 2: "سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کا خالق اللہ ہے" یہ کہنا ادب ہے لیکن تفصیلاً ایک ایک عضو کا نام لے کر یہی بات کی جائے تو یہ خلاف ادب ہے۔

اسی طرح "اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے" یہ اجمالاً کہنا تو مذکورہ قاعدہ کی رو سے درست اور ادب ہے لیکن تفصیلاً ایک ایک جگہ کا جس میں ناپاک و گندی جگہیں بھی شامل ہوں نام لے کر کہا جائے تو یہ بے ادبی ہونے کی وجہ سے غلط ہوگا۔ لہٰذا ایسا سوال کرنا ہی غلط، نامناسب اور بے ادبی ہے۔

جواب نمبر 2: یہ اعتراض تب پیدا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو وجود بمعنی "جسم" کے ساتھ مانیں جیسے قرآن کریم کو بیت الخلاء میں لے کر جانا قرآن کی توہین اور بے ادبی ہے حالانکہ ہر حافظ جب بیت الخلاء جاتا ہے تو قرآن اس کے سینے میں موجود ہوتا ہے لیکن بے ادبی نہیں، کیونکہ قرآن جسم سے پاک ہے، ایسے ہی ہم اللہ تعالیٰ کا جسم ہی ثابت نہیں کرتے تو بے ادبی لازم نہیں آتی۔

جواب نمبر 3: رمضان مبارک کا مہینہ ہر جگہ مبارک ہے۔ اگر کوئی شخص پوچھے کہ بیت الخلاء میں رمضان ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہر جگہ

✱ آدم علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے؟ ✱

❁ قرآن بیان کرتا ہے:

قالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعالِينَ –

"(اللہ تعالی نے) فرمایا اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا کیا تو کچھ گھمنڈ میں آگیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔"

[ص، آیت:75]

یہ آدم علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ اللہ پاک نے انہیں اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، بدعتی فرقے دیوبندیہ وغیرہ اللہ کے ہاتھ نہیں مانتے بلکہ ہاتھ ماننا یہ اللہ کا جسم ماننا قرار دیتے ہیں، تو کبھی یہ بدعتی اللہ کے ہاتھوں کی تاویل قدرت ونعمت سے کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ کا مطلب کیا ہے یہ ہمیں نہیں معلوم۔

❁ ایسے ہی بدعتیوں کا رد کرتے ہوئے اور اللہ پاک کے ہاتھوں کا اثبات کرتے ہوئے امام ابو بکر باقلانی فرماتے ہیں:

"ان کی اس تاویل کے فساد پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر بات ایسی ہوتی جیسی انہوں نے کہی ہے تو پھر ابلیس اس سے غافل نہ ہوتا، اور اس قول سے بھی باز نہ آتا کہ آدم علیہ السلام کی آخر وہ کون سی فضیلت ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ میں اس کو سجدہ کروں؟

کیونکہ میں بھی تو تیرے ان ہاتھوں کا پیدا کردہ ہوں جو تیری قدرت ہے اور تو نے اپنی نعمت سے مجھے پیدا کیا ہے،

لیکن ہمارے علم میں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو ان پر اس لحاظ سے فضیلت دی ہے کہ ان کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے تو یہ ان (بدعتیوں) کے قول کے فساد پر دلیل ہے،

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ تم اس بات کی کیوں منکر ہو کہ اللہ تعالی کا وجہ اور یدین جارحہ ہو جائے؟ کیونکہ ہم ید کو صفت اور وجہ کو صفت بغیر جارحہ کے نہیں جانتے؟

تو اس شخص کو کہا جائے گا کہ ایسا کرنا لازم نہیں ہے کہ جیسے ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم کسی زندہ، عالم، قادر ذات کو نہیں جانتے مگر جسم، تو ہم اور آپ اللہ تعالی پر جسمیت کا حکم کریں۔"

امام ابو بکر باقلانی فرمارہے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ پاک نے انہیں اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، اور اگر اللہ کے ہاتھ کا مطلب قدرت ہو جیسا کہ بدعتیوں کا نظریہ ہے تو پھر آدم علیہ السلام کی کیا خصوصیت پھر تو ابلیس کو بھی اللہ نے اپنی قدرت سے ہی پیدا کیا ہے اور سب کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے، لہذا ابلیس اللہ کے پیچھے پڑ جاتا کہ آدم علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے جو میں اس کو سجدہ کروں؟

لہذا اللہ کے ہاتھ کا مطلب وہی ہے جسے ظاہر میں ہاتھ کہتے ہیں نہ کہ قدرت و نعمت،

اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے ہاتھ اور چہرہ ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ کے اعضاء و جوارح ہوں کیونکہ ہم کسی ہاتھ اور چہرے کو بغیر اعضاء و جوارح جانتے ہی نہیں،

تو ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ اللہ زندہ، عالم، قادر ذات ہے اور ہم کسی ایسے کو نہیں جانتے جو یہ سب صفات رکھتا ہو مگر جسم نہ رکھتا ہو تو جیسے تمہارا اللہ کو زندہ، عالم، قادر مان کر جسم لازم آتا حالانکہ یہ جسم کی صفات ہیں، ویسے ہی اس کے ہاتھ چہرہ ماننے سے جسم لازم نہیں آتا۔

الباب الثاني والعشرون : أبواب شتى في صفات الله ٢٠٩

إذَا مَـا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجدٍ تَلَقَّاهَا عُرَابَةُ[١٠] بِالْيَمِينِ[١١]

فكذلك قوله « خَلَقْتُ بِيَدَيَّ » يعني : بقدرتي أو نعمتي[١٢] .

٤٣٨ **يقال لهم** : هذا باطل ، (ص ١٤٣ ظ) لأن قوله « بِيَدَيَّ » يقتضي إثبات يدين هما صفة له[١] . فلو كان المراد بها القدرة ، لوجب أن يكون له قدرتان . وأنتم فلا تزعمون أن للباري سبحانه[٢] قدرةً واحدةً — فكيف يجوز أن تثبتوا له قدرتين ؟ وقد أجمع المسلمون ، من مثبتي الصفات والنافين لها ، على أنه لا يجوز أن يكون له تعالى قدرتان — فبطل ما قلتم . وكذلك لا يجوز أن يكون[٣] الله تعالى[٤] خلق آدم بنعمتين ، لأن نِعَم الله تعالى[٥] على آدم وعلى غيره لا تُحصى . ولأن القائـل لا يجوز أن يقول « رفعتُ[٦] الشيء بيدي[٧] » ، أو « وضعته بيدي » ، أو « توليته بيدي » — وهو يعني نعمته . وكذلك لا يجوز أن يقال « لي عند فلان يدان » — يعني نعمتين ، وإنما يقال « لي عنده يدان بيضاوان[٨] » . لأن القول « يد »[٩] لا يُستعمل إلا في اليد التي هي صفة للذات[١٠] . ويدل على فساد تأويلهم أيضاً[١١] أنه لو كان الأمر على ما قالوه ، لم يغفل عن ذلـك إبليس وعن أن يقول : « وأيّ فضل لآدم عليّ يقتضي أن أسجد له ، وأنا أيضاً بيدك خلقتني ، التي هي قدرتك ، وبنعمتك[١٢] خلقتني ؟ » وفي العلم بأن الله تعالى (ف ١٣٦ ظ) فضّل آدم عليه[١٣] بخلقه بيديه دليل على فساد ما قالوه . (ص ١٤٤ و) .

٤٣٩ **فإن قال قائل** : فما[١] أنكرتم أن يكون وجهه ويده جارحة ، إذ[٢] كنتم لم تعقلوا يد صفة ووجه صفة لا جارحة ؟[٢] يقال[٣] له : لا يجب

---

(١٠) ص: عداية (؟) . (١١) وافر . (١٢) ص: بقدرته أو نعمته .

٤٣٨ (١) ص: — له . (٢) ص: — سبحانه . (٣) ف: — يكون . (٤) ف: — تعالى . (٥) ص: — تعالى . (٦) ص: دفعت . (٧) ص: — بيدي (٨) ص: بيضاء ثان ؛ ف : بيضا مان . (٩) ف: يدي . (١٠) ص: الذات . (١١) ص: — أيضاً . (١٢) ص: ونعمتك . (١٣) ف: — عليه .

٤٣٩ (١) ص : ما . (٢)—(٢) ف : مفقود . (٣) ص : قلنا ؛ و — له .

منشورات جامعة الحكمة في بغداد

سلسلة علم الكلام

١

كتاب التمهيد

تأليف

الإمام القاضي

أبي بكر محمد بن الطيب بن الباقلاني

عني بتصحيحه ونشره

الأب رتشرد يوسف مكارثي اليسوعي

المكتبة الشرقية
بيروت
١٩٥٧

* کیا " این اللہ؟ " کہنا جائز ہے؟ *

دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک یہ سوال کرنا ﴿ این اللہ؟ ﴾، "اللہ کہاں ہے" ناجائز ہے، کیونکہ جب یہ پوچھا جائے گا کہ اللہ کہاں ہے تو بتانا پڑے گا کہ اللہ کہاں ہے جبکہ ان بدعتیوں کے نزدیک اللہ کہیں بھی نہیں یہ ملحد بنا رہے ہیں دیوبندی مولوی اپنی عوام کو،

ان جاہل اور گمراہ دیوبندی مولویوں کے پاس اتنا علم نہیں کہ یہ قرآن و حدیث سے مسئلہ سمجھ سکیں اس کے لیے انہیں امتی کی تقلید کرنی پڑتی ہے اور دوسری طرف یہ جاہل لوگو کو اللہ کی صفات سمجھا رہے ہوتے ہیں، مقلدین کے لیے جائز ہی نہیں کہ صفات باری تعالی میں کلام کرے کیونکہ مقلد جاہل ہوتا ہے اور جاہل کا صفات باری تعالی میں کلام کرنا علماء امت کے نزدیک ناجائز ہے،

لیکن یہ دیوبندی مولوی جو استنجاء کرنے میں امتی کی تقلید پر مجبور ہیں صفات باری تعالی میں بے دھڑک اپنی عقل چلا رہے ہوتے ہیں، اور طرفہ یہ کہ یہی کام آگے جاہل دیوبندی عوام بھی کرتی ہے،

❁ ایساہی ایک دیوبندی مولوی اعجاز اشرفی لکھتا ہے:

"لفظ این سے سوال کرنا جائز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لغت کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں مثلاً تاج العروس تو آپ کو یہی ملے گا کہ "این" مکان کے سوال کے لیے آتا ہے، ظاہر ہے کہ اب این اللہ کا مطلب یہی ہو گا کہ اللہ کون سے مکان اور کونسی جگہ ہے، لیکن اللہ تعالی کی ذات مکان و زمان سے پاک ہے کیونکہ مکان پر تو اجسام ہی متمکن ہوتے ہیں اور مکان اجسام ہی کا خاصہ ہے، اور اجسام تو سارے کے سارے ہی حادث ہیں، تو این کے زریعہ سوال کرنے سے اللہ کا حادث ہونا لازم آئے گا، لہذا این کے زریعے سوال کرنا ہی جائز نہیں"

اس بدعتی مولوی نے این کو لغت میں دیکھ لیا لیکن وجود کو لغت میں نہیں دیکھا جو یہ خود مانتا ہے، اگر یہ وجود کے معنی لغت میں دیکھ لیتا تو پھر ساتھ اللہ کے وجود کا بھی انکار کرتا، کیونکہ وجود سے پھر وہی ثابت ہوتا جو این سے اس نے کھینچ تان کر کیا ہے،

❁ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کہتا ہے کہ:

"اگر کوئی سوال کرے این اللہ؟ اللہ کہاں ہے، تو اس کا (واہیاتی) جواب یہ دینا ہے کہ ھو موجود بلا مکاں، کہ اللہ بغیر مکاں کے موجود ہے۔"

اب اعجاز اشرفی دیوبندی کے لغوی اعتبار سے یہ جو الیاس گھمن حیاتی دیوبندی نے بونگی ماری ہے اللہ موجود بلا مکاں یہ لغوی اعتبار سے تضاد ہے، لیکن یہ تب نظر آئے گا جب یہ لغت میں اسے دیکھیں گے، خود جو یہ مانتے ہیں وہ لغت میں نہیں دیکھنا اور دوسرے کا لغت میں دیکھ رہے ہیں جاہل مولوی،

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کو تو کہنا چاہیے تھا کہ

"کوئی پوچھے این اللہ؟ اللہ کہاں ہے، تو اسے کہو یہ سوال ہی جائز نہیں، تاکہ اعجاز اشرفی دیوبندی کی مخالفت نہ ہوتی، الیاس گھمن حیاتی کا آگے سے اپنا عقیدہ بتانا اس کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک این اللہ؟ کا سوال جائز ہے، جو کہ اعجاز اشرفی دیوبندی کے مطابق اللہ کو حادث اور جسم ماننا ہے،

یہ تو تھا ان دیوبندیہ بدعتیہ کا آپسی تضاد، اب علماء اہل سنت و اہل حدیث کا نظریہ اس بارے کیا ہے یہ ملاحظہ فرمائیں،

❁ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص سیاہ لونڈی لے کر رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہنے لگا:

اے اللہ کے رسول! میں ایک کفارہ کی غرض سے اس کو آزاد کرنا چاہتا ہوں کیا اس کو آزاد کرنا جائز ہے؟

رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے پوچھا:

این اللہ؟ اللہ کہاں ہے؟

کہنے لگی، آسمان میں

رسول پاک نے پوچھا میں کون ہوں؟

کہنے لگی آپ اللہ کے رسول ہیں،

رسول پاک نے فرمایا: اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔"

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام اشعری فرماتے ہیں:

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ آسمان کے اوپر عرش پر ہے۔"

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک این اللہ؟ کا سوال بھی درست ہے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے،

❀ امام ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ کی کتاب "التمہید" کا سکین آپ کے سامنے ہے،

یہی حدیث جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھا این اللہ؟ اللہ کہاں ہے.... نقل کرنے کے بعد امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس حدیث کا مفہوم واضح ہے، جس پر کلام کرنے کی ضرورت نہیں، رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سوال کہ این اللہ؟ اللہ کہاں ہے؟ اور اس لونڈی کا جواب کہ آسمانوں کے اوپر ہے، اہل حق اسی پر ہیں۔"

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ اہل حق علماء کے نزدیک این اللہ کا سوال درست ہے اور یہ حدیث بھی ان کے نزدیک صحیح ہے۔

❀ امام ذھبی رحمہ اللہ کی کتاب "العلو" کا سکین آپ کے سامنے ہے،

یہی حدیث جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ نقل کرنے کے بعد اس حدیث پر صحیح کا حکم لگاتے ہیں، اور فرماتے ہیں:

"ہماری رائے بھی ہر شخص کے بارے میں یہی ہے کہ وہ مسلمان ہے، جس سے پوچھا جائے، اللہ کہاں ہے؟ اور وہ اپنی فطرت کے مطابق جلدی سے یہ کہہ دے کہ آسمانوں میں ہے، اس حدیث میں دو مسئلے ہیں، ایک تو یہ کہ مسلمان کے لیے یہ پوچھنا مشروع ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ دوسرا یہ کہ جس سے سوال کیا جائے، اس کا یہ کہنا بھی مشروع ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے، جو شخص ان دو باتوں کا انکار کرے گا، وہ مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات کا انکار کرے گا۔"

امام ذھبی رحمہ اللہ کے بیان سے صراحتاً معلوم ہوا کہ علماء اہل سنت کے نزدیک این اللہ؟ کا سوال مشروع ہے، اور اس کا جواب بھی کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے،

امام ذھبی رحمہ اللہ کے مطابق جو ان دونوں باتوں کا انکار کرتا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات کا انکار کرتا ہے،

اب یہ دیوبندی مولوی ایسے بدبخت ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بھی انکار کر رہے ہیں جنہوں نے یہ سوال کیا کہ این اللہ؟ اللہ کہاں ہے، ان جاہلوں کو یہ علم ہی نہیں کہ یہ صرف ہمارا اہل حدیث کا سوال نہیں بلکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سوال ہے، جس پر یہ اعتراض کر رہا ہے کہ اس سے اللہ کا مکان، جسم اور حادث ہونا لازم آتا ہے، یعنی یہ دیوبندی مولوی کہہ رہے ہیں کہ رسول پاک نے این اللہ کا سوال کر کے اللہ کے لیے، مکان، جسم اور اس کا حادث ہونا ثابت کیا ہے۔

لوگو بچ جاؤ ان دیوبندی مولویوں سے! رب کعبہ کی قسم ہے یہ گمراہ اور بدعتی ٹولہ ہے اور جاہل تو یہ اقراری ہیں تقلید کے نام پر، اپنے ساتھ تم لوگو کو بھی جہنم میں لے کر جائیں گے لہذا بچ کر رہیں ان شریروں سے۔



313 اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں

اور بے جہت ہے۔

(انوار الباری اردو شرح صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۲۱۱ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

5.3:۔لفظ "أین" سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا سوال کرنا

5.3.1:۔غیر مقلدین کا ایک غلط استدلال

اشکال غیر مقلدین عوام کو دھوکہ میں ڈال کر پوچھتے ہیں: "أَيْنَ اللّٰه" یعنی اللہ تعالیٰ کون سی جگہ ہیں اور پھر خود کہہ دیتے ہیں کہ اللہ "فوق العرش" ہیں یعنی اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔

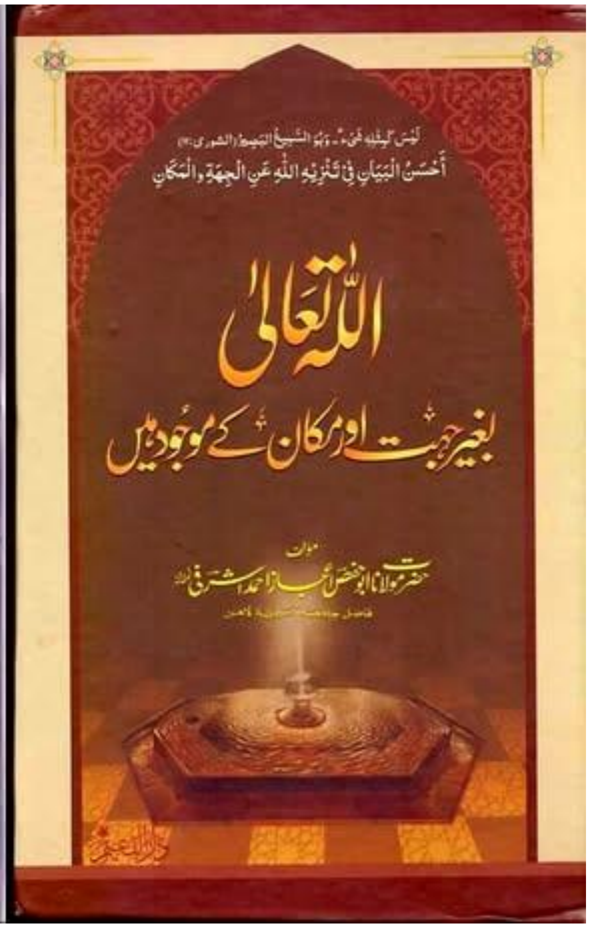
جواب اللہ تعالیٰ کا فوق العرش فوقیت حسی کے ساتھ ہونا ایک قول مبتدع ہے جو قرآن و حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح سلف صالحین سے بھی قطعاً ثابت نہیں ہے۔

1 لفظ "أَیْنَ" سے سوال کرنا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لغت کی کوئی سی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں (مثلاً تاج العروس زبیدیؒ، ادہ أین)۔ تو آپ کو یہی ملے گا کہ "أین" مکان کے سوال کے لیے آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب "أَیْنَ اللّٰه" کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ رب العزت کون سے مکان اور کون سی جگہ ہے؟۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات مکان اور زمان سے پاک ہے کیونکہ مکان پر تو اجسام ہی متمکن ہوتے ہیں اور مکان اجسام ہی کا خاصہ ہے۔ اور اجسام تو سارے کے سارے ہی حادث ہیں۔ تو "أَیْنَ" کے ذریعے سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آئے گا۔ لہذا "أَیْنَ" کے ذریعے سوال کرنا ہی جائز نہیں۔

2 حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ إِدْرَاكَ الْعُقُولِ لِأَسْرَارِ الرُّبُوبِيَّةِ قَاصِرٌ فَلَا يَتَوَجَّهُ عَلَى حُكْمِهِ لِمَ وَلَا كَيْفَ كَمَا لَا يَتَوَجَّهُ عَلَيْهِ فِي وُجُودِهِ أَيْنَ وَحَيْثُ.

(فتح الباری بباب ما یستحب للعالم اذا سئل، ج ۱ ص ۲۲۰، ۲۲۱ طبع دار المعرفہ)



114 الإبانة عن أصول الديانة

سے پناہ مانگتے ہیں جو نفی و تعلیل کو واجب کرے۔

۲۱:...... اللہ تعالیٰ نے اپنا نام نور بھی رکھا ہے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (النور:۱۵) امت کے نزدیک نور دو معنوں سے خالی نہیں یا تو نور مسموع ہوگا یا مرئی۔ پس جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ سنا جاتا ہے دیکھا نہیں تو اس شخص نے رب کی رویت کی نفی کو روایت کرنے میں کتاب اللہ اور قول مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلانے میں خطا کی۔

۲۲:...... علماء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''اللہ کی مخلوق میں تفکر کرو نہ کہ اللہ کی ذات میں بلاشبہ اس کی کرسی اور آسمان میں ایک ہزار سال کی مسافت ہے اور اللہ اس سے بھی اوپر ہے''[1]

۲۳:...... علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ((ان العبد لاتزول قدماه من بين يدى الله عز وجل حتى يسأل عن عمله))[2]

۲۴:...... علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص سیاہ لونڈی لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں ایک کفارہ کی غرض سے اس کو آزاد کرنا چاہتا ہوں کیا اس کو آزاد کرنا جائز ہے؟ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ کہنے لگی آسمان میں۔

آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں؟ کہنے لگی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہ مومنہ ہے اس کو آزاد کر دو۔[3]

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ آسمان کے اوپر عرش پر ہے۔

[1] حسن۔ العظمة :۲۱۲/۱، الابانة الكبرى:۳/۳۱۵، الاسماء والصفات للبيهقى ص:۴۲۰، ایک روایت ضعیف ہے دیکھیں الضعيفة للالبانى:۱۷۸۳ اور عبداللہ بن سلام کی مرفوع حدیث شواہد کے ساتھ حسن ہے۔

[2] صحيح۔ ترمذی: ۲۴۱۸، مسند ابی یعلی:۷۴۳۴، اقتضاء العلم والعمل:۱، صحيح الجامع :۷۱۷۶،۷۱۷۷

[3] مسلم :۵۳۷.

أين الله؟ قالت في السماء قال فمن أنا؟ قالت أنت رسول الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم اعتقها فانها مؤمنة . وهذا يدل على ان الله عز وجل على عرشه فوق السماء .

■ باب الكلام في الوجه والعينين والبصر واليدين ■

قال الله تبارك وتعالى (كل شيء هالك الا وجهه) . وقال عز وجل (و يبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام) . فاخبر ان له وجها لا يفنى و لا يلحقه الهلاك وقال عز وجل (تجرى باعيننا) . وقال (واصنع الفلك باعيننا و وحينا) . فاخبر

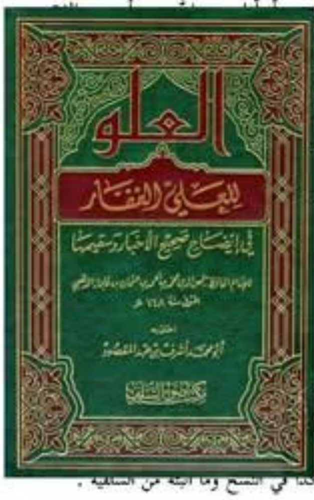


الذئب ، فأسفت وأنا من بني آدم ، فضربت وجهها . ثم ندمت على ما
صنعت . فذكرت ذلك لرسول الله ﷺ فقال : أضربت وجهها ؟ وعظَّم
ذلك تعظيما شديدا . فقلت يا رسول الله ، إن من توبتي أن أعتقها . قال :
فائتني بها قبل أن تعتقها . فجئته بها ، فقال لها : من ربك ؟ قالت الله .
قال : وأين هو ؟ قالت : في السماء . قال : فمن أنا ؟ قالت : أنت رسول
الله . قال : اعتقها فإنها مؤمنة » .

○ هذا حديث صحيح .

وهكذا رأينا كل من يسأل أين الله ؟ يبادر بفطرته ويقول : في السماء .
ففي الخبر مسألتان : إحداهما شرعية ، قول المسلم أين الله ، وثانيهما قول المسؤول : في
السماء ، فمن أنكر هاتين[1] المسألتين فإنما ينكر على المصطفى ﷺ .

٥١ـ **أخبرنا** إسماعيل بن عبد الرحم
سنة خمس عشرة وستمائة ، أخبرنا مح
ابن خيرون أنبأ أبو علي بن شاذان ،
عبد الكريم بن الهيثم ، حدثنا حيوة بن
أبي مريم عن الهيثم بن مالك عن عب
أبي الحجاج الثمالي قال : (قال) رسول
يوضع فيه : ويحك يا ابن آدم ، ما غرك
بيت الظلمة والفتنة والوحدة والدود ؟ ف
القبر ، فيقول : أرأيت إن كان يأمر بالمعرو
أعود عليه خضرا ، ويعود جسمه نورا ،



(١) في الهندية : « هاتان » وقال في الهامش : هكذا في النسخ وما أثبته من السلفية .

٢٨

التمهيد
لما في الموطأ من المعاني والأسانيد

تأليف

الإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبد الله
ابن محمد بن عبد البر النمري الأندلسي

يحيى بن أبي كثير، عن هلال
بن الحكم، قال : قلت : يا ر
بالإسلام، وإن رجالا منا يتطي
يضرهم، قال : يا رسول الله، ،
يا رسول الله ورجالاً منا يخط
فذاك؛ قال : وبينا أنا مع ،
القوم، فقلت : يرحمك الله
تنظرون إلي ؟ قال : فضرب
سكت. قال : فلما انصرف ر
قبله ولا بعده أحسن تعليما
ولكن قال : إن صلاتنا هذ
التسبيح والتكبير وتلاوة القرآ
في ناحية أحد، فوجدت الذ
آسف كما يأسفون؛ فصككتها صكة، ثم انصرفت إلى النبي - ﷺ - فأخبرته فعظم علي؛ قال : فقلت : يا رسول الله، فهلا أعتقها ؟ قال : ائتيني بها، قال : فجئت بها إلى رسول الله - ﷺ - فقال لها : أين الله ؟ فقالت : في السماء. فقال : من أنا ؟ فقالت : أنت رسول الله - ﷺ - قال : إنها مؤمنة[7]، فأعتقها[8].

قال أبو عمر :

معاني هذا الحديث واضحة يستغنى عن الكلام فيها، وأما قوله : أين الله ؟ فقالت : في السماء - فعلى هذا أهل الحق لقول الله - عز وجل - :

7) فأعتقها : أ. أعتقها : ك.

8) أخرجه أحمد ومسلم وأبو داود والنسائي.

- 80 -

القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

فائدہ: اللہ تعالیٰ موجود بلا مکان ہے

اگر کوئی شخص سوال کرے "أين الله؟" (اللہ کہاں ہے؟) تو اس کا جواب یہ دینا چاہیے: "هو موجود بلا مكان" کہ اللہ تعالیٰ بغیر مکان کے موجود ہیں۔ یہ اہل السنت والجماعت کا موقف ونظریہ ہے جس پر دلائل عقلیہ ونقلیہ موجود ہیں:

فائدہ: "هو موجود بلا مكان" یہ تعبیر اہل علم حضرات کی ہے، اسی لیے طلبہ کو سمجھانے کے لیے "اللہ تعالیٰ بلا مکان موجود ہے" کہہ دیا جاتا ہے۔ عوام الناس چونکہ ان اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اس لیے اس عقیدہ کو عوامی ذہن کے پیش نظر "اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہے" یا "اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

اہل السنۃ کے دلائل:

آیات قرآنیہ:

1: وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (سورۃ البقرۃ: 115)

ترجمہ: مشرق ومغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، جس طرف پھر جاؤ ادھر اللہ تعالیٰ کا رخ ہے۔

2: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ (سورۃ البقرۃ: 186)

ترجمہ: جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دو کہ) میں تو تمہارے پاس ہی ہوں۔

فائدہ: عرش عجیب ہے کیونکہ ہمارے اوپر سات آسمان ہیں، ان پر کرسی ہے، کرسی پر سمندر ہے، سمندر کے اوپر عرش ہے۔
(کتاب الاسماء والصفات للامام البیہقی ج2 ص145)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
1) اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ 2) وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ 3) وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

3: يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ (النساء: 108)

ترجمہ: وہ شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں۔

4: إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ (ہود: 61)

ترجمہ: بے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

5: وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ (سبا: 50)

ترجمہ: اور اگر میں سیدھی راہ پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے وہ سب کچھ سنتا ہے بہت قریب ہے۔

6: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (سورۃ الواقعۃ: 85)

ترجمہ: تم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں۔

7: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورۃ ق: 16)

ترجمہ: ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب توجیہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بڑی عجیب توجیہ فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

✱ صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی ✱

(پارٹ 1)

جیسا کہ گذشتہ پوسٹ میں آپ نے دیکھا دیوبندی مولویوں کے عقیدے کا کوئی سر پیر نہیں ہر گزرتے وقت کے ساتھ ان کے عقیدے بدلتے رہے ہیں اسی لیے اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب نے دیوبندیوں کے عقیدے کی مثال گدھے کے آلہ تناسل سے دی تھی کہ وہ بڑھتا ہے تو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور گھٹتا ہے تو بالکل ہی غائب ہو جاتا ہے،

موجودہ دور میں بھی دیوبندیہ کے عقیدے کی یہی صورت حال ہے،

یہاں صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی لڑائی دکھا رہا ہوں،

پہلے الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی دو کتابوں کے سکین دیکھیں موجودہ دیوبندیت اسی جاہل مولوی کے پیچھے لگی ہوئی ہے بالخصوص فیس بکی دیوبندی، اس کی ایک کتاب فقہ اکبر کی شرح ہے دوسری القواعد فی العقائد ہے،

❁ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی اپنی جہالت بکھیرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اللہ تعالی کو ہر جگہ مانا جائے تو کیا اللہ تعالی بیت الخلاء میں بھی موجود ہے؟

اس سوال کا جواب الیاس گھمن حیاتی دیوبندی یوں دیتا ہے:

بعض چیزوں کو اجمالاً بیان کریں تو مناسب ہے اور ادب ہے، اگر تفصیلات بیان کریں تو خلاف ادب ہے،

سسر داماد کو کہے کہ میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا، تو اجمالاً قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے لیکن اگر وہ تمام حقوق ایک ایک کر کے گنوانا شروع کر دے تو خلاف ادب ہے ...

یہ اعتراض تب پیدا ہوتا ہے جب اللہ تعالی کو وجود بمعنی جسم کے ساتھ مانیں، ایسے ہی ہم اللہ تعالی کا جسم ہی ثابت نہیں کرتے تو بے ادبی لازم نہیں آتی۔"

❁ دوسری کتاب میں یہی جاہل مولوی الیاس گھمن حیاتی دیوبندی اہل حدیث کے اللہ پاک کو حقیقتاً عرش پر ماننے کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"حقیقتاً مستوی علی العرش ہونے کی تین صورتیں ہیں،

اللہ تعالی عرش کے محاذات میں ہوں گے

عرش سے متجاوز ہوں گے

عرش سے کم ہوں گے۔"

❀ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی ان جہالتوں کا جواب دوسرے دیوبندی مولوی دیتے ہیں، آٹھ دیوبندی مولویوں کی تائید سے بنی کتاب میں دیوبندی مولوی لکھتے ہیں:

"اللہ ہر جگہ موجود ہے اس تعبیر پر سب سے خطرناک خرابی یہ ہے کہ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی ہر جگہ ہے تو کیا گندی اور بے کار جگہوں میں بھی ہے؟

بعض لوگ (الیاس گھمن حیاتی دیوبندی وغیرہ) نے اس اعتراض سے بچنے کی کوشش کی ہے اور یہ جواب دیا ہے کہ

بعض چیزوں کو اجمالاً بیان کریں تو مناسب اور ادب ہے، اگر تفصیلاً بیان کریں تو خلاف ادب ہے، پھر اس کی مثال دی ہے کہ

اگر سسر داماد کو کہے کہ میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا تو اجمالاً قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے لیکن اگر تمام حقوق ایک ایک کر کے گنوانا شروع کرے تو یہ خلاف ادب ہے،

مگر ظاہر ہے کہ یہ (اہل حدیث) سے جان بچانا ہے، کوئی فنی اور علمی جواب نہیں، نیز یہی صاحبان (الیاس گھمن حیاتی دیوبندی وغیرہ) خود بھی اس خلاف ادب کے مرتکب ہیں، ایک جگہ (الیاس گھمن نے) استواء پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر اللہ عرش پر ہے تو اس کے پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے؟

اور عرش پر مستوی ہونے کی تین صورتیں ہیں:

اللہ عرش کے محاذات میں ہوں گے،

یا عرش سے متجاوز ہوں گے،

یا عرش سے کم ہوں گے،

تو کیا اس جیسی عبارات لکھنے اور کہنے کے وقت اس صاحبان (جاہل الیاس گھمن) کو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اجمال ادب ہے اور تفصیل میں جانا بے ادبی ہے۔"

❀ ایک اور جواب اس مذکور اعتراض سے دیتے ہوئے (الیاس گھمن) لکھتا ہے:

کہ یہ اعتراض تو تب پیدا ہوتا کہ جب اللہ تعالی کو موجود بمعنی جسم کے ساتھ مانیں اگر جسم سے پاک مانیں پھر بے ادبی نہیں،

ہم (دیوبندی مولوی) کہتے ہیں کہ یہ بھی (اس جاہل مولوی کی) ملمع سازی ہے کوئی فنی جواب نہیں، کیونکہ جہمیہ بھی تو اللہ کے لیے جسم کے قائل نہیں تھے اور "اللہ ہر جگہ ہے" کہتے تھے، اس پر ہمارے علماء اہل سنت نے سخت تردید کیوں کی؟"

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی بونگیوں کا جواب آپ نے دیوبندی مولویوں سے ملاحظہ فرمالیا، ہم اسی لیے کہتے ہیں کہ ہر دیوبندی مولوی اور عامی کا اپنا اپنا ہی عقیدہ ہے، اس پھدو دھرم کا کوئی سر پیر نہیں جدھر جی کیا ادھر ہی منہ اٹھا کر چل پڑتے ہیں۔

کیا اللہ گندی جگہوں میں بھی ہے؟

اس تعبیر میں سب سے خطرناک خرابی یہ ہے کہ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے تو کیا گندی اور بے کار جگہوں میں بھی ہے؟

اعتراض کا بے دلیل جواب

بعض لوگ نے اس اعتراض سے بچنے کی کوشش کی ہے اور یہ جواب دیا ہے کہ بعض چیزوں کو اجمالا بیان کریں تو مناسب اور ادب ہے، اگر تفصیلا بیان کریں تو خلاف ادب ہے، پھر اس کی مثال دی ہے کہ اگر کسی داماد کو کہے کہ میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا تو اجمالا قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے لیکن اگر تمام حقوق ایک ایک کرکے گنوانا شروع کرے تو یہ خلاف ادب ہے۔

بے دلیل جواب پر اجمالی تبصرہ

مگر ظاہر ہے کہ یہ صرف جان چھڑانا ہے، کوئی فنی اور علمی جواب نہیں، نیز یہی صاحبان خود بھی اس خلاف ادب کے مرتکب ہیں۔ ایک جگہ استوی پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر اللہ عرش پر ہے تو اس کے پیدا

مسئلۂ معیت — 209 — باب پنجم مطلب سوم

ہونے سے پہلے کہاں تھے؟ اور عرش پر مستوی ہونے کی تین صورتیں ہیں: اللہ تعالیٰ عرش کے محاذات میں ہوں گے یا عرش سے متجاوز ہوں گے یا عرش سے کم ہوں گے، تو کیا اس جیسی عبارات لکھنے اور کہنے کے وقت ان صاحبان کو یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اجمال ادب ہے اور تفصیل میں جانا بے ادبی ہے۔

دوسرا غیر معقول جواب

ایک اور جواب اس مذکورہ اعتراض سے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ اعتراض تب پیدا ہوتا کہ جب اللہ تعالیٰ کو وجود حسی جسم کے ساتھ مانیں، اگر جسم سے پاک مانیں پھر بے ادبی نہیں۔

غیر معقول جواب پر معقولی تبصرہ

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی صرف ملمع سازی ہے کوئی فنی جواب نہیں، کیونکہ جہمیہ بھی تو اللہ کے لیے جسم کے قائل نہیں تھے اور "اللہ ہر جگہ ہے" کہتے تھے، اس پر ہمارے علمائے اہل سنت نے سخت تردید کیوں کی؟

جہمیہ بھی جسم باری تعالیٰ کے قائل نہ تھے

علامہ ابن عساکر ابوالحسن اشعری کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وكذلك قالت النجارية: إن الباري سبحانه بكل مكان من غير حلول ولا جهة، وقالت الحشوية والمجسمة: إنه سبحانه حال في العرش، وإن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

معیت باری تعالیٰ

علماء اہل السنت والجماعت کی نظر میں

تعبیر "اللہ ہر جگہ ہے" کا علمی و تحقیقی جائزہ

مع تائیدات اکابر دیوبند

تالیف

مولانا بلال درویش حفظہ اللہ

تقدیم

مفتی سید گوہر علی شاہ حفظہ اللہ

تائیدات

1۔ حضرت مولانا مفتی محمد سفیان قاسمی حفظہ اللہ (دیوبند)
2۔ حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری حفظہ اللہ (دیوبند)
3۔ حضرت مولانا مفتی رضاء الحق حفظہ اللہ (ساؤتھ افریقہ)
4۔ حضرت مولانا عبد القدوس ترمذی حفظہ اللہ
5۔ حضرت مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی حفظہ اللہ
6۔ حضرت مولانا شیخ رحیم اللہ حقانیؒ
7۔ حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور حفظہ اللہ
8۔ حضرت مولانا رسال محمد حفظہ اللہ

ناشر

دار ابن مسعود مردان

القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
چیئرمین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

مسلک اہل السنت پر اعتراضات کے جوابات:

اعتراض نمبر 1:

اگر اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانا جائے تو کیا اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بھی موجود ہے؟ اگر کہیں کہ "نہیں" تو ہر جگہ ہونے کا دعویٰ ٹوٹ گیا اور اگر کہیں "ہے" تو اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔

جواب نمبر 1: بعض چیزوں کو اجمالاً بیان کریں تو مناسب اور ادب ہے، اگر تفصیلات بیان کریں تو خلاف ادب ہے۔ مثلاً:

مثال نمبر 1: سسر اپنے داماد کو کہے: "میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا" تو اجمالاً قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے لیکن اگر وہ تمام حقوق ایک ایک کر کے گنوانا شروع کر دے تو یہ خلاف ادب ہے۔

مثال نمبر 2: "سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کا خالق اللہ ہے" یہ کہنا ادب ہے لیکن تفصیلاً ایک ایک عضو کا نام لے کر یہی بات کی جائے تو یہ خلاف ادب ہے۔

اسی طرح "اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے" یہ اجمالاً کہنا تو قاعدہ کی رو سے درست اور ادب ہے لیکن تفصیلاً ایک ایک جگہ کا جس میں نجاست والی جگہیں بھی شامل ہوں، نام لے کر کہا جائے تو یہ بے ادبی ہونے کی وجہ سے غلط ہوگا۔ لہٰذا یہ سوال کرنا ہی غلط، نامناسب اور ناجائز ہے۔

جواب نمبر 2: یہ اعتراض تب پیدا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو وجود بمعنی "جسم" کے ساتھ مانیں جیسے قرآن کریم کو بیت الخلاء میں لے کر جانا قرآن کی توہین اور بے ادبی ہے حالانکہ ہر حافظ جب بیت الخلاء جاتا ہے تو قرآن اس کے سینے میں موجود ہوتا ہے لیکن بے ادبی نہیں، کیونکہ قرآن جسم سے پاک ہے، ایسے ہی ہم اللہ تعالیٰ کا جسم ہی ثابت نہیں کرتے تو بے ادبی لازم نہیں آتی۔

جواب نمبر 3: رمضان مبارک کا مہینہ ہر جگہ مبارک ہے۔ اگر کوئی شخص پوچھے کہ بیت الخلاء میں رمضان ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہر جگہ

رمضان نہیں، اگر ہے تو بیت الخلاء میں برکت کیسے؟ تو اس کا یہ سوال غلط ہوگا کیونکہ جب رمضان کا جسم نہیں ہے تو ہر جگہ ماننے میں کوئی بے ادبی نہیں اور یہ ہر جگہ با برکت ہوگا۔ اسی طرح جب اللہ کا جسم نہیں تو ہر جگہ ماننے میں بے ادبی نہیں۔

اعتراض نمبر 2:

اگر اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانیں تو اس سے حلول اور اتحاد لازم آئے گا۔

جواب: حلول اور اتحاد تب لازم آئے گا جب اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانا جائے، جبکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں۔

فائدہ: دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ہر ایک کا وجود باقی رہے "اتحاد" کہلاتا ہے جیسے آکسیجن اور دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ایک چیز کا وجود ختم ہو جائے "حلول" کہلاتا ہے جیسے شربت۔

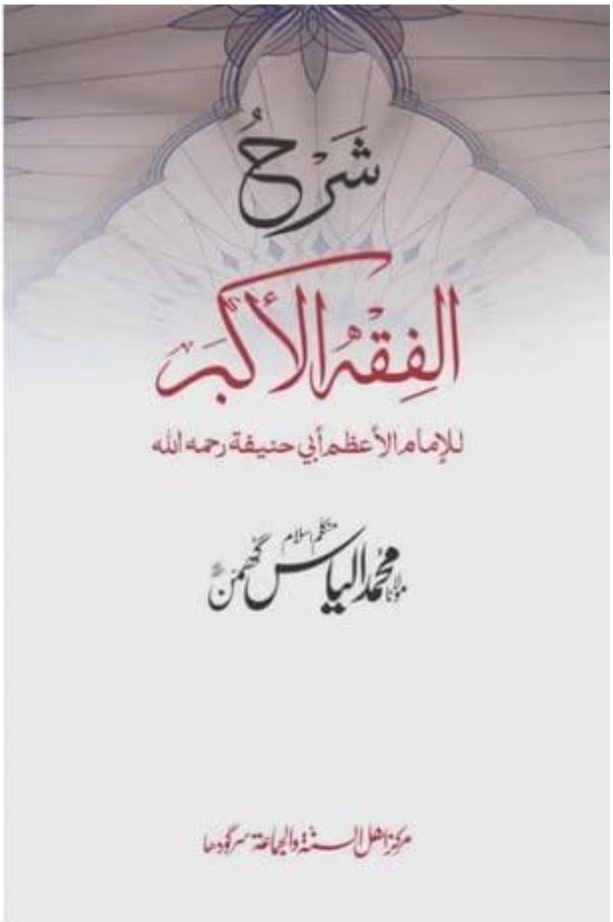
غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات:

قرآنی آیات:

1: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ([illegible])

جواب نمبر 1: اس کا معنی "عرش پر اللہ کا غالب ہونا" ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا معنی "علا علی العرش" ([illegible]) نقل کیا ہے اور عربی زبان میں "استویٰ" بمعنی "غالب ہونا" استعمال ہوتا رہتا ہے۔ ایک شاعر نے بشر بن مروان کی مدح میں یہ شعر کہا تھا:

قد استوی بشر علی العراق



شرح الفقہ الاکبر 254 ترجمہ و شرح متن

باتوں کو جانتا ہے اور جو تم کرتے ہو اسے بھی جانتا ہے۔

6: اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ

سورۃ ہود:61

ترجمہ: بے شک میرا رب قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔

7: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ

سورۃ الواقعۃ:85

ترجمہ: تم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں۔

8: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

سورۃ ق:16

ترجمہ: ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔

[2]: اللہ تعالیٰ خالق ہے اور عرش مخلوق ہے، خالق ازل سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو عرش پر مانا جائے تو سوال پیدا ہو گا کہ جب عرش نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟

[3]: حقیقتاً مستوی علی العرش ہونے کی تین صورتیں ہیں:

الف: اللہ تعالیٰ عرش کے محاذات میں ہوں گے۔

ب: عرش سے متجاوز ہوں گے۔

ج: عرش سے کم ہوں گے۔

اگر عرش کے محاذات میں مانیں تو عرش چونکہ محدود ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا محدود ہونا لازم آئے گا، اور متجاوز مانیں تو اللہ تعالیٰ کی تجزی یعنی تقسیم لازم آئے گی (اور تجزی یعنی تقسیم جسم کی ہوتی ہے اور جسم حادث ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے) اور اگر عرش سے کم مانیں تو عرش یعنی مخلوق کا اللہ تعالیٰ یعنی خالق سے بڑا ہونا لازم آئے گا، جبکہ یہ تینوں صورتیں محال اور ناممکن ہیں۔

✱ صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی ✱

(پارٹ2)

دیوبندی مولویوں کے محض مولویوں کی عقلوں پر بنے بے بنیاد دھرم کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ دیوبندی مولوی آپس میں ہی ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کا ایک نمونہ پچھلی پوسٹ میں آپ نے دیکھا یہ دوسری پوسٹ ہے اور آگے بھی مزید یہ سلسلہ چلے گا، ان شاءاللہ۔

موجودہ بدعتیوں کا گرو الیاس گھمن حیاتی دیوبندی جس کی جہالت پر ہم نے تقریباً ایک درجن پوسٹیں کر دی ہیں، اس کی مزید جہالت اور اس کا رد دیوبندی مولویوں سے ہی ملاحظہ فرمائیں،

❀ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی اپنی جہالت بکھیرتے ہوئے لکھتا ہے:

"بلکہ ان آیات (جن میں اللہ کی معیت کا ذکر ہے) سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی ہر جہت میں ہے، ہر ایک کے ساتھ ہے، آسمانوں اور زمین میں موجود ہے، معیت ذاتیہ کے ساتھ موجود ہے۔"

الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کے مطابق جن آیات میں اللہ کی معیت کا ذکر ہے ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ پاک ہر جہت میں ہے، آسمان و زمین میں موجود ہے، ہر ایک کے ساتھ بذاتہ موجود ہے معیت ذاتیہ کے ساتھ موجود ہے،

❀ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی بونگیوں کا جواب دیتے ہوئے آٹھ دیوبندی مولویوں کی تائید سے چھپی کتاب میں دیوبندی مولوی لکھتے ہیں:

"اس عبارت سے ثابت ہوا کہ معیت علمی پر اجماع ہے اور ان جیسی آیات (جن میں اللہ کی معیت کا ذکر ہے) سے معیت ذاتی پر استدلال کرنا جہمیہ کا خاصہ ہے، اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں"

دیوبندی مولویوں کے مطابق الیاس گھمن جہمی ہے جو اللہ کی معیت والی آیات سے معیت ذاتیہ ثابت کر رہا ہے،

❁ مزید دیوبندی مولوی لکھتے ہیں:

"یعنی اس آیت میں معیت علمیہ پر اجماع ہے نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ معیت ذاتیہ مراد نہیں ہے"

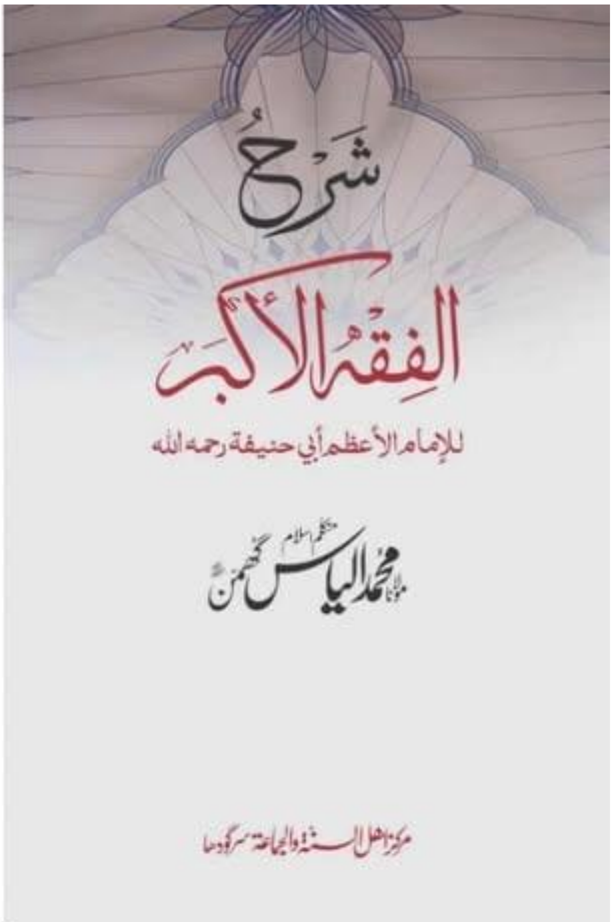
دیوبندی مولوی کہتے ہیں کہ اللہ کی معیت والی آیت میں معیت علمی پر اجماع ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ معیت ذاتیہ مراد نہیں ہے، جبکہ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کہتا ہے کہ ایسی آیات سے معیت ذاتیہ ثابت ہوتی ہے،

❁ مزید دیوبندی مولوی لکھتے ہیں:

"اگر معیت کو ذاتی مان لیا جائے تو آیات میں تعارض لازم آئے گا، کہ ایک قسم کی آیات سے اللہ کے ہر جگہ بذاتہ ہونے کی نفی معلوم ہوتی ہے، اور دوسری قسم میں ہر جگہ بذاتہ ہونا معلوم ہوتا ہے"

دیوبندی مولویوں کے مطابق اگر الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی بونگیوں کو مان لیا جائے تو آیات میں تعارض لازم آتا ہے جبکہ قرآن میں تعارض نہیں،

تو یہ ہے دیوبندیوں کا آپس میں ہی دست و گریبان ہو جانا جب عقائد کی بنیاد عقلوں پر رکھی گئی ہو تو ہر دیوبندی مولوی کی عقل علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے ان کا عقیدہ بھی علیحدہ علیحدہ بن گیا۔



شرح الفقہ الاکبر — 252 — ترجمہ وشرح متن

ترجمہ: صمد وہ ذات ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور سارے اس کے محتاج ہوں۔
اس لیے اللہ تعالیٰ عرض ہونے سے بھی پاک ہے۔

4: حد

اَلنِّهَايَةُ هِيَ مَا بِهِ يَصِيْرُ الشَّيْءُ ذُو الْكَمِّيَّةِ إِلٰى حَيْثُ لَا يُوْجَدُ وَرَاءَهُ شَيْءٌ مِنْهُ.
جواہر الفرائد شرح شرح العقائد: ص 197 مولانا مفتی محمد یوسف تاؤلی استاذ دار العلوم دیوبند

ترجمہ: کمیت والی چیز جب اس مقام تک پہنچ جائے کہ آگے اس کا وجود نہ ہو۔
حد ماننے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا محدود ہونا لازم آئے گا جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ حد سے پاک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو صرف عرش پر ماننا درست نہیں۔ اس لیے کہ عرش مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ مخلوق جتنی بھی بڑی ہو محدود ہی ہو گی جب کہ اللہ تعالیٰ غیر محدود ذات ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو صرف عرش پر مانا جائے تو عرش محدود ہے تو اللہ تعالیٰ جو غیر محدود ذات ہے وہ محدود میں کیسے سمائے گا؟!

تنبیہ:

اگر اللہ تعالیٰ کو محض عرش پر مانا جائے تو کئی سوالات پیدا ہوں گے۔
[1]: یہ عقیدہ ان تمام آیات کے خلاف ہے جن سے اللہ تعالیٰ کا محض عرش پر ہونا ثابت نہیں ہو رہا بلکہ ان آیات سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جہت میں ہے، ہر ایک کے ساتھ ہے، آسمانوں اور زمین میں موجود ہے، معیت ذاتیہ کے ساتھ موجود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

معیت باری تعالی
علماء اہل السنت والجماعت کی نظر میں

تعبیر "اللہ ہر جگہ ہے" کا علمی وتحقیقی جائزہ

مع تائیدات اکابر دیوبند

تالیف

مولانا بلال درویش حفظہ اللہ

تقدیم

مفتی سید گوہر علی شاہ حفظہ اللہ

تائیدات

1۔ حضرت مولانا مفتی محمد سفیان قاسمی حفظہ اللہ (دیوبند)
2۔ حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری حفظہ اللہ (دیوبند)
3۔ حضرت مولانا مفتی رضاالحق حفظہ اللہ (ساؤتھ افریقہ)
4۔ حضرت مولانا عبدالقدوس ترمذی حفظہ اللہ
5۔ حضرت مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی حفظہ اللہ
6۔ حضرت مولانا شیخ رحیم اللہ حقانی
7۔ حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور حفظہ اللہ
8۔ حضرت مولانا رسال محمد حفظہ اللہ

ناشر

دارالسنن مسعود مردان

مسئلہ معیت — 81 — باب دوم معیت علمی پر اتفاق

واضطر أهل الحق إلى هذا التأويل كما اضطر أهل الباطل إلى تأويل قوله تعالى ﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾ إذ حمل ذلك بالاتفاق على الإحاطة والعلم.

یعنی اہل حق (آیت استویٰ میں تاویل قہر وغلبہ) سے کرنے پر مجبور ہیں جس طرح اہل باطل اس آیت کریمہ ﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾ میں تاویل پر مجبور ہیں کیونکہ یہاں اتفاقی طور پر احاطہ علمی مراد ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 3

امام ابن عطیہ اندلسی (المتوفی: 542ھ) کہتے ہیں:

﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾ [الحديد: 4] قوله تعالى: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَاكُنْتُمْ معناه بقدرته وعلمه وإحاطته، وهذه آية أجمعت الأمة على هذا التأويل فيها، وأنها مخرجة عن معنى لفظها المعهود، ودخل في الإجماع من يقول بأن المتشابه كله ينبغي أن يمر ويؤمن به ولا يفسر فقد أجمعوا على تأويل هذه لبيان وجوب إخراجها عن ظاهرها قال سفيان الثوري معناه: علمه معكم، وتأولهم هذه حجة عليهم في غيرها.[1]

یعنی اس آیت میں معیت علمیہ پر اجماع ہے لہٰذا اس پر بھی اجماع ہے کہ معیت ذاتیہ مراد نہیں ہے۔

اجماع سے حوالہ 4

امام رازی رحمہ اللہ (المتوفی: 606ھ) کہتے ہیں:

﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾ المسألة الثانية: قال المتكلمون: هذه المعية إما بالعلم وإما بالحفظ والحراسة، وعلى التقديرين فقد انعقد الإجماع على أنه سبحانه ليس معنا بالمكان والجهة والحيز، فإذن قوله: وهو معكم لا بد فيه

[1] المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابن عطية ج5 ص257 ط: دار الكتب العلمية — بيروت.

مسئلہ معیت — 119 — باب سوم مطلب اول

اللہ ہر جگہ ہے درست نہیں، اس لیے کہ علمائے صحابہ اور تابعین جن سے قرآن کریم کی تاویل منقول ہے، انہوں نے اس آیت میں یہ تاویل کی ہے کہ اللہ (کی بادشاہت وملکیت) عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اور کسی معتمد شخصیت نے اس تاویل میں اختلاف نہیں کیا۔

لہٰذا اس آیت سے معیت ذاتی پر استدلال کرنا درست نہیں، بلکہ یہ توجیہہ پر بحث ہے کہ صحابہ کرام کی تاویل بھی چھوڑتے ہیں، اور اجماع امت سے بھی نکلتے ہیں۔ یا للعجب۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ معیت علمی پر اجماع ہے اور ان جیسی آیات سے معیت ذاتی پر استدلال کرنا جہمیہ کا خاصہ ہے، اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

امام قشیری کا قول

31۔ امام قشیری کہتے ہیں:

وإذا سألك عبادي عني فإني قريب أجيب دعوة الداع إذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون (186) ثم بين أن تلك القربة ما هي: حيث تقدس الحق سبحانه عن كل اقتراب بجهة أو ابتعاد بجهة أو اختصاص ببقعة فقال: أجيب دعوة الداع وإن الحق سبحانه قريب من الجملة والكافة بالعلم والقدرة والسماع والرؤية، وهو قريب من المؤمنين على وجه التبرية والنصرة وإجابة الدعوة، وجل وتقدس عن أن يكون قريبا من أحد بالذات والبقعة فإنه أحدي لا يتجه في الأقطار، وعزيز لا يتصف بالكنه والمقدار.[1]

اللہ قریب ہے لیکن جب اللہ سبحانہ جہت ومسافت اور کسی مکان میں متمکن ہونے سے پاک ہے تو اس قرب سے مراد کیا ہے تو اللہ سبحانہ نے أجيب دعوة الداع سے قرب کا مطلب بیان کیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تمام مخلوق سے علم وقدرت، سمع، بصر کے اعتبار سے قریب ہے اور مومنین کے ساتھ نصرت، حفاظت اور دعا قبول کرنے کے اعتبار سے قریب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی مکان یا شخص کے ساتھ ذات کے اعتبار سے

[1] لطائف الإشارات ج1 ص155، ط: الهيئة المصرية العامة للكتاب مصر.

مسئلہ معیت — 204 — باب پنجم مطلب سوم

عنه تعالى وعن صفاته.

مسلک تاویل

اور دوسرا مسلک خلف کا ہے تاویل کرنا یعنی کلام کو اپنے ظاہری معنی سے پھیر دیا جائے، ان دو کے علاوہ کوئی بھی مسلک اہل سنت کا نہیں ہے، اگر ہے تو اس فرق باطلہ مجسمہ اور مشبہ، جہمیہ، اور آج کے نام نہاد سلفیہ کا یعنی نصوص قرآن حدیث کے ظاہری الفاظ کے معنی ومفہوم کو ہی حتمی جاننا اور اسے عقیدہ سمجھنا اور کیفیت میں تفویض کرنا۔ اور اس تعبیر سے (کہ اللہ ہر جگہ ہے ذاتا یا معیت ذاتی ہے مگر بلا کیف) تیسرا مسلک ثابت ہوتا ہے کہ نص کو معنی ظاہر پہ ماننا اور پھر تفویض کرنا۔

نقصان نمبر (4) اہل باطل کو سند فراہم کرنا

اس تعبیر سے اہل باطل کے غلط نظریات کو سند فراہم ہوتی ہے مثلاً جس طرح معیت ذاتی ماننے کے بعد بلا کیف یہ حضرات کہتے ہیں، اگر اس طرح کوئی کہے کہ جسم لا کالاجسام یا الله جسم بلا كيف يا الله في مكان لكن بلا كيف وغیرہ ظاہر ہے کہ پھر بھی صرف بلا کیف کہنے سے ہرگز درست نہیں ہو سکتیں۔

تو اسی طرح معیت ذاتی اور اللہ کو ہر مکان میں ماننے کے بعد بلا کیف کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ بقول امام احمد لوگوں کو جہمیہ کی طرح بلا کیف کہنے سے صرف دھوکہ دینا ہے۔

نقصان نمبر (5) نصوص میں تعارض

نیز اگر معیت کو ذاتی مان لیا جائے تو آیات میں تعارض لازم آئے گا کہ ایک قسم کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی ہر جگہ بذاتہ ہونے کی نفی معلوم ہوتی ہے اور دوسری قسم میں ہر جگہ بذاتہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ایک وضاحت

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض حضرات تو بظاہر کہتے ہیں کہ اللہ حلول سے پاک ہیں مگر اپنی تعبیرات سے حلولیہ بن گئے ہیں، چنانچہ ایک صاحب اس تعارض کو اس طرح دفع کرتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ آسمان میں بھی ہے زمین میں بھی اور عرش پر بھی، ہمارے ساتھ بھی، ہر چیز اور ہر جگہ میں ہے۔

✱ صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی ✱

(پارٹ 3)

کسی اہل حدیث نے دیوبندی مفت کے مفتیوں سے سوال پوچھا کہ کوئی بندہ کہتا ہے کہ "میں اللہ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں" ایسا عقیدہ رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟

❁ دیوبندی مفتی جواب لکھتے ہیں:

"یہ عقیدہ مرجیہ کا ہے جو اہل سنت والجماعت سے خارج گمراہ فرقہ ہے"

اہل حدیث نے یہ سوال مفتی سعید احمد پالن پوری دیوبندی کی عبارت نقل کر کے اس کے بارے میں پوچھا تھا، جبکہ دیوبندی جاہل مفتیوں کو اپنے اکابر کی عبارت کا ہی علم نہیں تھا کہ اس نے یہ کہا ہوا ہے اور فتوی ٹھوک دیا کہ ایسا بندہ مرجیہ میں سے ہے جو اہل سنت سے خارج ہے،

چنانچہ

❁ سعید احمد پالن پوری دیوبندی کہتا ہے:

"اللہ کا عرش بھی مانتا ہوں، میں اللہ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں"

اہل حدیث نے اس سعید پالن پوری دیوبندی کی عبارت اور عقیدے کے متعلق پوچھا تھا اور دیوبندیہ کے مفت کے مفتیوں نے اپنے ہی اکابر کو مرجیہ اور اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دے دیا،

یہ حال ہے اس پھدو دھرم دیوبندیت کا، کوئی جاہل ہی دیوبندی دھرم کا پیروکار ہو سکتا ہے ورنہ کسی سمجھدار بندے کا یہ کام نہیں ہے۔

میں اللہ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں:

(۲۳) **سوال**: مفتیان کرام! ایک شخص اپنا یہ عقیدہ ذکر کر بیان کرتا ہے کہ "میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں" تو ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت اور علماء اہل سنت والجماعت کے فتاویٰ کی روشنی میں یہ شخص مومن ہے یا کافر، اہل سنت میں سے ہے یا گمراہ؟ مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد جاوید، بیر دوئی

الجواب وباللہ التوفیق: یہ مسئلہ استواء علی العرش کا ہے، اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا برحق ہے؛ البتہ اس کی کیفیت کا ہم کو علم نہیں ہے اور عرش پر ہونا دنیاوی بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے سے بالکل مختلف ہے۔ مذکورہ فی السوال عقیدہ فرقۂ مرجیہ کا ہے جو اہل سنت

---

(۱) ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ ۝ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝﴾ (سورة الكافرون)

(۲) وللإمام الرازي أوجه في تفسيرها لا يخلو بعضها عن نظر، وذكر عليه الرحمة أنه جرت العادة بأن الناس يتمثلون بهذه الآية عند المتاركة، وذلك لا يجوز لأن القرآن ما أنزل ليتمثل به بل ليهتدي به، وفيه ميل إلى سد باب الاقتباس، والصحيح جوازه الخ. (علامه آلوسي، روح المعاني، سورة الكافرون، تفسير الآيات ۱-۶، ج ۱۶، ص ۲۵۸)

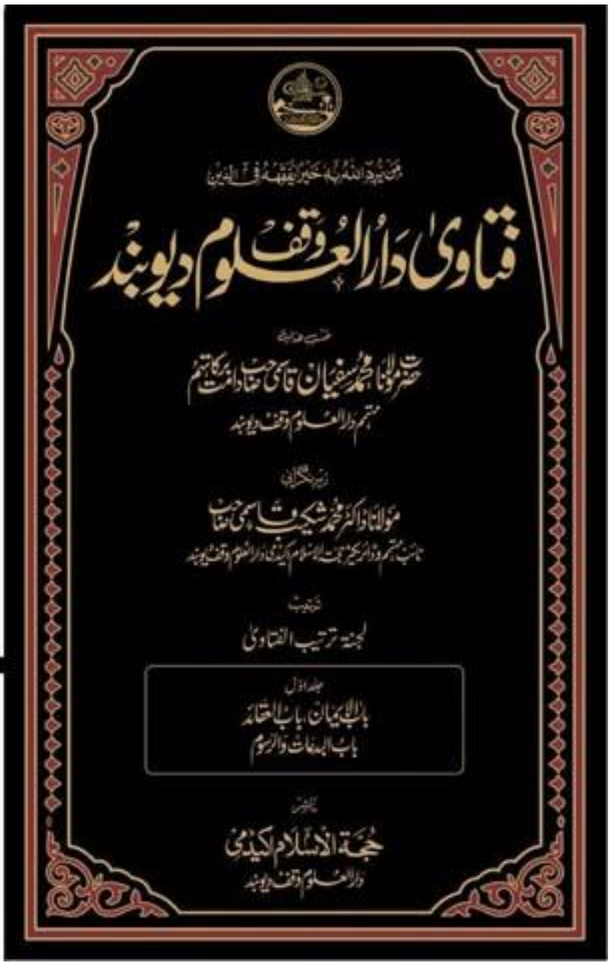
باب الإيمان

فتاویٰ دار العلوم وقف دیوبند جلد (۱) ۱۰۳ ایمانیات سے متعلق مسائل

والجماعت سے خارج گمراہ فرقہ ہے؛ لہٰذا مذکورہ شخص ایمان سے خارج نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۳۸/۲/۱۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند



رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

علمی خطبات

حصہ اول

خطابات

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

مرتب

محمد سعید پالن پوری

استاذ جامعۃ الانور دیو بند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

اور وہ خود کو اشعری کہتے اور لکھتے تھے۔

پھر جب انھوں نے دیکھا کہ اب سلفی بنے بغیر چارہ نہیں، یہ لبادہ اوڑھے بغیر ریال ہاتھ نہیں آسکتے تو انھوں نے اشعریت کا لبادہ اتار پھینکا اور سلفی بن گئے اور سعودیہ والے بے چارے دھوکہ میں آگئے، وہ سمجھے کہ یہ بھی ہمارے جیسے سلفی ہیں، حالانکہ وہ نقلی سلفی ہیں۔

غرض مسئلہ میں یہ سمجھا رہا تھا کہ اہل حق کون ہیں؟ جو عقائد میں تین میں سے ایک ہو، اور فقہ میں چار میں سے ایک ہو، وہی مکمل طور پر اہل حق ہیں، اور اگر ایک طرف سے اہل حق میں سے ہو، اور دوسری طرف سے اہل باطل میں سے تو وہ کریلا نیم چڑھا ہے، اور اگر دونوں طرف سے اہل باطل میں سے ہو تو اس سے اللہ کی پناہ!

خلاصہ کلام:

اب آخر میں دو باتیں سنو!

پہلی بات: سب سے پہلا سلفی میں ہوں، لیکن میں اشعری بھی ہوں، اور ماتریدی بھی، تینوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ اس طرح کہ اللہ کی تمام صفات کو جو قرآن وحدیث میں آئی ہیں: میں مانتا ہوں، قرآن میں ہے: ﴿أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾: پس میں مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، چنانچہ ہم جب بھی کہتے ہیں: اللہ نے یہ فرمایا تو ہم انگلی اوپر کی طرف کرتے ہیں، زمین کی طرف نہیں کرتے، مگر اللہ کے آسمان میں ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ عرش نشیں ہیں، اللہ کا عرش بھی مانتا ہوں، اللہ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں لیکن کوئی پوچھے کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا، اسی طرح اللہ کا چہرہ بھی ہے، ہاتھ بھی ہے، پنڈلی بھی ہے، میں یہ سب باتیں مانتا ہوں، مگر کوئی پوچھے کہ وہ کیسے ہیں؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا۔

پس میرا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے، تنزیہ کا مطلب ہے: اللہ کی مخلوق کی مشابہت سے پاکی بیان کرنا، پس کہیں گے: اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا نہیں، اللہ کا چہرہ ہمارے چہرے جیسا نہیں، اور تفویض کا مطلب ہے: صفات کی کیفیت کو اللہ کے حوالہ کرنا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی صفات کو بہتر جانتے ہیں۔ یہی اصل سلفیت ہے اور علمائے دیوبند اسی کے قائل ہیں۔

✱ صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی ✱

(پارٹ 4)

یہ دیوبندی ہم سے کیا بحث و مباحثہ کریں گے اور اہل حدیث کے عقائد پر پتہ نہیں کس منہ سے اعتراض کرتے جبکہ ان کے اپنے مولوی ایک دوسرے کے خلاف ہیں، اور مخالفت بھی عقیدے کے باب میں وہ بھی گمراہی اور بدعت وکفر کے حکم میں،

دو کتابوں کے سکین آپ کے سامنے ہیں ایک دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندی کے فتاوی ہیں، دوسری اعجاز اشرفی دیوبندی کی صفات باری تعالی کے رد پر کتاب ہے،

❁ اعجاز اشرفی دیوبندی عینی حنفی کے حوالے سے لکھتا ہے:

"عرش پر اللہ تعالی کو مستقر بتلانا مجسمہ کا مذہب ہے، جو باطل ہے کیونکہ استقرار اجسام سے ہے، اور اس سے حلول و تناہی لازم آتی ہے، جو اللہ تعالی کے حق میں محال ہے"

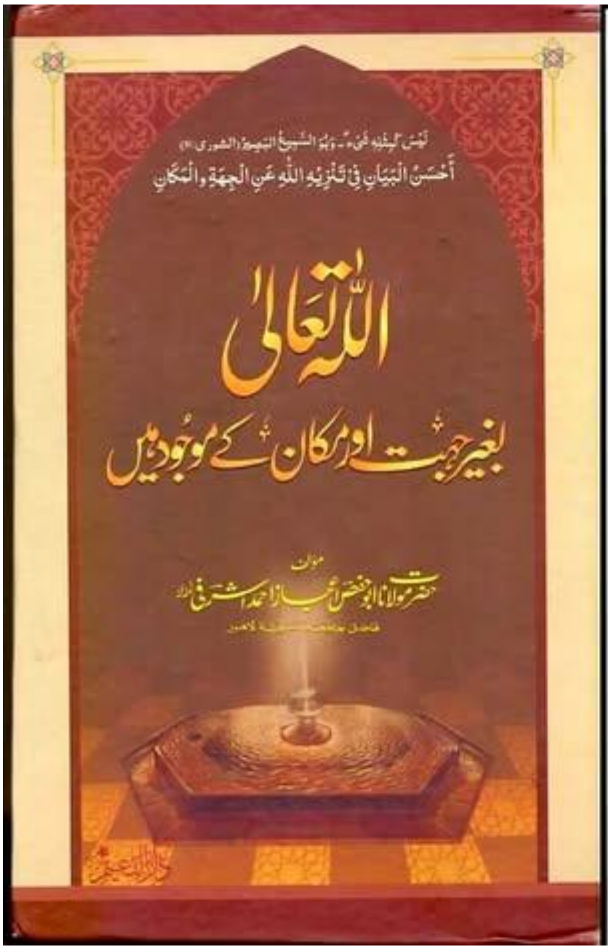
اس دیوبندی مولوی کے مطابق عرش پر اللہ کا استقرار ماننا مجسمیہ کا مذہب ہے جو باطل ہے اور اس سے حلول لازم آتا ہے،

❁ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"اس شبہہ کا جواب اگرچہ سلف کے طریق پر یہ ہے کہ استقرار تو ثابت ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہمارے استقرار کی طرح ہو جس سے جسم ہونا لازم آئے، بلکہ اس کی کنہ اور ہے جو ہم کو معلوم نہیں، اور یہ جواب صحیح بھی ہے"

دیوبندی مولوی اعجاز اشرفی کے نزدیک عرش پر اللہ کا استقرار مجسمہ کا مذہب ہے، اور جس کی طرف منسوب ہو کر یہ دیوبندی مولوی اشرفی بنا، اس اشرف علی تھانوی دیوبندی کے نزدیک عرش پر اللہ کا استقرار سلف صالحین کا مذہب ہے،

اس طرح موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک سارے سلف صالحین مجسمیہ تھے، اور یہ انہیں مجسمہ ہی مانتے ہیں تبھی تو ان کے عقائد کی بجائے متاخرین متکلمین بدعتیوں کے عقائد اختیار کرتے ہیں، لیکن کھل کر سلف صالحین کو مجسمیہ کہہ نہیں سکتے کیونکہ دیوبندیہ کی ایک بہت بڑی خاصیت منافقت ہے جو ان کے مذہب کا امتیاز ہے اور تقریباً ہر دیوبندی میں مسلکی حیثیت سے موجود ہے۔




165 اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں

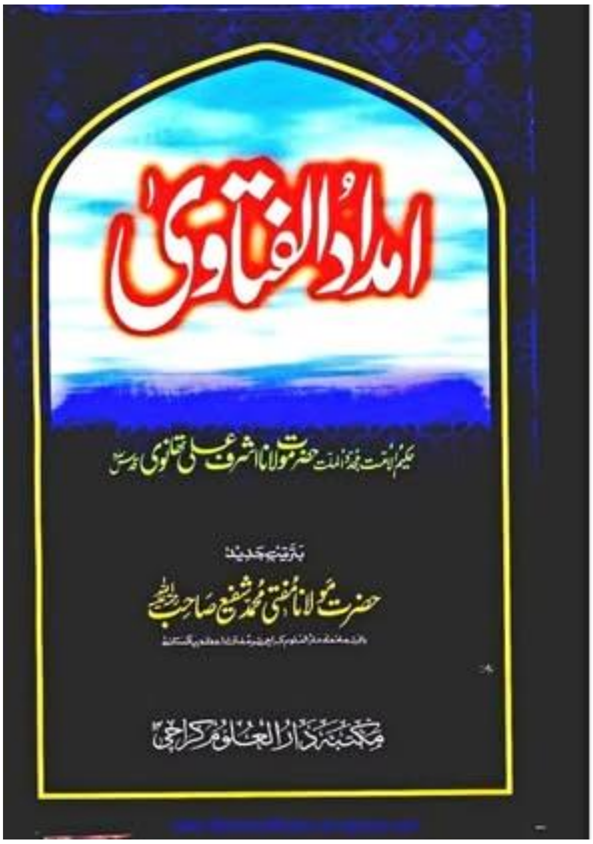
اخبر عن العرش خاصة بأنه على الماء، ولم يخبر عن نفسه بأنه حال عليه. تعالى الله عن ذلك، لأنه لم يكن له حاجة إليه، وإنما جعله ليتعبد به ملائكته كتعبد خلقه بالبيت الحرام ولم يسمه بيته بمعنى أنه سكنه، وإنما سماه بيته لأنه الخالق له والمالك، وكذلك العرش سماه عرشه لأنه مالكه. والله تعالى ليس لأوليته حد ولا منتهى، وقد كان في أوليته وحده ولا عرش معه.

وقالت المجسمة: معناه استقر وهو فاسد لأن الاستقرار من صفات الأجسام ويلزم منه الحلول والتناهي وهو محال في حق الله تعالى.

(عمدۃ القاری ج۲۵ ص۱۲۷ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: "وكان عرشه على الماء" سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو عرش کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ازل سے مانتے ہیں اور انہوں نے بخاری کی روایت "كان الله ولم يكن شئ قبله، وكان عرشه على الماء، ثم خلق السموات والارض الخ" (بخاری رقم ۷۴۱۸) سے استدلال کیا ہے اور یہ مذہب باطل ہے۔ "وكان عرشه على الماء" سے استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر رہنے والا ہے بلکہ صرف عرش کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ پانی پر ہے۔ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلایا کہ وہ عرش پر ہیں، نہ ان کو اس کی ضرورت ہے۔ عرش کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرشتوں کی عبادت گاہ بنایا ہے جس طرح زمین پر بیت اللہ کو عبادت گاہ بنایا ہے۔ اس کو بھی بیت اللہ اس لیے نہیں کہا گیا کہ وہ اس میں ساکن ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے، اسی طرح عرش کا بھی مالک و خالق ہے (جس طرح بیت اللہ کی نسبت تشریفی ہے، اسی طرح عرش کی نسبت بھی تشریفی ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی اولیت کے لیے نہ کوئی حد ہے، نہ نہایت۔ وہ ازل میں اکیلا تھا اس کے ساتھ عرش نہیں تھا۔

آگے لکھا کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کو مستقر بتلانا مجسمہ کا مذہب ہے جو باطل ہے کیونکہ استقرار اجسام سے ہے اور اس سے حلول وتناہی لازم آتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حق





امداد الفتاویٰ جلد ششم — ۳۱ — کتاب العقائد والکلام

کیف یتصل بی او ینفصل عنی یا محمد و عزتک لست بالقریب منہ وصلاً ولا بالبعید عنہ فصلاً ولا بالمطیق لہ حملاً اوحدنی منہ رحمۃ وفضلاً ولو محقی لکان حقاً منہ وعدلاً یا محمد انا محمول قدرتہ ومعمول حکمتہ اھ۔

پھر ان متشابہات کے بعد آگے ان کے دو طریق ہیں۔ ایک طریقہ سلف کا ہے کہ اس کو حقیقی معنی پر محمول فرماتے ہیں اور حقیقی معنی کی کنہ کو مفوض بعلم الٰہی کرتے ہیں۔ اور اس کی کوئی کیفیت متعین نہیں کرتے۔ اور دوسرا طریقہ خلف کا ہے کہ اس میں مناسب تاویل کر لیتے ہیں تاکہ گمراہ فرقے مشبہ و مجسمہ ان کو غلطی میں واقع نہ کر سکیں۔ اس طرح سے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ عرش پر مستقر ہیں اور استقرار کے معنی ظاہر ہیں کہ جمنے اور بیٹھنے کے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے جیسے ہم تخت پر بیٹھتے ہیں تو وہ بھی ہماری طرح جسمانی چیز ہے۔ نعوذ باللہ۔ اس شبہ کا جواب اگرچہ سلف کے طریق پر یہ ہے کہ استقرار تو ثابت ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہمارے استقرار کی طرح ہو جس سے جسم ہونا لازم آوے۔ بلکہ اس کی کنہ اور ہے جو ہم کو معلوم نہیں۔ اور یہ جواب صحیح بھی ہے لیکن عوام کو یہ سمجھانا مشکل ہے کہ استقرار تو ہے مگر ہماری طرح کا نہیں۔ اسی طرح سے وہ یہ شبہ ڈال سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ید یعنی ہاتھ اور حدیث میں وضع قدم یعنی پاؤں رکھنا وارد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہاتھ اور پاؤں اعضاء جسمانیہ ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء جسمانیہ ہیں۔ اس کا صحیح جواب بھی سلف کے طریقہ پر یہ ہے کہ ید اور قدم تو ہیں مگر ہماری طرح کے نہیں۔ مگر اس کا سمجھنا بھی عوام کو مشکل ہے ان کا ذہن تو ان مطعومات سے تجسیم اور تشبیہ ہی کی طرف جاتا ہے اور اس عقیدہ تجسیم و تشبیہ سے بچانا واجب تھا اس لئے علماء خلف نے اس کی یہ تدبیر کی کہ ایسی حقائق کی ایسے طریق سے تاویل کر دی کہ نہ قرآن و حدیث متروک ہو اور نہ عقیدہ تجسیم و تشبیہ میں مبتلا ہوں۔ مثلاً استواء علی العرش کو کنایہ تحلیۂ احکام سے کہہ دیا اور ید کے معنی قدرت کے کہہ دیئے وضع قدم کے معنی مقہور کر دینے کے کہہ دیئے۔ اور یہ ضرورت حضرات سلف کو اس لئے پیش نہیں آئی کہ ان کے خواص تو حدیث مذکور فی خاتمۃ الرسالۃ "تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی اللہ" (۱) پر عمل رکھتے تھے اور خوض نہ کرتے تھے اور اگر کوئی وسوسہ بھی آتا تھا تو اس کو دفع کر دیتے تھے اور عوام اس لئے محفوظ تھے کہ اس زمانہ میں یہ مبتدعین کے مضامین نہ تھے اس لئے ایسے شبہات ان کے کانوں میں نہ پڑتے تھے۔ ان کا ذہن خالی رہتا تھا اور ایسے مطعومات پر ابتداءً عقیدہ

(۱) [illegible]

www.BestUrduBooks.wordpress.com

✱ صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی ✱

(پارٹ 5)

جس دھرم کے پنڈتوں کا عقائد و نظریات میں آپس میں ہی اتفاق نہیں وہ کسی اور پر ان عقائد و نظریات کے حوالے سے کیسے اعتراض کر سکتے ہیں، اور یہی صورت حال ان کی عوام میں ہے کہ جب ان کے مولویوں کا ہی آپس میں اتفاق نہیں تو عوام کا کیسے ممکن ہے، پھر بھی یہ بے شرمو کی طرح اعتراض کرنے سے باز نہیں آتے اور جب آئینہ دکھایا جائے تو کھسیانی بلی بن کر کھمبا نوچنے لگتے ہیں،

دیوبندی دھرم کے پنڈتوں کے متضاد عقائد و نظریات آپ کو دکھا رہا ہوں اسی سلسلے کی یہ پانچویں پوسٹ ہے، پچھلی چار پوسٹوں کے کمنٹس میں دیکھ لیں کسی دیوبندی نے کوئی ڈھنگ کا جواب دیا ہو جس میں اس اپنے مولویوں کی تضاد بیانی کا حل ہو، لیکن کوئی اس قابل دیوبندی ہمارے متھے نہیں لگا،

دیوبندی دھرم کے پنڈتوں کی پانچ کتابوں کے سکین پوسٹ میں ہیں ،استواء علی العرش کا مسئلہ ہے اور دیوبندی مولویوں کا تضاد ہے،

❁ پہلا مولوی اعجاز اشرفی دیوبندی لکھتا ہے:

"فرقہ مجسمہ اللہ تعالی کو جسم گمان کرتا ہے اور استوی کے معنی بیٹھنے کے کرتا ہے"

❁ دوسرا دیوبندی مولوی ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس طرح نہ کہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے تاکہ مشبہہ کی طرح آیات تنزیہ اور تقدیس کا انکار لازم نہ آئے"

ان دو دیوبندی مولویوں کے نزدیک استوی کا معنی عرش پر بیٹھنا کرنا مجسمہ اور مشبہہ کا کام ہے اور آیات تنزیہ اور تقدیس کا انکار ہے۔

اب وہ دیوبندی مولوی دیکھیں جو استوی علی العرش کا معنی عرش پر بیٹھنا کرتے ہیں اور اسے سلف صالحین کا مذہب بتاتے ہیں،

❁ پہلا دیوبندی مولوی سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:

"استوی کا حقیقی معنی بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں، لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے ہم کسی سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے.... ہاں یہ کہیں گے جو استواء اس کی شان کے لائق ہے جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے"

سرفراز خان صفدر دیوبندی کے نزدیک استواء کا معنی بیٹھنا کر سکتے ہیں جب کہ اعجاز اشرفی دیوبندی کے نزدیک استوی کا معنی بیٹھنا کرنا فرقہ مجسمہ کا کام ہے،

❁ دوسرا دیوبندی مولوی عبدالحمید سواتی صاحب فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی کی ہی بادشاہی ہے عرش پر بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہوتی ہے، استوی کو (اس) حقیقی معنی پر بھی محمول کر سکتے ہیں اور یہی سلف صالحین کا مذہب بتایا عبدالحمید سواتی دیوبندی نے"

❁ تیسرا دیوبندی مولوی سعید احمد پالن پوری استواء علی العرش میں سلف صالحین کا مذہب بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سلف میں امام مالک، سفیان ثوری اور ایک روایت میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ قرآن میں جو استواء علی العرش آیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

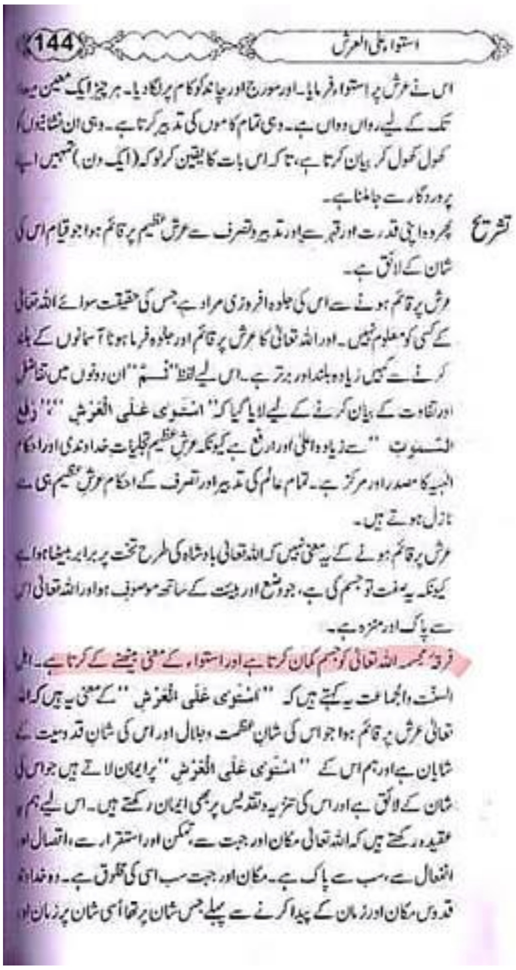
سب نے ایک ہی جواب دیا کہ:

الاستواء معلوم، والكييف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة.

لغت میں استواء کے جو معنی ہیں وہ معلوم ہیں، جو بھی عربی جانتا ہے وہ اس کے معنی سمجھتا ہے، وہ معنی ہیں سیدھا ہونا، جم کر بیٹھنا، اور اللہ تعالی کے عرش پر بیٹھنے کی کیفیت کیا ہے؟ وہ ہمیں معلوم نہیں، اور اللہ کے عرش پر بیٹھنے کی جو بھی کیفیت ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں.... غرض: ان حضرات نے کہا عرش الہی پر جم کر بیٹھنا اللہ کہ صفت ہے اور اللہ کی صفات غیب ہیں۔"

یہ پالن پوری دیوبندی صاحب استواء علی العرش کا معنی عرش پر جم کر بیٹھنا سلف صالحین کا مذہب بتا رہے ہیں جبکہ اعجاز اشرفی دیوبندی اور ادریس کاندھلوی دیوبندی کے نزدیک یہ فرقہ مجسمہ کا نظریہ ہے جس سے قرآن کی آیات کا انکار لازم آتا ہے،

یہ قرآن کی آیات کا انکار صریح کفر ہے جو کہ ان دیوبندیوں کے نزدیک صحابہ کرام اور سلف صالحین کرتے رہے ہیں، نعوذ باللہ۔



144 استواء علی العرش

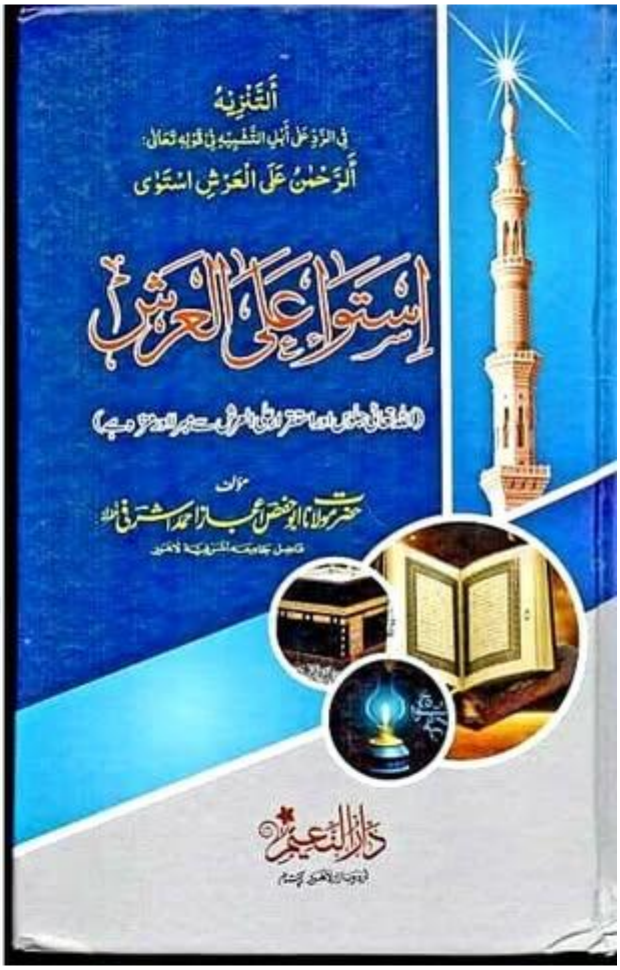
اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ اور سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ ہر چیز ایک معین میعاد تک کے لیے رواں دواں ہے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ وہی ان نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تا کہ اس بات کا یقین کر لو کہ (ایک دن) تمہیں اپنے پروردگار سے جا ملنا ہے۔

تشریح: پھر وہ اپنی قدرت اور قہر سے اور تدبیر و تصرف سے عرش عظیم پر قائم ہوا جو قیام اس کی شان کے لائق ہے۔

عرش پر قائم ہونے سے اس کی جلوہ افروزی مراد ہے جس کی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر قائم اور جلوہ فرما ہونا آسمانوں کے پیدا کرنے سے کہیں زیادہ بلند اور برتر ہے۔ اس لیے لفظ "ثُمَّ" ان دونوں میں تفاضل اور تفاوت کے بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ "اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" "خَلَقَ السَّمٰوٰتِ" سے زیادہ اعلیٰ اور ارفع ہے کیونکہ عرش عظیم تجلیات خداوندی اور احکام الٰہیہ کا مصدر اور مرکز ہے۔ تمام عالم کی تدبیر اور تصرف کے احکام عرش عظیم ہی سے نازل ہوتے ہیں۔

عرش پر قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کی طرح تخت پر برابر بیٹھا ہوا ہے کیونکہ یہ صفت تو جسم کی ہے، جو وضع اور ہیئت کے ساتھ موصوف ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

فرقۂ مجسمہ اللہ تعالیٰ کو جسم گمان کرتا ہے اور استواء کے معنی بیٹھنے کے کرتا ہے۔ اہل السنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ "اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا جو اس کی شانِ عظمت و جلال اور اس کی شانِ قدوسیت کے شایان ہے اور ہم اس کے "اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" پر ایمان لاتے ہیں جو اس کی شان کے لائق ہے اور اس کی تنزیہ و تقدیس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے، تمکن اور استقرار سے، اتصال و انفعال سے، سب سے پاک ہے۔ مکان اور جہت سب اسی کی مخلوق ہے۔ وہ خدائے قدوس مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے جس شان پر تھا اسی شان پر زمان و

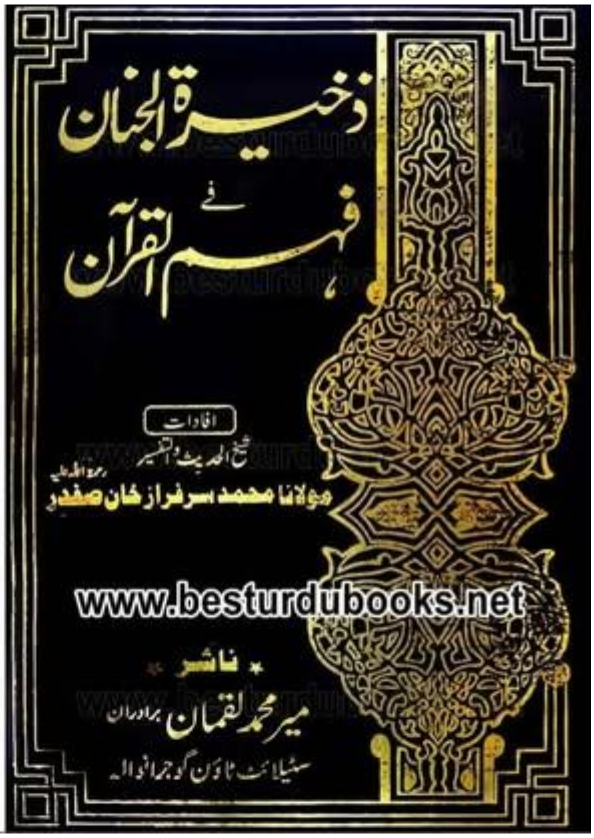




ذخیرۃ الجنان | ۹۸ | الاعراف

کے مطابق اکتالیس دن پڑھیں انشاء اللہ نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور رزق کی تنگی کیلئے
یَارحیمُ یَاکریمُ یَارزّاق کا وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں اثر ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں
میں۔ یہ دن تو اس وقت نہیں تھے لہٰذا اتنا وقت مراد ہے کہ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کیا۔
پیدا تو وہ ایک لمحے میں کر سکتا تھا مگر یہ اس کی حکمت تھی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں
مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے مخلوق کو
سمجھانا مقصود ہے کہ کام دفعتاً نہیں بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ
رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے بھی چھ دنوں میں پیدا کیا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی
الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ مستوی کا ایک معنیٰ تو مجازی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ
تعالیٰ کی شاہی ہے۔ عرش کا بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے۔ اور استوی کا
حقیقی معنیٰ بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے؟ ہم کسی سے اس کو تشبیہ
نہیں دے سکتے۔ مثلاً میں گدی پر بیٹھا ہوں اور آپ قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھ
جاتا ہے کوئی پلنگ پر اور کوئی چٹائی پر، کوئی زمین پر۔ یہ بیٹھنا تو ہم دیکھتے ہیں اور جانتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کہیں گے کہ جو استواء
اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔ اس
سے آگے ہمیں اس کی تشریح معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے۔
اسی آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اِستویٰ عَلَی العرش کے متعلق امام
مالکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے۔ تو فرمایا

www.besturdubooks.net



روزانہ درسِ قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الاعراف

(مکمل)

جلد (۸)

افادات

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی دامت مجدھم

خطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ

۱۸۶

انجام دینے کی تعلیم دی ہے۔

استوٰی علی العرش

ابتدائے تخلیق کے ضمن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ سورۃ ہود میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا "وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ" اور اس کا عرش اس وقت پانی پر تھا۔ پانی کی طرح عرش بھی اللہ کی مخلوق ہے، اُس کی صفت نہیں۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی تجلیات اُس کی صفات ہیں۔ بہرحال فرمایا کہ تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ مفسرین کرام عرش پر مستوی ہونے کے دو معنی بیان کرتے ہیں ایک تو مجازی معنیٰ ہے جو متکلمین بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے۔ عرش پر بیٹھنا صاحبِ اقتدار ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔

؎ استوٰی بشر علی العراق
من غیر سیف ودم مہراق

بشر تخت پر بیٹھ گیا یعنی اُس کو اقتدار مل گیا مگر نہ تلوار چلی اور نہ خون بہا۔ بہرحال استوٰی علی العرش کے مجازی معنیٰ یہ ہیں کہ تخت پر بیٹھ گیا، اختیارات مل گئے یا بادشاہ وغیرہ بن گیا۔

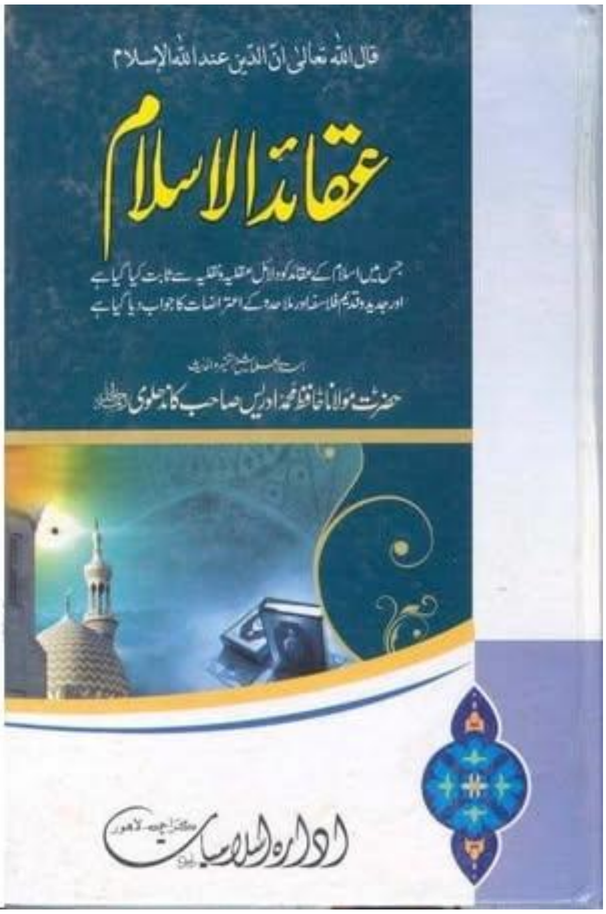
استوٰی کو حقیقی معنیٰ پر بھی محمول کر سکتے ہیں جیسا کہ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابن عیینہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ سلف کا مسلک ہے۔ امام مالک کا قول ہے استوی معلوم والکیف غیر معقول یعنی استوی کا معنیٰ تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی یا فرماتے ہیں والکیف مجهول یعنی اس کی کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا استوی بھی اسی طرح سمجھا جائے جس طرح کوئی انسان کرسی یا

تعالیٰ کے لئے ثابت تسلیم کریں اور اپنی رائے اور قیاس سے اور اپنے کشف اور الہام سے ان کی حقیقت معلوم کرنے کی سعی نہ کریں اور جس طرح یہ صفات متشابہات کتاب وسنت صحیحہ سے ثابت ہوئی ہیں ان کو بے چون وچرا تسلیم کریں اور معتزلہ کی طرح درپے تاویل نہ ہوں تاکہ قدریہ اور معتزلہ کی طرح ان صفات متشابہات کا انکار لازم نہ آئے جو جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں اور مشبہہ اور مجسمہ کی طرح یہ نہ کہے کہ معاذ اللہ یہ اللہ کے اعضا اور اجزاء ہیں اور اس طرح نہ کہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے تاکہ مشبہہ کی طرح آیات تنزیہ اور تقدیس کا انکار لازم نہ آئے حق تعالیٰ کی جو صفات قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان لائے اور ان کی حقیقت اللہ کے سپرد کرے اور تنزیہ اور تقدیس کے لئے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ زبان سے کہے اور دل سے اعتقاد رکھے کہ جس طرح باتفاق عقلاء حق تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے سننے اور دیکھنے کے مشابہ نہیں پس اسی طرح اس کا ہاتھ اور قدم ہمارے ہاتھ اور قدم کے مشابہ نہیں۔ اہل حق کے گروہ نے نہ تو معتزلہ کی طرح ظاہر کی نفی میں اتنا غلو کیا کہ حد تعطیل تک پہنچ جائے اور نہ مشبہہ کی طرح ظاہر پر اس درجہ جمود کیا کہ تشبیہ اور تمثیل میں جا پڑتے بلکہ دم (۱) تعطیل اور تشبیہ اور تمثیل کے فرث (۲) کے درمیان سے ایک لبن (۳) خالص نکال لیا اور خود بھی پیا اور شاربین (۳) کرام کو بھی پلایا۔ تمام سلف صالحین اور ائمہ اربعہ کا یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر میں امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں:

فما ذكر الله في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس والعين فهو له صفات ولا يقال ان يده قدرته و نعمته لان فيه ابطال الصفة وهو قول اهل القدر والاعتزال ولكن يده صفته بلاكيف. انتهى

یعنی قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ نے وجہ اور ید اور نفس اور عین کا ذکر کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور نہ یہ کہنا چاہئے کہ ید سے اللہ کی قدرت یا نعمت مراد ہے اس لئے کہ اس طور سے اللہ کی صفات کو باطل کرنا لازم آتا ہے اور یہ قول معتزلہ کا ہے بلکہ یہ کہنا

(۱) خون۔ (۲) گندگی۔ (۳) دودھ۔ (۳) پینے والے۔

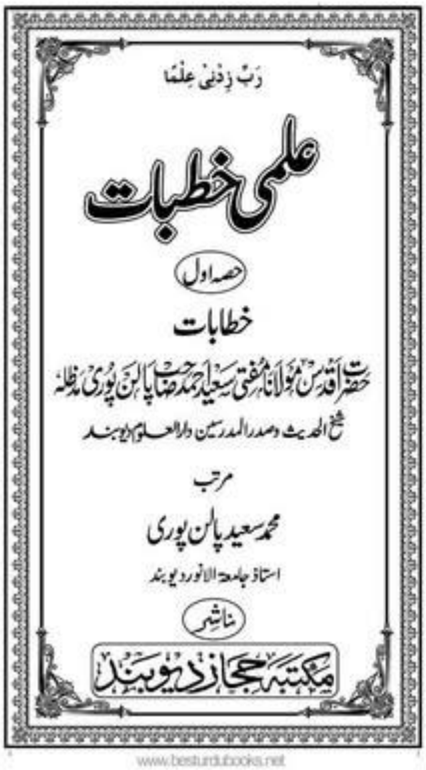




استواء علی العرش میں سلف کا مذہب

سلف میں امام مالک، سفیان ثوری اور ایک روایت میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ قرآن میں جو استواء علی العرش آیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ سب نے ایک ہی جواب دیا کہ الاستواء معلوم، والکیف مجہول، والإیمان به واجب، والسؤال عنه بدعة: لغت میں استواء کے جو معنی ہیں وہ معلوم ہیں، جو بھی عربی جانتا ہے وہ اس کے معنی سمجھتا ہے، وہ معنی ہیں: سیدھا ہونا، جم کر بیٹھنا۔ اور اللہ کے عرش پر بیٹھنے کی کیفیت کیا ہے؟ وہ ہمیں معلوم نہیں۔ اور اللہ کے عرش پر بیٹھنے کی جو بھی کیفیت ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں، ایمانیات میں سب سے پہلے ایمان بالغیب ہے، قرآن کریم کی دوسری سورت میں ہے ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ اور غیب کیا ہے؟ جو بھی چیز حواس خمسہ ظاہرہ کے دائرے میں نہیں آتی وہ غیب ہے، ایسی چیزیں کیا ہیں؟ جنت ہے، جنت کی نعمتیں ہیں، جہنم ہے جہنم کا عذاب ہے، فرشتے ہیں، اللہ ہیں، اللہ کی صفات ہیں، یہ سب حواس خمسہ ظاہرہ کے دائرے میں نہیں آتے، پس یہ سب غیب ہیں، اور ان پر ایمان لانا واجب ہے، کس بنیاد پر؟ اللہ کے رسول جو سچی خبر دینے والے ہیں ان کی خبر پر اعتماد کر کے جنت بھی مانی ہے، اس کی نعمتیں بھی مانی ہیں، جہنم بھی مانی ہے، فرشتے بھی مانتے ہیں، اللہ کی جو صفات قرآن وحدیث میں آئی ہیں وہ سب مانی ہیں۔ غرض: ان حضرات نے کہا کہ عرش الٰہی پر جم کر بیٹھنا یا اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی صفات غیب ہیں، لہٰذا اس کو پوری طرح سمجھے بغیر ماننا ضروری ہے، جیسے جنت کو پوری طرح سمجھے بغیر ماننا ضروری ہے، جہنم کو بغیر سمجھے ماننا ضروری ہے، تھوڑا بہت تو سمجھیں گے مگر مکمل نہیں سمجھیں گے، ایسے ہی اللہ کی صفات کو تھوڑا بہت تو سمجھیں گے مگر پوری کیفیت نہیں سمجھ سکتے، اس لئے پوری کیفیت سمجھے بغیر ماننا ضروری ہے۔ اور یہ جو تم پوچھ رہے ہو کہ اللہ کے عرش پر جم کر بیٹھنے کی کیفیت کیا ہے؟ یہ سوال بدعت ہے، کیونکہ یہ آیتیں آج نہیں اتریں، اور کسی صحابی نے حضور سے نہیں پوچھا، پھر تم کیوں پوچھتے ہو؟ سب نے یہی جواب دیا ہے، اور یہی اصل سلفیت ہے۔

لیکن جب حنابلہ میں غلو پیدا ہوا، اور مسلمانوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا کہ کا غذ



رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

علمی خطبات

حصہ اول

خطابات

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

مرتب

محمد سعید پالن پوری

استاذ جامعۃ الانور دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

✱ صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی ✱

(پارٹ 6)

اللہ پاک قیامت کے دن آئے گا یہ سلف صالحین کا مذہب ہے، موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کی عقلوں میں یہ بات نہیں آئی اس لیے انہوں نے اللہ کے قیامت کے دن آنے کا انکار کر دیا، انہوں نے اللہ کی ذات کو عقل سے ماپنا شروع کر دیا،

دو کتابوں کے سکین آپ کے سامنے ہیں ایک موجودہ بدعتی دیوبندی مولوی عبدالواحد کی کتاب ہے جس میں اس نے سلف صالحین کے عقائد کا رد کرنے کی کوشش کی ہے، دوسری کتاب دیوبندیہ کے امام اہل سنت سرفراز خان صفدر دیوبندی کی "ذخیرہ الجنان" ہے۔

❀ عبدالواحد دیوبندی لکھتا ہے:

"مذکورہ بالا باتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی فرشتوں کے جلو میں میدان محشر میں حساب کتاب کے لیے جلوہ فرما ہوں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی جو عرش اور غیر عرش سب سے بڑے ہیں اور جو سلفیوں کے بقول اپنی مخلوق سے مبائن ہیں، وہ اپنی ذات سمیت زمین پر اتر آئیں گے، یہ تو عالم میں حلول ہوا۔"

عبدالواحد دیوبندی کے مطابق اللہ پاک کا قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے میدان محشر میں جلوہ فرما ہونا عالم میں حلول ہے،

❀ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

"رب تعالی کے آنے کے بارے میں ایک مسلک متقدمین (سلف صالحین) کا ہے، ایک متاخرین کا ہے، تیسری صدی تک کے محدثین اور فقہاء متقدمین کہلاتے ہیں، اور تیسری صدی کے بعد کے محدثین وفقہاء متاخرین کہلاتے ہیں،

متقدمین کہتے ہیں، رب تعالی آئے گا جو اس کی شان کے لائق ہے، اور عدالت کے لیے جلوہ افروز ہو گا، ہمیں حقیقت (کیفیت) کا علم نہیں۔"

اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

"جیسے قرآن میں ہے اللہ عرش پر مستوی ہے، کیسے ہے ہم کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے جیسا اس کی شان کے لائق ہے ویسے عرش پر بیٹھا ہے، اسی طرح (قیامت کے دن) آنا جو اس کی شان کے لائق ہو گا۔"

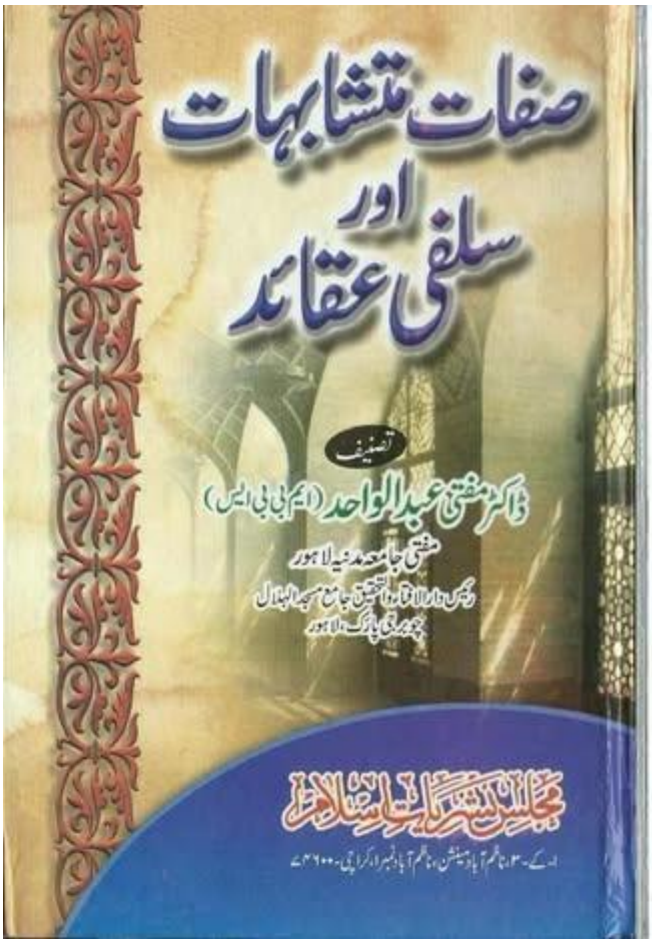
سرفراز خان صفدر دیوبندی کے مطابق، قیامت کے دن میدان محشر میں اللہ تعالی کا عدالت یعنی حساب و کتاب کے لیے جلوہ افروز ہونا تیسری صدی تک کے تمام سلف صالحین کا مذہب ہے، جبکہ عبدالواحد دیوبندی کے مطابق اس سے حلول لازم آتا ہے، یعنی سلف صالحین حلول کے قائل تھے موجودہ دیوبندیہ بدعتیہ کے نزدیک۔

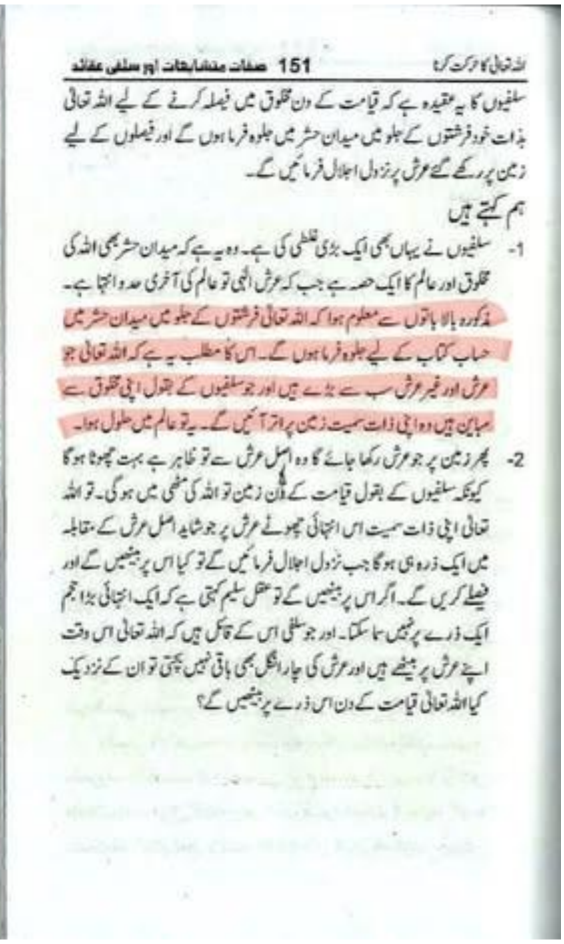
اس جاہل مولوی کو حلول کا ہی نہیں پتہ کہ حلول کسے کہتے ہیں، اس کے مولوی سے ہی دکھا دیتے ہیں کہ حلول کسے کہتے ہیں،

❀ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی لکھتا ہے:

"دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ایک چیز کا وجود ختم ہو جائے "حلول" کہلاتا ہے جیسے شربت۔"

ہے تو یہ الیاس گھمن حیاتی بھی جاہل ہی لیکن جاہلوں کو جاہل کی ہی زبان ٹھیک طرح سے سمجھ آتی ہے، اب اس کا قائل تو کوئی بھی نہیں کہ قیامت کے دن آنے کی وجہ سے مخلوق اور خالق میں سے ایک کا وجود ختم ہو جائے گا اور نہ ہی ایسا ہو گا، تو پھر یہ حلول کیسے ہوا؟





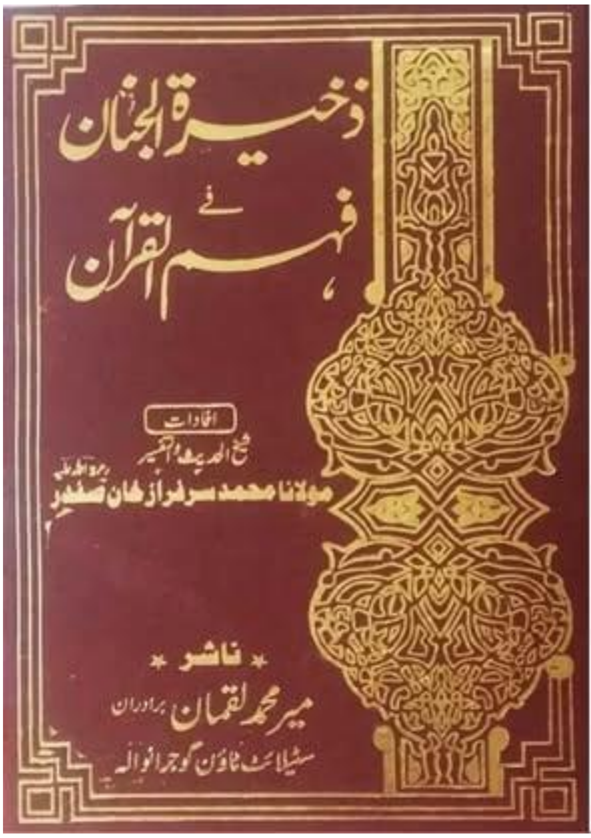
اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا 151 صفات متشابہات اور سلفی عقائد

سلفیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن مخلوق میں فیصلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ بذات خود فرشتوں کے جلو میں میدان حشر میں جلوہ فرما ہوں گے اور فیصلوں کے لیے زمین پر رکھے گئے عرش پر نزول اجلال فرمائیں گے۔

ہم کہتے ہیں

1- سلفیوں نے یہاں بھی ایک بڑی غلطی کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میدان حشر بھی اللہ کی مخلوق اور عالم کا ایک حصہ ہے جب کہ عرش الٰہی تو عالم کی آخری حد و انتہا ہے۔ مذکورہ بالا باتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جلو میں میدان حشر میں حساب کتاب کے لیے جلوہ فرما ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو عرش اور غیر عرش سب سے بڑے ہیں اور جو سلفیوں کے بقول اپنی مخلوق سے مبائن ہیں وہ اپنی ذات سمیت زمین پر اتر آئیں گے۔ یہ تو عالم میں حلول ہوا۔

2- پھر زمین پر جو عرش رکھا جائے گا وہ اصل عرش سے تو ظاہر ہے بہت چھوٹا ہوگا کیونکہ سلفیوں کے بقول قیامت کے دن زمین تو اللہ کی مٹھی میں ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سمیت اس انتہائی چھوٹے عرش پر جو شاید اصل عرش کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہی ہوگا جب نزول اجلال فرمائیں گے تو کیا اس پر بیٹھیں گے اور فیصلے کریں گے۔ اگر اس پر بیٹھیں گے تو عقل سلیم کہتی ہے کہ ایک انتہائی بڑا حجم ایک ذرے پر نہیں سما سکتا۔ اور جو سلفی اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے عرش پر بیٹھے ہیں اور عرش کی چار انگل بھی باقی نہیں بچتی تو ان کے نزدیک کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس ذرے پر بیٹھیں گے؟



ذخیرة الجنان: عدد ۳۰ | ۲۱۵ | الفجر

زیادہ۔ حلال حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ جائز طریقے سے مال آئے تو برا نہیں ہے۔ لیکن حلال حرام کی تمیز کے بغیر آئے گا تو وبال ہے۔ اور آج یہ تمیز بالکل اُٹھ گئی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے چار کوتاہیاں بیان فرمائی ہیں اور یہ اکثر ملکوں اور علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔

فرمایا کَلَّآ خبردار! اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا جب زمین کو کوٹ دیا جائے گا کوٹ دیا جانا۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ یہ تمام پہاڑ اُٹھا دیئے جائیں گے، گڑھے پُر کر دیئے جائیں گے لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿طٰہٰ: ۱۰۷﴾ "اور نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" زمین میں کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی اور نہ کوئی موڑ ہوگا صَفًّا صَفًّا بالکل ہموار ہوگی۔ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف بہ صف۔ رب تعالیٰ کے آنے کے بارے میں ایک مسلک متقدمین کا ہے اور ایک متاخرین کا ہے۔ تیسری صدی تک کے محدثین اور فقہاء متقدمین کہلاتے ہیں۔ اور تیسری صدی سے بعد کے جو فقہاء اور محدثین ہیں وہ متاخرین کہلاتے ہیں۔

متقدمین کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ آئے گا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور عدالت کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ ہمیں حقیقت کا علم نہیں ہے۔ مثلاً: قرآن کریم میں ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى "رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔" کیسے ہے؟ ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ میں مصلے پر بیٹھا ہوں آپ حضرات دریوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے، ایسا نہیں ہے۔ جیسے اس کی شان کے لائق ہے بیٹھا ہے۔ اسی طرح آنا جو اس کی شان کے لائق ہوگا۔ ہم اس سے زیادہ نہیں جانتے اور نہ سمجھنے کے پابند ہیں۔

رمضان نہیں، اگر ہے تو بیت الخلاء میں بابرکت کیسے؟ تو اس کا یہ سوال لغو ہو گا کیونکہ جب رمضان کا جسم نہیں ہے تو ہر جگہ ماننے میں کوئی بے ادبی نہ ہو گی اور یہ ہر جگہ بابرکت ہو گا۔ اسی طرح جب اللہ کا جسم نہیں تو ہر جگہ ماننے میں بے ادبی نہیں۔

اعتراض نمبر2:

اگر اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانیں تو اس سے حلول اور اتحاد لازم آئے گا۔

جواب: حلول اور اتحاد تب لازم آئے گا جب اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانا جائے' جبکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں۔

فائدہ: دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ہر ایک کا وجود باقی رہے "اتحاد" کہلاتا ہے جیسے آملیٹ اور دو چیزوں کا اس طرح ایک ہونا کہ ایک چیز کا وجود ختم ہو جائے "حلول" کہلاتا ہے جیسے شربت۔

غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات:

قرآنی آیات:

1: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْ

جواب نمبر1: اس کا معنی "عرش پر اللہ کا غالب ہونا"

بخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء) نقل کیا ہے اور ع

بشر بن مروان کی مدح میں یہ شعر کہا تھا:

قَدِ اسْتَوٰى
مِنْ غَيْرِ

ترجمہ: بشر بن مروان نے بغیر جنگ اور خونریزی کے عراق پر

ایک اور شاعر نے کہا:

فَلَمَّا عَلَوْ
جَعَلْنَاهُمْ

ترجمہ: جب ہم ان پر چڑھ دوڑے اور ان پر غلبہ پالیا تو انہیں (

اشکال: اگر کوئی کہے کہ عرش کی کیا تخصیص ہے، جب کہ ا

جواب: عرش کائنات کا مکان آخر ہے تو مکان آخر تک غلبہ ہو تو وہ اپنی ملکیت اور مالی رتبہ بتانے کے لیے یہ کہے: "میرے ا لمیت نہیں۔

جواب نمبر2: اگر استویٰ علی العرش سے اللہ تعالیٰ کا "

تعارض لازم آتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے فوق العرش ہونے کی بجائے فی السماء یا ہر جگہ ہونے کا ذکر موجود ہے جیسے:

"وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (سورۃ البقرۃ: 115)

القواعد فی العقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا
بانی و امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز
ناشر مین: احناف ٹرسٹ
www.ahnafmedia.com

✱ صفات باری تعالی کے مسئلہ میں دیوبندی مولویوں کی آپس میں لڑائی ✱

(پارٹ 7)

دیوبندیہ کے بدعتی مولویوں کے عقائد و نظریات پر تضاد کا سلسلہ جاری ہے، تین کتابوں کے سکین آپ کے سامنے ہیں دو اعجاز اشرفی دیوبندی کی کتابیں ہیں ایک عبدالشکور سالمی ماتریدی کی کتاب ہے،

اللہ پاک بذاتہ مخلوق سے جدا ہے یہ سلف صالحین کا عقیدہ تھا اور یہی اہل حدیث کا عقیدہ ہے ان دونوں باتوں کا اقرار دیوبندی مولویوں سے ملاحظہ فرمائیں اور اس عقیدے کا انکار بھی دیوبندی مولویوں سے ہی ملاحظہ فرمائیں،

❁ اعجاز اشرفی دیوبندی احمد رضا بجنوری دیوبندی کا بیان نقل کرتا ہے کہ احمد رضا بجنوری دیوبندی نے کہا:

"سلف کا عقیدہ تو اتنا تھا کہ اللہ تعالی کا وجود مخلوق سے بائن وجدا ہے باعتبار ذات وصفات کے۔"

احمد رضا بجنوری دیوبندی کے بیان سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ بذاتہ مخلوق سے جدا ہے۔

❁ اعجاز اشرفی دیوبندی خود لکھتا ہے:

"ایسا کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق سے جدا ہیں،

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کہتے ہیں:

کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بالائے عرش مخلوق سے جدا اور جہاں سے الگ ہے،

تمام غیر مقلدین اسی عقیدے کے قائل ہیں۔"

رضا بجنوری دیوبندی کے مطابق سلف صالحین کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالی بذاتہ مخلوق سے جدا ہے، اور اعجاز اشرفی دیوبندی کے مطابق تمام غیر مقلدین کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی بذاتہ مخلوق سے جدا ہے،

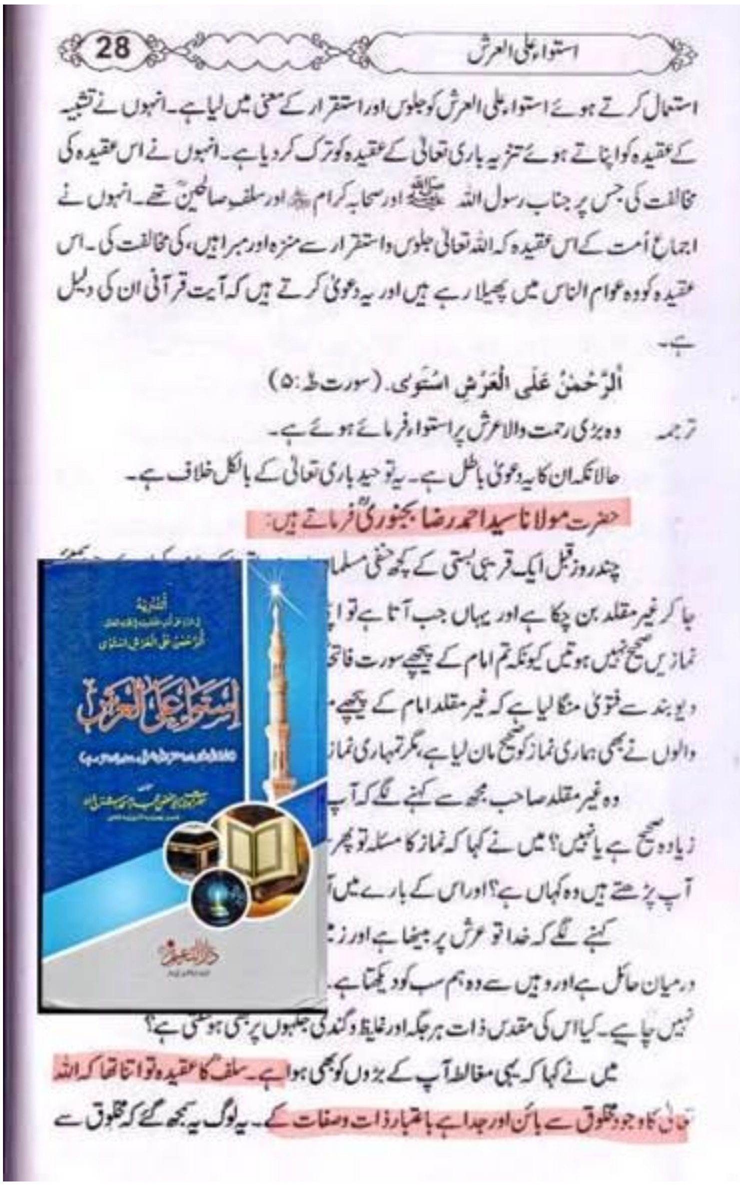
اور اعجاز اشرفی دیوبندی کے نزدیک دیوبندیہ بدعتیہ کے مطابق ایسا کہنا جائز نہیں کہ اللہ اپنی مخلوق سے جدا ہے۔

❁ عبدالشکور سالمی ماتریدی کہتا ہے:

"اگر ہم کہیں کہ (اللہ) عالم سے مبائن و منفصل ہے تو بیونیت سے مراد قطع اور فصل ہے اور یہ واجب کرے گا تحدید کو اور محدود مقدور ہے اور مقدور صانع نہیں ہوتا، اس لیے ہم نے کہا کہ صانع عالم بلا اینیة و بلا کیف ہے"

عبدالشکور سالمی ماتریدی کے مطابق اللہ کو مخلوق سے جدا ماننا اللہ کو محدود کرنا لازم کرتا ہے،

تو یہ ہے بدعتیوں کے عقیدے اور سلف صالحین و اہل سنت و اہل حدیث کے عقیدے کا فرق و تضاد، اور سب کا اقرار بدعتیوں کی اپنی ہی زبانی۔



28 استواء علی العرش

استعمال کرتے ہوئے استواء علی العرش کو جلوس اور استقرار کے معنی میں لیا ہے۔ انہوں نے تشبیہ کے عقیدہ کو اپناتے ہوئے تنزیہ باری تعالیٰ کے عقیدہ کو ترک کر دیا ہے۔ انہوں نے اس عقیدہ کی مخالفت کی جس پر جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین تھے۔ انہوں نے اجماع امت کے اس عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ جلوس و استقرار سے منزہ اور مبرا ہیں، کی مخالفت کی۔ اس عقیدہ کو وہ عوام الناس میں پھیلا رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آیت قرآنی ان کی دلیل ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی. (سورت طٰہٰ:۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

حالانکہ ان کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ یہ توحید باری تعالیٰ کے بالکل خلاف ہے۔

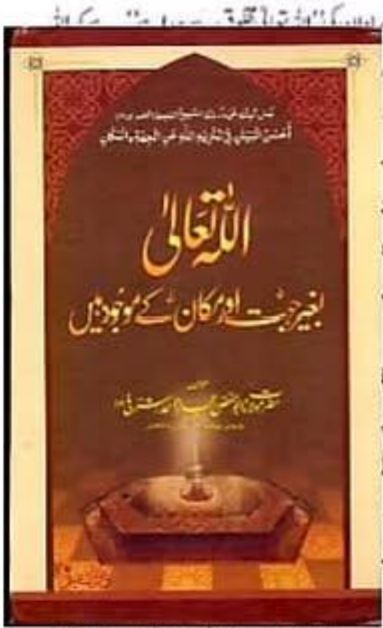
حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری فرماتے ہیں:

چند روز قبل ایک قریبی بستی کے کچھ حنفی مسلما
جا کر غیر مقلد بن چکا ہے اور یہاں جب آتا ہے تو ا
نمازیں صحیح نہیں ہوتیں کیونکہ تم امام کے پیچھے سورت فاتح
دیوبند سے فتویٰ منگا لیا ہے کہ غیر مقلد امام کے پیچھے
والوں نے بھی ہماری نماز کو صحیح مان لیا ہے، مگر تمہاری نماز
وہ غیر مقلد صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ آپ
زیادہ صحیح ہے یا نہیں؟ میں نے کہا کہ نماز کا مسئلہ تو پھر
آپ پڑھتے ہیں وہ کہاں ہے؟ اور اس کے بارے میں
کہنے لگے کہ خدا تو عرش پر بیٹھا ہے اور ز
درمیان حائل ہے اور وہیں سے وہ ہم سب کو دیکھتا ہے۔
نہیں چاہیے۔ کیا اس کی مقدس ذات ہر جگہ اور غلیظ و گندی جگہوں پر بھی ہو سکتی ہے؟
میں نے کہا کہ یہی مغالطہ آپ کے بڑوں کو بھی ہوا ہے۔ سلف کا عقیدہ تو اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود مخلوق سے بائن اور جدا ہے باعتبار ذات وصفات کے۔ یہ لوگ یہ سمجھ گئے کہ مخلوق سے

2.7:۔ایسا کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہیں

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کہتے ہیں:
ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ اپنی ذات پاک کے اعتبار سے بالائے عرش، مخلوق سے جدا اور جہان سے الگ ہے (مجموعہ رسائل عقیدہ ص ۱۳۳)
تمام غیر مقلدین اسی عقیدہ کے قائل ہیں۔

جواب اس بات پر تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ ائمہ کرام کے ان اقوال کی کیا مراد ہے:
۱ بعض کا قول ہے: اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ہے۔
۲ بعض کا قول ہے: اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا نہیں ہے۔
تو یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے، بلکہ ...
تعالیٰ مخلوق سے مشابہ نہیں ہے اور
مخلوق سے جدا نہیں ہے" یہ ہے
کلام: "اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ...
(جدائی) پر محمول کیا ہے جیسے ابن
ائمہ کرام کی طرف اس قول کو منسو...
سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا چا...
حضرت امام نابلسیؒ فرماتے ہیں:



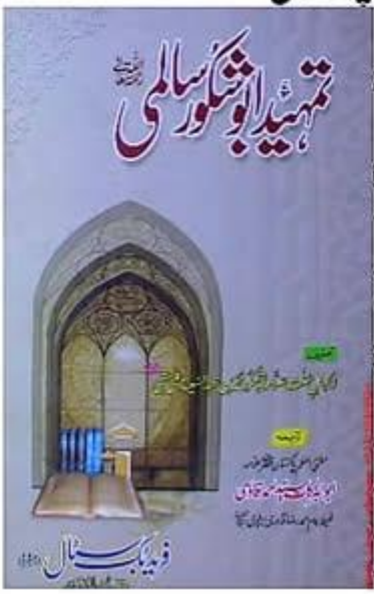
1 وَالْقَدِيمُ سُبْحَانَهُ عَالٍ عَلَى ...
عَنِ الْعَرْشِ، يُرِيدُ بِهِ ...
التَّبَاعُدِ، لِأَنَّ الْمُمَاسَّةَ وَا...
أَوْصَافِ الْأَجْسَامِ، وَاللّٰهُ ...
يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، فَلَا ...
وَتَعَالَى.
2 وَلَيْسَتِ الْبَيْنُونَةُ بِالْعُزْلَةِ. تَعَالَى اللّٰهُ رَبُّنَا عَنِ الْحُلُولِ وَالْمُمَاسَّةِ عُلُوًّا

تمہید (ابوشکور سالمی) 114 اثباتِ صانع کا بیان

کر سکتے اور اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صانع العالم ہے اور وہ نہ عالم میں ہے اور نہ عالم سے خارج ہے' اس لیے کہ اگر ہم کہیں کہ عالم میں ہے تو عالم سے چھوٹا ہو گا اور اس کا مکان وظرف میں ہونا لازم آئے گا تو یہ کفر ہے اور اگر ہم کہتے ہیں کہ وہ عالم سے خارج ہے' پھر سوال پیدا ہوا کہ متصل بالعالم ہے یا منفصل عن العالم؟ تو اگر پہلی شق پر بات کرتے ہیں اور اس کو متصل بالعالم مانتے ہیں تو وہ جنس عالم سے ہے اور وہ عالم ہوا اور عالم مع اجناس مصنوع ہوا' صانع نہ ہوا۔

اور اگر ہم کہیں کہ عالم سے مبائن و منفصل ہے تو بینونت سے مراد قطع اور فصل ہے اور یہ واجب کرے گا تحدید کو اور محدود مقدور ہے اور مقدور صانع نہیں ہوتا' اس لیے ہم نے کہا کہ صانعِ عالم بلا اینیۃ اور بلا کیفیت ہے۔

چھٹا قول



ماہ

جب تم کسی شئی کی پہچان کرنا چا
کی کیت (تعداد) وکیفیت کو دریافت کر
جل شانہٗ کی معرفت ان معانی کے بغیر
"ما" (کیا) اور "کیف" (کیسے)
(کس لیے) سے مستغنی اور بے نیاز

خدا بے نیاز ہے

دلیل: یہ جو ہم نے کہا کہ وہ "ھل" ما
یہ اس لیے کہ ہر حادث مصنوع ہے اور
ماہیت سے سوال کی احتیاج وہاں ہوتی
باوجود آیات کے بھی معلوم نہ ہو اور اللہ

✱ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق ✱

دیوبندیہ بدعتیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو ہمارے گھروں میں قرآن موجود ہے یہ مخلوق ہے، تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ ان بدعتیوں کے نزدیک اللہ کا کلام حرف وصوت والا نہیں ہو سکتا، یعنی اللہ کا کلام الفاظ اور سنی جانے والی آواز میں نہیں ہو سکتا، اس لیے جو کلام حروف اور آواز والا ہے وہ مخلوق ہے اس لیے مسلمانوں کے گھروں میں موجود قرآن بدعتیوں کے نزدیک مخلوق ہے، اس کے لیے ان بدعتیوں نے کلام نفسی اور کلام لفظی کی اصطلاح ایجاد کیں ہیں، کہ کلام نفسی قدیم ہے اور قرآن لفظی حادث، لہذا حادث کا قیام اللہ کی ذات کے ساتھ ممتنع ہے۔

❁ بدعتیوں کا امام تفتازانی جس کی کتاب "شرح عقائد نسفیہ" دیوبندیہ بریلویہ کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ہمارے مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے، یہ جملہ کہنا چاہیے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ 'قرآن غیر مخلوق' ہے تاکہ ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ اصوات و حروف سے تالیف شدہ نظم بھی قدیم ہے جیسا کہ حنابلہ نے جہالت اور عناد کی وجہ سے یہ موقف اختیار کیا ہے۔"

❁ "شرح المقاصد" میں یہی تفتازانی صاحب لکھتے ہیں:

إن معنى المتكلم من قام به الكلام، والمنتظم من الحروف حادث يمتنع قيامه بذات لله تعالىٰ.

"متکلم کا معنی ہے جس کے ساتھ کلام قائم ہو اور جو کلام حروف سے پرو دیا گیا ہو تو وہ حادث ہوتا ہے اور حادث کا اللہ کی ذات کے ساتھ قیام ممتنع ہے"

❁ "شرح عقائدِ نسفیہ" میں لکھتے ہے:

(أزلية) ضرورة امتناع قيام الحوادث بذاته.

"(صفتِ کلام) آزلی ہے اور اس کو ازلی اس ضرورت کے تحت کہا گیا ہے کہ اللہ کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے۔"

ان عبارات کا مطلب وہی ہے جس کی تفصیل اوپر بیان کر دی ہے میں نے۔

❀ دوسرا بدعتیوں کا عصر حاضر کا امام جو کہ بہت بڑا کذاب بھی ہے زاہد کوثری مجنون ابی حنیفہ لکھتا ہے:

"اور واقعی یہ ہے کہ لوح محفوظ، زبان جبریل علیہ السلام زبان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام تلاوت قرآن کرنے والوں کی زبانوں، دلوں اور تختیوں پر قرآن مخلوق حادث ہے جو کہ ضروریات (بدیہی حقیقتوں) کا مسئلہ ہے۔ جو شخص اس کا انکار کرتا ہے تو وہ بدیہات کا منکر اور وہمیات کا قائل ہے، وہ اُس مرتبے سے ساقط ہے کہ اُس سے گفتگو کی جائے۔ قدیم تو وہ معنی ہے جو اللہ سبحانہ کے ساتھ قائم ہے۔"

❀ الیاس گھمن حیاتی دیوبندی لکھتا ہے:

"کلام اللہ تعالی کی وہ صفت ہے جو الفاظ و حروف سے مرکب نہیں بلکہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ ازل سے قائم ہے جسے کلام نفسی کہتے ہیں۔"

ان بدعتیوں کا عقیدہ ان کی عقائد کی کتب سے آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ قرآن حروف وصوت کے ساتھ مخلوق ہے اللہ کا کلام نہیں، اس لیے یہ بدعتی اللہ کے موسی علیہ السلام کے ساتھ ہمکلام ہونے کے منکر ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے جو موسی علیہ السلام سے کلام کیا وہ حروف اور آواز کے ساتھ نہیں تھا، ان بدعتیوں کے اللہ پاک نے گونگا مانا ہوا ہے۔

اب ان بدعتیوں کا رد ملاحظہ فرمائیں،

پہلا سوال تو ہمارا ان سے یہ ہے کہ قرآن میں موجود الفاظ اگر اللہ کے نہیں تو کس کے ہیں؟

اس مختصر اور سادہ سوال کا کوئی معقول جواب کسی بدعتی کے پاس نہیں،

قرآن کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں جیسا کہ حدیث رسول ہے تو یہ ایک حرف پر دس نیکیاں تبھی ملتی ہیں جب یہ اللہ کا کلام ہے،

❁ قرآن کے الفاظ کو مخلوق کہنے والوں کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو مسئلہ خلق قرآن میں اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں ان کا فتوی ہے،

"جو شخص لفظي بالقرآن مخلوق (قرآن کے ساتھ میر الفظ مخلوق ہے) کا دعویٰ کرے تو وہ جہمی ہے۔"

❁ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے قرآن کے الفاظ کو مخلوق کہنے والو کے بارے فرمایا:

"اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اس کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے، اس سے کلام نہیں کرنا چاہیے اور اسے سلام نہیں کرنا چاہیے۔"

❁ دلائل سے اس کا رد کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی کا فرمان ہے:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ -

"وہی پیدا کرتا ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔"

[الاعراف، آیت:54]

اس آیت میں اللہ تعالی نے "خلق" اور "امر" کے درمیان فرق کیا ہے،

فرمایا:

فرمانِ باری تعالی:

أَتَى أَمْرُ اللَّهِ...

"اللہ تعالی کا حکم آگیا۔"

[النحل، آیت:1]

لہذا اللہ کا حکم اللہ کا کلام ہے جو کہ قدرت سمیت مخلوق نہیں ہے، تم کتاب اللہ کے حصوں کو ایک دوسرے سے متصادم مت سمجھو۔"

امام احمد بن حنبل فرما رہے ہیں کہ ان آیات کے مطابق اللہ کا حکم الگ ہے جو قرآن میں ہے اور اللہ کی تخلیق یعنی مخلوق الگ ہے، جو کہ اس کی دلیل ہے کہ قرآن مخلوق نہیں۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے استاد سفیان بن عیینہ ہلالی رحمہ اللہ نے ان آیات کو اسی مسئلے کی دلیل بنایا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"فرمانِ باری تعالی:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ -

[الاعراف، آیت:54]

اس آیت میں "خلق" سے مراد اللہ تعالی کی مخلوقات ہیں، اور "امر" سے مراد قرآن کریم ہے۔"

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہاں! تیرے رب نے موسی علیہ السلام کے ساتھ صوت (سُنی جانے والی آواز) کے ساتھ کلام فرمایا۔"

مزید فرماتے ہیں:

"یہ موسی علیہ السلام کا قصہ پڑھیں، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اپنے ہی بارے میں فرمایا:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسَى -

اور اللہ تعالی نے موسی سے کلام کیا۔

تو یہاں پر اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے ساتھ محو گفتگو ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس میں موسی علیہ السلام کی شان بھی عیاں فرمائی، پھر ساتھ ہی یہ لفظ بھی ذکر کیا:

تَكْلِيْمًا -

جو کہ مفعول مطلق ہے، اور صفت کلام کی تاکید کیلیے لایا گیا، پھر اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو مزید فرمایا:

إِنَّنِيْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا -

بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود برحق کوئی نہیں ہے۔

لیکن تم اس کا انکار کرتے ہو، چنانچہ اس طرح تو "إِنَّنِيْ" کی یائے متکلم کا مرجع غیر اللہ بنے گا، جس کا معنی یہ ہوگا کہ کوئی مخلوق ربوبیت کا دعوی کررہی ہے؟! لیکن حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی ہی پروردگار ہے۔"

❁ امام جوینی رحمہ اللہ متوفی 438ھ اپنی اللہ کے عرش پر استواء کے اثبات پر لکھی کتاب میں فرماتے ہیں:

"اور تحقیق یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالی نے حروف کے ساتھ کلام فرمایا جیسا کہ اس کے جلال اور عظمت کے لائق ہے، کیونکہ وہ قادر ہے اور قادر مطلق کو اعضاء اور حلق کے کوے کی حاجت نہیں ہوتی اور اسی طرح اُس (کے کلام) کی سُنی جانے والی آواز ہے جیسا کہ اُس کے لائق ہے اور یہ مقدس آواز حلق اور نرخرے کی محتاج نہیں، اللہ تعالی کا کلام ہے جیسا کہ اُس کے لائق ہے اور اس (کلام) کی آواز ہے جیسا کہ اُس کے لائق ہے۔ ہم اللہ سبحانہ کے کلام سے حرف و صوت کی نفی (انکار) اس وجہ سے نہیں کرتے کہ ہم اعضاء اور حلق کے کوؤں کے محتاج ہیں (بلکہ ان صفات کا اقرار کرتے ہیں) کیونکہ حق تعالی کی جناب (ذات) ان چیزوں کی محتاج نہیں ہے اور یہ وہ بات ہے جس پر شرح صدر ہوتا ہے اور تعسف و تکلف سے (دور رہ کر) انسان کو آرام پہنچتا ہے۔۔۔"

بدعتیوں نے اللہ کے کلام میں حروف اور آواز کا اس لیے انکار کیا کہ اس کے لیے حلق نرخرے کی ضرورت ہے جس سے آواز پیدا ہوتی اور حروف مرکب پاتے ہیں اس لیے اللہ کے لیے حلق اور نرخرہ جیسے اعضاء بھی ماننے پڑے گے اس لیے بدعتیوں نے اللہ کے کلام کے حرف اور آواز کا انکار کردیا، حالانکہ ان جاہلوں کو یہ علم نہیں کہ اللہ اس کا محتاج نہیں یہ تو مخلوق میں بھی وصف پیدا ہوا ہے وہ تو پھر بھی قادر مطلق ہے،

❁ جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے سلام کرتا تھا۔"

اسی طرح جب یہودیہ عورت نے رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کھانے میں زہر ملا کر دیا تو اس لقمے سے آواز آئی کے میرے اندر زہر ہے،

اسی طرح قیامت کے دن اللہ لوگو کی زبانیں بند کر دے گا اور ان کے ہاتھ پیر اور گوشت بول کر گواہی دیں گے،

یہ سب بغیر ان اعضاء کے بولے ہیں جن سے حروف اور آواز بنتی ہے،

تو یہ بدعتیوں کی جہالت ہی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے کلام کے حروف اور آواز مانی تو پھر وہ اعضاء بھی ماننے پڑیں گے جن سے آواز اور الفاظ بنتے ہیں۔

❁ امام ابو نصر السجزی رحمہ اللہ متوفی 444ھ اللہ کے کلام کے حروف اور آواز کے منکروں کے رد پر رسالہ لکھا ہے جس کا سکین پوسٹ میں ہے، انہوں نے فرمایا ہے:

"اللہ کے کلام کے حروف اور آواز ہیں یہ سلف صالحین کا مذہب ہے، اور جو اس کی نفی کرتے ہیں وہ بدعتی ہیں۔"

❁ امام السجزی مزید فرماتے ہیں:

"قرآن عربی حروف ہیں۔۔۔ اور اللہ کی صوت (آواز) میں مخلوق سے کوئی تشبیہ نہیں ہے جس طرح کہ اُس کی صفت کلام مخلوق سے مشابہ نہیں ہے۔

"كلام الله حرفٌ وصوتٌ بحكم النص"

اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام حرف اور صورت (آواز) ہے جیسا کہ نص سے ثابت ہے۔"

❁ امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ کو مخلوق کہنے والا کافر ہے"

قرآن میں مجید میں اللہ تعالی کے جو نام ذکر ہوئے ہیں مثال کے طور پر "اللہ، الرحمٰن، الرحیم، العلیم، الغفور، الکریم۔۔۔" دیگر اسماء بھی اللہ تعالی کے نام ہیں، اور یہ اللہ تعالی کے کلام سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالی اپنے یہ نام الفاظ و معانی سمیت خود ہی لکھے ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنی ذات کی تسبیح اور اللہ تعالی کے ناموں کی تسبیح میں یکسانیت بھی قرار دی ہے، جیسے کہ فرمایا:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى -

اپنے بلند و بالا پروردگار کے نام کی تسبیح بیان کریں۔

[الاعلی،آیت:1]

اسی طرح اللہ تعالی کی ذات سے مانگنا یااللہ تعالی کے اسماسے مانگنے کو بھی یکساں قرار دیااور فرمایا:

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا -

اور اللہ تعالی کے اچھے اچھے نام ہیں ان کے ذریعے اللہ سے مانگو۔

[الاعراف،آیت:180]

اسی طرح اللہ تعالی کی ذات کاذکر کرنا یااللہ تعالی کے اسماء کاذکر کرنا بھی یکساں قرار دیااور فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا -

اپنے رب کے نام کاذکر صبح و شام کریں۔

[الإنسان،آیت:25]

اگر مذکورہ بالا تسبیح، دعااور ذکر کسی مخلوق کیلیے ہوتی تو یہ اللہ کے ساتھ شرک ہوتا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ "قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں"

تو اللہ تعالی کے اسمائے گرامی بھی مخلوق کے دائرے میں آئیں گے اور ان سے مانگنے اور تسبیح کرنے والا کافر شمار ہو گا، کیونکہ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالی کے اسمائے حسنی کلام الہی کی تخلیق سے پہلے تھے ہی نہیں، اللہ تعالی کے کسی بھی نام کی قسم اٹھانے والا مشرک متصور ہوتا؛ کیونکہ وہ مخلوق کی قسم اٹھا رہا ہے، جبکہ مخلوق اور خالق ایک نہیں ہیں،

❀ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"فَيُنَادَى بِصَوْتٍ: إِنّ اللّهَ يَأْمُرُكَ....."

پھر وہ(اللہ)صوت(آواز)سے ندافرمائے گا: بے شک اللہ تجھے حکم دیتا ہے۔۔۔

[صحیح بخاری]

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"وَفِي هَذَا دَلِيلٌ أَنَّ صَوْتَ اللّهِ لا يشبه أَصْوَاتَ الْخَلْقِ".....

"اور اس میں دلیل ہے کہ اللہ کی آواز (صوت) مخلوق کی آوازوں سے مشابہ نہیں ہے۔"

انہی عقلی و نقلی دلائل پر اکتفا کرتا ہوں اس پر بے شمار دلائل ہیں جنھوں طوالت کے باعث نقل نہیں کیا جا سکتا، ان بدعتیوں کے رد پر عقلی اور نقلی دلائل سے مزین اس کتاب "العقیدۃ السلفیہ فی کلام رب البریہ و کشف اباطیل المبتدعۃ الردیہ" کی طرف رجوع کریں۔


رسالة في إثبات الاستواء والفوقية ٧٨

والحنجرة عملوا في هذا من التخبط كما عملوا فيما تقدم من الصفات.

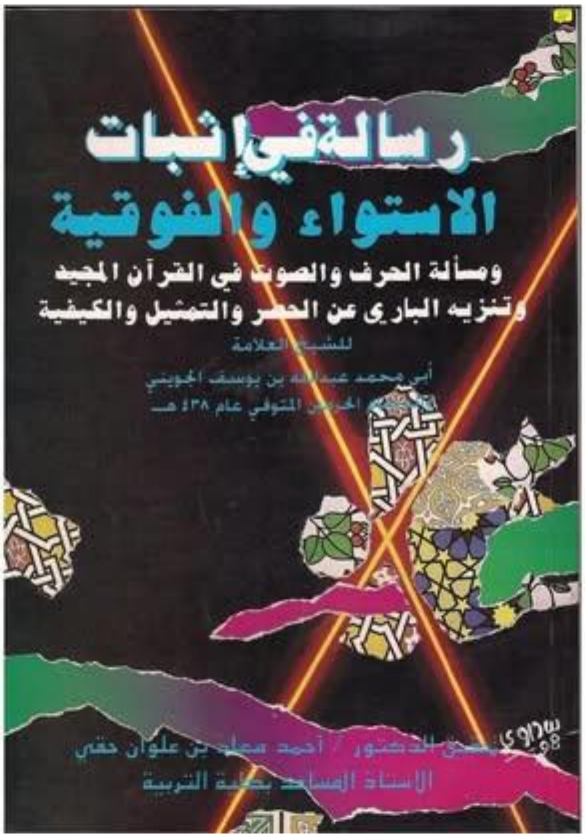
والتحقيق هو أن الله تعالى قد تكلم بالحروف كما يليق بجلاله وعظمته فإنه قادر والقادر لا يحتاج إلى جوارح، ولا إلى لهوات، وكذلك له صوت كما يليق به، يسمع ولا يفتقر ذلك الصوت المقدس إلى الحلق والحنجرة كلام الله تعالى كما يليق به، وصوته كما يليق به، ولا نفي الحرف ولا[1] الصوت عن كلامه سبحانه لافتقارهما منا إلى الجوارح واللهوات، فإنهما من جناب الحق تعالى لا يفتقران إلى ذلك، وهذا ينشرح الصدر له ويستريح الإنسان به من التعسف والتكلف بقوله هذا عبارة عن ذلك[2].

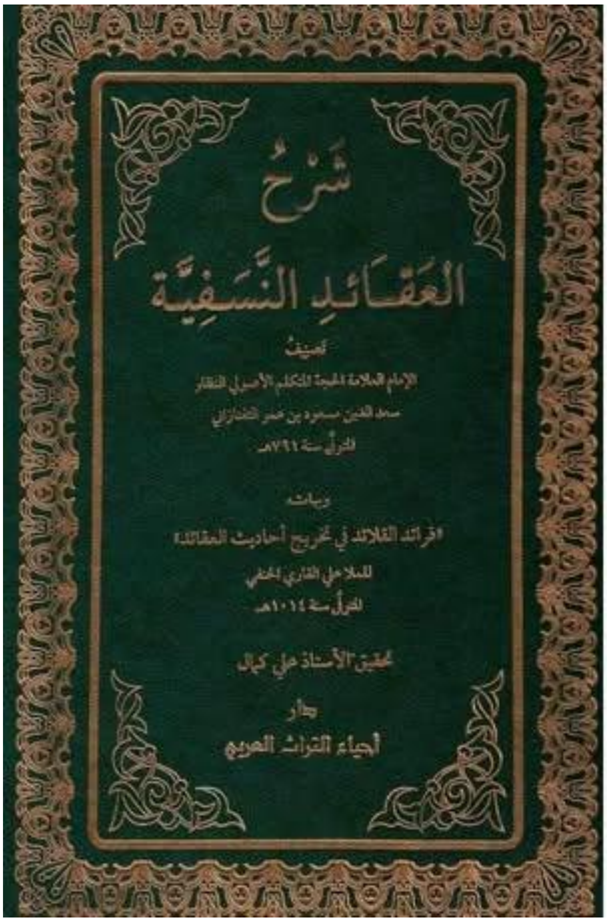
فإن قيل فهذا الذي يقرأه القارىء هو عين قراءة الله تعالى وعين تكلمه هو، قلنا: لا، بل القارىء يؤدي كلام الله تعالى، والكلام إنما ينسب إلى من قاله مبتدئاً لا إلى من قاله مؤدياً مبلغاً، ولفظ القارىء في غير/ القرآن مخلوق وفي القرآن لا يتميز اللفظ المؤدي عن الكلام المؤدي عنه، ولهذا منع السلف عن قول لفظي بالقرآن[3] مخلوق لأنه لا يتميز كما منعوا عن قول

(١) (لا) ليست في (ط).

(٢) ينتفي شبهة القائلين إن إثبات الكلام يؤدي إلى الجوارح واللهوات، إذا قلنا إن لله كلاماً يليق بذاته؛ لأن المخلوقات يُنطقها الله دون أن تحتاج إلى اللهوات، ولا إلى الصوت الصاعد من الرئة، المعتمد على مقاطع الحروف، قال تعالى: ﴿اليوم نختم على أفواههم وتكلمنا أيديهم وتشهد أرجلهم﴾. [يس: ٦٥]. وقوله تعالى: ﴿وقالوا لجلودهم لما شهدتم علينا قالوا أنطقنا الله الذي أنطق كل شيء﴾. [فصلت: ٢١]. ومن ذلك أيضاً تسبيح جميع ما في الكون حتى الجمادات ﴿وإن من شيء إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم﴾. [الإسراء: ٤٤]. وثبت في الأثر تسبيح الطعام بين يدي رسول الله ﷺ، وحنين الجذع مشهور. أقول: إذا كانت هذه المخلوقات لا تحتاج إلى ما ذكروه من شبهة فكيف يحتاج إليها الخالق ـ عز وجل ـ تعالى الله عما يقولون علواً كبيراً.

(٣) راجع (السنة) لعبدالله بن أحمد: ١/ ١٦٣ ـ ١٦٦. و(شرح أصول اعتقاد أهل السنة): =





٦٧

والقرءانُ كلامُ الله تعالى غيرُ مخلوقٍ،

فإن قيل: الأمر والنهي بلا مأمور ولا منهي سفه وعبث، والإخبار في الأزل بطريق المضي كذب محض يجب تنزيه الله تعالى عنه.

قلنا: إن لم يجعل كلامه في الأزل أمراً ونهياً وخبراً فلا إشكال، وإن جعلناه فالأمر في الأزل لإيجاب تحصيل المأمور في علم الآمر، كما إذا قدر الرجل ابناً له فأمره بأن يفعل كذا بعد الوجود.

والإخبار بالنسبة إلى الأزل لا يتصف بشيء من الأزمنة، إذ لا ماضي ولا مستقبل ولا حال بالنسبة إلى الله تعالى؛ لتنزيهه عن الزمان، كما أن علمه أزلي لا يتغير بتغير الأزمان.

ولما صرح بأزلية الكلام حاول التنبيه على أنّ القرآن أيضاً قد يطلق على هذا الكلام النفسي القديم كما يطلق على النظم المتلو الحادث، فقال: (**والقرآن كلام الله تعالى غير مخلوق**) وعقّب القرآن بـ«كلام الله» لما ذكره المشايخ من أنه يقال: «القرآن كلام الله تعالى غير مخلوق»، ولا يقال: «القرآن غير مخلوق»؛ لئلا يسبق إلى الفهم أنّ المؤلف من الأصوات والحروف قديم كما ذهب إليه الحنابلة جهلاً أو عناداً.

وأقام «غير المخلوق» مقام «غير الحادث» تنبيهاً على اتحادهما، وقصداً إلى جري الكلام على وفق الحديث، حيث قال صلى الله عليه وسلم: «**القرآن كلام الله تعالى غير مخلوق، ومن قال: إنه مخلوق فهو كافر بالله العظيم**»[1].

(١) أخرجه ابن عدي في «الكامل» من حديث أبي هريرة – رضي الله عنه –، ورواه ابن الجوزي في «الموضوعات»، ورواه الدَّيْلَمي، قال الصغاني: «هو موضوع»، وقال السخاوي: «هذا الحديث من جميع طرقه باطل»، نقله ابن الدَّيبع في «التمييز».

مسائل

الإمام أحمد بن حنبل

رواية

إسحاق بن إبراهيم بن هانئ النيسابوري

المتوفى ٢٧٥

غادرت بغداد وما فيها
أتقى ولا أفقه ولا أعلم
من: أحمد بن حنبل
الإمام الشافعي

تحقيق

زهير الشاويش

الجزء الثاني

المكتب الإسلامي

قال : يأخذ من طولها ومن تحت حلقه .

ورأيت أبا عبد الله يأخذ من عارضيه ومن تحت حلقه .

١٨٤٩ سمعت أبا عبد الله يقول : ما أزهد أصحابنا ـ يعني المحدثين ـ في الخضاب .

ثم قال : ما أدركت أحداً من أصحابنا ، إلا وهم يخضبون ، إلا سفيان ابن عيينة ، ووكيع ، ومعاذ بن معاذ .

ثم قال : كان جرير بن عبد الحميد ، وحفص بن غياث ، وأبو بكر ابن عياش ، والكوفيون ، كلهم يخضبون .

ثم قال : والبصريون كلهم ، إلا القليل .

باب السنة والرد على أهل الأهواء

١٨٥٠ سمعت أبا عبد الله يقول : من لم يؤمن بالرؤية فهو جهمي ، والجهمي كافر .

١٨٥١ وسئل عمّن يقول : لفظي بالقرآن مخلوق ، أيصلّى خلفه ؟ قال : لا يصلّى خلفه ، ولا يجالس ، ولا يكلم ، ولا يسلّم عليه .

١٨٥٢ وسمعته يقول : الجهمية قوم سوء .

١٨٥٣ وسمعت أبا عبد الله يقول : من زعم أن لفظي بالقرآن مخلوق فهو جهمي [1] .

(١) جهم بن صفوان السمرقندي ، الضال المبتدع ، هلك في زمان صغار التابعين ١٢٨ سنة ، وهو رأس ، الجهمية ، وانظر في تفصيل حالهم كتاب ، الرد على الجهمية ، تأليف الإمام عثمان بن سعيد الدارمي الشافعي ، طبع المكتب الإسلامي .

١٥٢

كتاب السنة

للإمام أبي عبد الرحمن
عبد الله بن إمام أهل السنة أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني
٢١٣ - ٢٩٠هـ

تحقيق ودراسة
الدكتور محمد بن سعيد بن سالم القحطاني
جامعة أم القرى - كلية الدعوة وأصول الدين
قسم العقيدة

المجلد الأول

دار ابن القيم

٥٢٨ ـ حدثني مهنا أبو عبد الله السلمي، سمعت يزيد بن هارون يقول ان كان ما يذكر عن بشر المريسي حقا حل سفك دمه(١).

٥٢٩ ـ حدثني مهنا أبو عبد الله السلمي قال: سألت احمد بن حنبل بعد ما أخرج من السجن بسنتين: ما تقول في القرآن؟ فقال: كلام الله غير مخلوق. وقال من روى عني غير هذا القول فهو مبطل(٢)، قلت له أن بعض من ذكر عنك أنك قلت له: هو كلام الله لا مخلوق ولا غير مخلوق ولكن هو كلام الله (فقال احمد أبطل ما قلت هذا، ولكنه هو كلام الله غير مخلوق)(٣).

١/٣٣ ٥٣٠ ـ حدثني أبو عبد الله / قال: سألت حارثاً البقال: ما تقول في القرآن؟ فقال: القرآن كلام الله عز وجل لا أقول غير هذا، فقلت له: إن أبا عبد الله احمد بن حنبل يقول: هو كلام الله غير مخلوق، فقال لي إن أبا عبد الله ثقة عدل.

سئل عما جحدته الجهمية الضلال
من كلام رب العالمين عز وجل

٥٣١ ـ حدثني أبي رحمه الله، سمعت عبد الرحمن بن مهدي يقول: من زعم أن الله عز وجل لم يكلم موسى صلوات الله عليه يستتاب فان تاب والا ضربت عنقه.

٥٣٢ ـ حدثني أبي رحمه الله، نا سريج بن النعمان، نا عبد الله بن نافع قال: كان مالك بن أنس يقول: الايمان قول وعمل، ويقول كلم الله موسى. وقال مالك: الله في السماء وعلمه في كل مكان لا يخلو منه شيء.

٥٣٣ ـ سألت أبي رحمه الله عن قوم يقولون: لما كلم الله عز وجل موسى لم يتكلم بصوت. فقال أبي: بلى إن ربك عز وجل تكلم بصوت، هذه الأحاديث نرويها كما جاءت.

(١) ذكر الدارمي عن يزيد بن هارون قوله: حرضت غير مرة أهل بغداد على قتل المريسي. انظر الرد على الجهمية (ص ١١١).
(٢) في نسخة أوردت العبارة هكذا: فهو كافر مبطل. ا. هـ وفي صحتها نظر.
(٣) من ب.

(٥٣٠) حارث البقال: لم أعثر له على ترجمة.
(٥٣١) تقدم هذا الأثر بسنده ومتنه في (٤٤).
(٥٣٢) تقدم هذا الأثر في (١١)، (٢١٣).

المملكة العربية السعودية
الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة
المجلس العلمي
مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي
٢٦

رسالة السجزي إلى أهل زبيد في الرد على من أنكر الحرف والصوت

تأليف
الشيخ الإمام الحافظ
أبي نصر عبيد الله بن سعيد بن حاتم الوائلي السجزي
(٤٤٤هـ)
تحقيق ودراسة
محمد باكريم باعبد الله

الطبعة الأولى
١٤١٣هـ

وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل في كتاب «الرد على الجهمية»(١): سألت أبي فقلت: إن قوما يزعمون أن الله لا يتكلم بصوت فقال أبي: بل إن الله سبحانه يتكلم بصوت وإنما (ينكر)(٢) هذا الجهمية، وإنما يدورون على التعطيل(٣). واحتج بحديث عبد الرحمن بن محمد المحاربي الذي سقناه(٤).

فقول خصومنا: إن أحداً لم يقل إن القرآن(٥) كلام الله حرف وصوت كذب وزور، بل السلف كلهم كانوا قائلين بذلك، وإذا أوردنا فيه المسند وقول الصحابة من غير مخالفة وقعت / بينهم في ذلك صار كالإجماع. (٣٦ ب)

ولم أجد أحداً يعتد به ولا يعرف ببدعة (من)(*) نفر من ذكر الصوت إلا البويقي(٦) إن صح عنه ذلك. فإن عند أهل مصر رسالة يزعمون أنها عنه وفيها: لا أقول إن كلام الله حرف وصوت ولا أقول إنه ليس بحرف وصوت(٧).

وهذا إن صح عنه فليس فيه أكثر من إعلامنا أنه لم يتبين هذه المسألة ولم يقف على الصواب فيها.

وأما غيره ممن نفى الحرف والصوت فمبتدع ظاهر البدعة أو مقروف بها(٨) مهجور على ما جرى منه. والله الموفق للصواب.

(١) وهو المشهور بكتاب السنة كما تقدم.
(٢) في الأصل في الهامش (واضحة في الميكروفلم وهي غير ظاهرة في المكبرة).
(٣) انظر: السنة ص ٦٢ ولفظه: قال: سألت أبي عن قوم يقولون: لما كلم الله موسى لم يتكلم بصوت. فقال أبي: بل تكلم بصوت هذه الأحاديث نرويها كما جاءت، وقال أبي: حديث ابن مسعود: «إذا تكلم الله سمع له صوت كجر السلسلة على الصفوان» قال أبي: وهذه الجهمية تنكره، قال أبي: وهؤلاء كفار يريدون أن يموهوا على الناس من زعم أن الله لم يتكلم فهو كافر إلا أنا نروي هذه الأحاديث كما جاءت.
(٤) تقدم في هذا الفصل ص ١٦٦.
(٥) في الأصل فراغ بقدر كلمة منمحت، وقد تبينها بواسطة الميكروفلم فإذا هي (القرآن).
(*) (من) مثبته في الأصل، والمعنى لا يستقيم، فلعلها زائدة، أو لعلها (عن) وهو متجه.
(٦) كذا بالأصل (البويقي) وهو تحريف وصوابه: البويطي. وهو أبو يعقوب يوسف بن يحيى المصري، صاحب الإمام الشافعي، كان من امتحن في مسألة القرآن وثبت على القول حتى مات في قيده مسجوناً بالعراق سنة ٢٣١هـ. انظر: ترجمته في سير أعلام النبلاء ١٢/٥٨-٦١.
(٧) لم أجد تخريج هذا القول عنه ولم أطلع على ذكر لرسالته تلك عند غير المصنف.
(٨) أي: متهم بها. وانظر ص ٢١٢.

✱ علم کلام اور متکلمین کی مذمت، علماء اہل سنت سے ✱

موجودہ بدعتی متکلمین کے مذہب کے پیروکار ہیں، ماتریدی اور اشعری دونوں متکلمین کے مذہب ہیں اور دونوں ہی بدعتی ہیں کیونکہ انہوں نے عقائد کے باب میں اللہ پاک کی اسماء وصفات میں علم کلام کا استعمال کیا جو کہ ناجائز و حرام ہے، دیوبندیہ بریلویہ کے مدرسوں میں پڑھائی جانے والی عقائد نسفیہ بھی ایک ماتریدی کی علم کلام پر مبنی تصنیف ہے،

ان بدعتی متکلمین کا رد ہم ایک علم کلام کے ماہر سے ہی پیش کرتے ہیں، دنیا انہیں امام غزالی رحمہ اللہ کے نام سے جانتی ہے، پہلے علم کلام کے امام تھے لیکن بعد میں اس سے رجوع کر کے سلف صالحین کا مذہب اختیار کر لیا،

❀ امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم الدین" کے سکین آپ کے سامنے ہیں، علم کلام کے نقصانات اور فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جہاں تک علمِ کلام کے نقصانات کا تعلق ہے تو اس علم کی وجہ سے شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں، یقین اور پختگی رخصت اور عقائد متزلزل ہو جاتے ہیں، یہ وہ نقصانات ہیں جن کا صدور اس علم کی ابتداء میں ہی ہو جاتا ہے، اور دلیل پا کر دوبارہ عقائد کی پختگی پالینا بھی یقینی نہیں ہوتا، نیز لوگو کی حالت بھی ایک جیسی نہیں ہوتی، لہذا اس علم کا ایک نقصان عقائد حقہ (درست عقائد) میں خلل ڈالنا ہے،

دوسری بات، اہل بدعت اپنے بدعتی عقیدوں پر جم جاتے ہیں اور بدعت ان کے سینوں میں یوں قرار پکڑ لیتی ہے کہ وہ اسی کے ہو کر رہ جاتے ہیں اور اسی پر مصر رہتے ہیں، لیکن علم کلام کی وجہ سے پیش آنے والا یہ نقصان اس تعصب کا نتیجہ ہوتا ہے جو جدل و مناظرہ سے پیدا ہوتا ہے،

یہی وجہ ہے کہ ایک عام بدعتی کو اس کی بدعقیدگی سے توبہ کرانا آسان اور جلد ممکن ہوتا ہے، ہاں اگر اس کی نشو و نما اگر جدل و تعصب زدہ علاقے میں ہو تو پھر اگلے پچھلے سارے جمع ہو جائیں اور اس کے سینے کو بدعت سے پاک کرنا چاہیں تو نہ کر پائیں،

بلکہ خواہش نفس، تعصب اور مناظرین و مخالفین کی مخالفت اس کے دل کو اپنے قبضے میں لے لیتی اور اسے قبول حق سے روک دیتی ہے،

یہاں تک کہ اس بدعتی کے لیے اگر یہ بھی ممکن ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی آنکھوں سے پردے ہٹا کر اس پر حق واضح کر دیا جائے اور اسے بتا دیا جائے کہ دوسری جانب والے ہی اہل حق ہیں، تو پھر بھی ناخوش ہی ہو گا کیونکہ اب اسے یہ ڈر رہے گا کہ اس بات سے اس کا مخالف خوش ہو جائے گا، یہ ہے فساد کی ایک قسم اور بھیانک بیماری جو متعصبین مناظرین کی وجہ سے شہروں اور لوگوں میں پھیلتی جا رہی ہے، یہ بھی علم کلام کا ایک نقصان ہے۔"

امام غزالی کا بیان بڑا مبنی بر حقیقت ہے بدعتیوں کی اس حالت کا نمونہ ہم روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں یہ اپنے عقائد میں متزلزل یقین اور پختگی سے محروم ہیں اور بدعت ان کے سینوں میں جم گئی ہے چاہے اگلے پچھلے جمع ہو جائیں بلکہ اللہ خود سارے پردے ہٹا کر ان بدعتیوں کو حق دکھا دے تو بھی ماننے والے نہیں، موجودہ دیوبندیہ کا بالکل یہی معاملہ ہے ہم نے کئی بار ان پر حجت تمام کی ہے لیکن ان کا حال وہی ہے جو امام غزالی نے متکلمین بدعتیوں کا بیان کیا ہے،

❁ آگے امام غزالی علم کلام کے فوائد بیان کر رہے ہیں جو کہ دراصل نقصان ہی ہیں، چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں:

"علم کلام کے فوائد کے بارے یہ گمان کیا جاتا ہے کہ اس کے زریعہ حقائق کی وضاحت اور ماہیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے مگر افسوس کے یہ عظیم مقصد اس سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وضاحت اور معرفت کی بجائے دیوانگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔"

یہاں امام غزالی بڑی زبردست بات لکھتے ہیں، فرماتے ہیں:

"علم کلام کی مذمت اگر کوئی محدث کرے یا کوئی بے علم شخص اس کے خلاف بولے تو وسوسہ آسکتا ہے کہ لوگ جس چیز کا علم نہیں رکھتے اس کے مخالف ہو جاتے ہیں،. تو سنیئے! یہ مذمت وہ شخص کر رہا ہے (یعنی امام غزالی اپنی جانب اشارہ کر رہے ہیں) جس نے علم کلام اور اس کے متعلقات کو خوب اچھی طرح پرکھا اور چوٹی کے ماہرین علم کلام کے درجوں تک پہنچا لیکن نتیجہ یہی معلوم ہوا کہ اس طرف سے آنے والو کے لیے حقائق کے دروازے بند ہیں۔"

امام غزالی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"اس سوال کے متکلم وہ ہوتا ہے جو عوام کے عقیدے کو بدعتیوں کے الجھاؤ سے بچاتا ہے جس طرح ایک محافظ ہوتا ہے..."

اس کے جواب میں امام غزالی فرماتے ہیں:

"جواب یہ ہے کہ جو حق کی پہچان بندوں کے زریعہ کرتا ہے وہ گمراہی کے جنگلوں میں بھٹکتا ہے، اس لیے اگر تو راہ حق کا مسافر ہے تو حق کو پہچان اہل حق کو بھی پہچان جائے گا، اور اگر تو تقلید و پیروی پر قناعت کرتا ہے، اور لوگو کے درمیان فضیلت کے مشہور درجات کو دیکھتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بلند مراتب سے بے خبر نہ رہ، صحابہ کرام کو بلند مقام و مرتبہ علم کلام اور علم فقہ کی وجہ سے نہیں بلکہ علم آخرت اور طریق آخرت پر چلنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔"

امام غزالی کا یہ بیان بھی کمال کا ہے، وہ فرماتے ہیں جو مقلد حق کی پہچان اماموں کے زریعہ کرتا ہے جو لوگو کے درمیان فضیلت والے مشہور ہیں تو وہ گمراہی کے جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا ہے، اور اگر اے مقلد تو تقلید پر ہی قناعت کرتا ہے تو ان اماموں سے بلند مرتبوں والے صحابہ کرام کو دیکھ لے ان کو بلند مقام علم کلام اور علم فقہ کی وجہ سے نہیں ملا بلکہ آخرت کے علم سے ملا ہے، تو تقلید پر ہی اگر مرنا ہے تو صحابہ کرام کی کرلے،

کمال کردیا ہے امام غزالی نے،

آگے امام غزالی رحمہ اللہ آئمہ اہل سنت سے علم کلام اور متکلمین کی مذمت نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"علم کلام کے حرام ہونے کے قائلین میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری اور متقدمین محدثین رحمہ اللہ اجمعین شامل ہیں۔"

آگے ایک ایک کا قول نقل کرتے ہیں،

امام شافعی رحمۃاللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"علم کلام کی طرف مائل ہونے والا شرک کے علاوہ ہر گناہ میں مبتلا ہونے والے سے برا ہے۔"

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک متکلمین زانی، شرابیوں، سے بھی برے ہیں،

❁ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر متکلمین کا اپنے سے زیادہ اس فن کے ماہر سے واسطہ پڑے تو وہ اس کی سن کر اپنا اعتقاد بدل دے گا، اور یوں وہ ہر روز اپنا دین بدلتا پھرے گا، کیونکہ مناظرہ و مجادلہ کرنے والو کے اقوال و آراء مختلف ہوتے ہیں۔"

امام مالک رحمہ اللہ کا بیان بڑا مبنی حقائق ہے ہمارا دیوبندیہ سے واسطہ پڑا ہے ان کے ہر مولوی کا اپنا اپنا ہی عقیدہ ہے اور جاہل عوام کو اپنے عقیدے کا ہی علم نہیں،

❁ امام ابویوسف فرماتے ہیں:

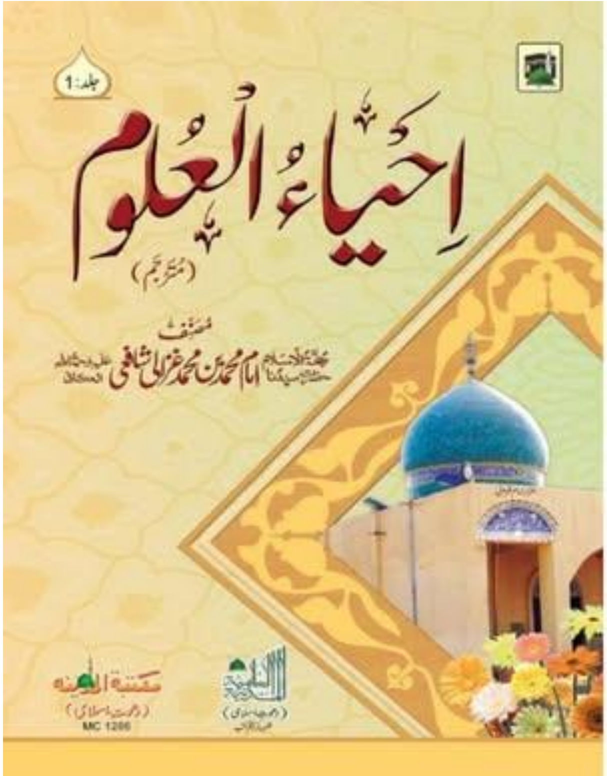
"جو علم کلام کی طلب میں مشغول ہوا گمراہ ہوا۔"

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"علم کلام سیکھنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور اچھی طرح جان لو کہ جو علم کلام کی طرف مائل ہو گا اس کے دل میں ضرور فساد چھپا ہو گا،

❁ مزید امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علماء متکلمین زندیق ہیں۔"




Go To Index

علم کلام کے متعلق مصنف کا نظریہ:

علم کلام کے نقصانات:


Go To Index

سیدنا امام احمد بن حنبل کا نظریہ:


Go To Index

علم کلام سیکھنا کیسا؟

علم کلام اور متکلمین کے بارے میں علما کی آرا

سیدنا امام شافعی کا نظریہ:

[illegible]

ایک سوال اوراس کا جواب:

[illegible]

Go To Index

[illegible]

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اقلیت کا ایک سبب:

[illegible]

Go To Index

سیدنا حارث بن عبد اللہ محاسبی علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسے بہت بڑے عابد وزاہد سے بھی صرف اس وجہ سے قطع تعلقی فرمائی کہ انہوں نے بد مذہبوں کے رد میں ایک کتاب لکھی تھی۔ کتاب دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا: "جناب! کیا آپ نے کتاب لکھتے ہوئے پہلے بد مذہبوں کی بدعات تحریر کر کے اس کا رد نہیں کیا؟ کیا آپ نے اس انداز تحریر سے عوام الناس کو بدعتوں کا مطالعہ کرنے اور پھر شکوک وشبہات میں پڑنے کا دعوت نامہ فراہم نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ دینی و اعتقادی مسائل میں اضطراب والجھاؤ کا شکار ہوں؟"

☆۔ علمائے متکلمین زندیق ہیں۔(596)

سیدنا امام مالک علیہ رحمۃ اللہ الخالق کا نظریہ:

☆۔ اگر متکلمین کا اپنے سے زیادہ اس فن کے ماہر شخص سے واسطہ پڑے تو وہ اس کی سن کر اپنا اعتقاد بدل دے گا اور یوں ہر روز وہ اپنا دین بدلتا رہے گا(597) کیونکہ مجادلہ ومناظرہ کرنے والوں کے اقوال وآرا مختلف ہوتے ہیں۔

☆۔ بد مذہبوں اور اہل ہوا (خواہشات کے پیروکار) کی گواہی نامقبول ہے۔(598)

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ رحمۃ اللہ الاول کے بعض شاگردوں نے کہا کہ "اہل ہوا سے امام صاحب کی مراد متکلمین ہیں خواہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں۔"

سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نظریہ:

☆۔ جو علم کلام کی طلب میں مشغول ہوا وہ گمراہ ہوا۔(599)

سیدنا امام حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کا نظریہ:

☆۔ نہ تو بد مذہبوں سے مناظرہ کرو نہ ان کی محفل میں بیٹھو اور نہ ہی ان کی کوئی بات سنو۔(600)

596۔ حیاۃ الحیوان، باب الھمزۃ، ج۱، ص۳۳۔

597۔ جامع بیان العلم وفضلہ، باب ما تکرہ فیہ المناظرۃ، [illegible]، ص۲۹۔

598۔ جامع بیان العلم وفضلہ، باب ما تکرہ فیہ المناظرۃ، [illegible]، ص۲۹۔

599۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، الباب السادس والعشرون، ج۱، ص۱۱۱ ملخصاً۔

600۔ جامع بیان العلم وفضلہ، باب ما تکرہ فیہ المناظرۃ، [illegible]، ص۲۹۔

❋ متکلمین کارد و اُبطال ❋

متکلمین وہ لوگ ہیں جو اللہ پاک کے اسماء و صفات میں تاویلیں کرتے رہے ہیں، اللہ پاک نے جو اپنے لیے صفات کا اثبات کیا اس کا انکار کر کے اپنی عقل سے صفات باری تعالی کے معنی تراش لیے، مثلاً اللہ کی صفت "ید" کا معنی تاویل کر کے قدرت و نعمت سے کیا، نزول کا معنی "رحمت" سے کیا وغیرہ وغیرہ، علماء اہل سنت نے ایسے بدعتیوں کی مذمت اور رد کیا ہے،

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب "فتح الباری شرح صحیح بخاری" کا سکین آپ کے سامنے ہے،

❁ امام ابو مظفر السمعانی متوفی 489ھ کا بیان آیت

يا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ -

کی شرح میں نقل کرتے ہیں،

"ابو مظفر سمعانی نے اس باب کی آیات واحادیث سے مذہب متکلمین کے فاسد ہونے پر استدلال کیا ہے، چنانچہ متکلمین اشیاء کو جسم، جوہر اور عرض کی طرف تقسیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک جسم سے مراد ہر وہ چیز جو مختلف اجزاء سے مل کر بنے اور جوہر وہ چیز ہے جو عرض کو اٹھاتا ہے۔ اور عرض وہ چیز ہے جو اپنی ذات پر قائم نہیں ہو سکتی (بلکہ قائم ہونے کیلئے جوہر کی محتاج ہوتی ہے)۔"

اسکے بعد انہوں نے روح کو عرض قرار دیا ہے، اور نتیجۃً ان تمام احادیث کو رد کر دیا ہے جن میں روح کے جسم سے قبل پیدا ہونے کا ذکر ہے، نیز ان احادیث کو بھی جن میں عقل کا مخلوقات سے قبل پیدا ہونا مذکور ہے۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے سارا اعتماد اپنے ظن و تخمین پر اور اپنے افکار و نظریات کے نتائج پر کیا۔۔۔

اب وہ نصوصِ شرعی اپنے خود ساختہ نظریات پر پیش کرتے ہیں، جو نصِ شرعی ان نظریات کے موافق ہو اسے قبول کر لیتے ہیں اور جو مخالف ہو اسے رد کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تبلیغِ دین کے مشن پر مامور کیا ہے، اور سب سے مؤکد و محکم چیز جسے پہنچادینے کا حکم ہے وہ عقیدہ توحید ہے، بلکہ توحید تو اصلِ دین اور اساسِ دین ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے امورِ دین کے تمام اصول، قواعد اور شرائع ایک نکتہ چھپائے بغیر بیان فرمادیئے۔ پورے دین میں یہ آپ کو کہیں نہیں ملے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے متکلمین کے نظریات یعنی جوہر عرض سے استدلال کی دعوت دی ہو، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ سے اس بارہ میں ایک حرف بھی ثابت نہیں۔۔۔

جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ متکلمین ایک ایسی راہ پر چل نکلے ہیں کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام کی راہ سے یکسر مخالف ہے، اور اس مخالف راہ پر چلنے کیلئے انہوں نے جن اول و قواعد کا سہارا لیا ہے وہ بالکل نئے اور انکے اپنے اختراع کردہ ہیں۔ اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اپنی اس باطل راہ پر چل نکلنے کے بعد انہوں نے سلف صالحین کو اپنی قدح و طعن کا نشانہ بنالیا، انہیں قلتِ علم و معرفت کا الزام دیا اور ان کے طریق کو مشتبہ قرار دے دیا۔

ہم تمام لوگوں کو متکلمین کے کلام و مقالات سے بچنے اور دور رہنے کی نصیحت کرتے ہیں ان کی تمام گفتگو کا مبنیٰ ریت کی دیوار کے سوا کچھ بھی نہیں، جبکہ انکے مقالات آپس میں ہی متضادات و متناقض ہیں، ان کے کسی گروہ کا کوئی کلام آپ سنیں تو معاً کوئی دوسرا گروہ اس کی مخالفت کرتا ہوا دکھائی دے گا، تو ان کے سارے مذہب کی حقیقت یہی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مقابل، معارض اور مخاصم ہیں۔

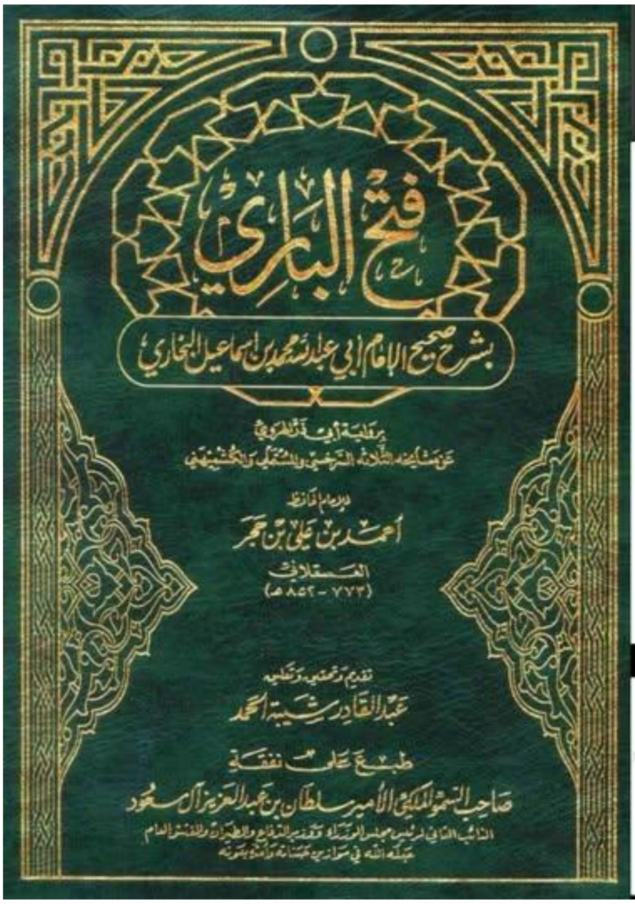
ان کے مذہب کے قبیح اور فاسد ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر ہم ان کی راہ پر چلتے ہوئے عامۃ الناس کو ان کا مذہب اختیار کرنے کی دعوت دینگے، تو شاید ان سب کا کافر ہونا لازم آجائے، کیونکہ عامۃ الناس تو سیدھی سادھی اتباع کو پہنچانتے ہیں، اور متکلمین کا راستہ اور اسلوب اتنا گنجلگ ہے کہ عامۃ الناس اسے سمجھ ہی نہیں سکتے، صاحبِ نظر ہونا تو بہت دور کی بات ہے، عامۃ الناس کی اختیارِ توحید کی حد اور غایت اسی قدر ہے کہ انہوں نے عقائد دین میں ائمہ سلف کو جس راہ پر چلتے ہوئے پایا اس کو سینے سے چمٹا لیا اور دانتوں تلے دبالیا،

بڑی سادہ دلی کے ساتھ عبادات واذکار کی مسلسل آدائیگی میں مصروف ہیں اور ان کا منہج شکوک وشبہات سے قطعی پاک ہے، وہ اپنے معتقدات سے دستبردار ہونے کیلئے قطعاً تیار نہیں خواہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

انہیں یقین کی پختگی اور عقیدہ کی سلامتی مبارک ہو، یہ لوگ سوادِ اعظم اور جمہورِ امت ہیں، اگر انہیں کافر قرار دیا جائے تو پھر اسلام کی بساط کے سمیٹ دیئے جانے اور اس کی بنیادوں کو ڈھادینے کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں بچے گا۔"

امام سمعانی کے بیان کا مطلب یہ ہے کہ متکلمین بدعتی ہیں اور ان کی بدعتی اصطلاحات عام بندے کی سمجھ سے باہر ہیں اور عامتہ الناس ہی سواد اعظم ہیں، اگر وہ متکلمین کے مذہب کی پیروی کریں گے تو کافر ہو جائیں گے، انہیں بس سلف صالحین کا مذہب درکار ہے، جو کہ صفات باری تعالی کے معاملے میں ظاہر پر مبنی ہے، جو اس لونڈی کی طرح جس کا حدیث میں ذکر ہے سیدھی سادھی بات جانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے عام لوگ جو سواد اعظم اور جمہور امت ہیں ان کا یہی عقیدہ ہے۔

ہم تمام لوگو کو متکلمین سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں۔





الحديث الرابع : حديث « عبد الله » هو ابن مسعود « أي الذنب أكبر » تقدم قريباً في باب قوله تعالى ﴿ فلا تجعلوا لله أنداداً ﴾ وزاد في آخره هنا فأنزل الله تصديقها ﴿ والذين لا يدعون مع الله إلهاً آخر ﴾ إلى آخر الآية ومناسبته للترجمة أن التبليغ على نوعين : أحدهما : وهو الأصل أن يبلغه بعينه وهو خاص بما يتعبد بتلاوته وهو القرآن ، وثانيهما : أن يبلغ ما يستنبط من أصول ما تقدم إنزاله فينزل عليه موافقته فيما استنبطه إما بنصه وإما بما يدل على موافقته بطريق الأولى كهذه الآية فإنها اشتملت على الوعيد الشديد في حق من أشرك وهي مطابقة للنص ، وفي حق من قتل النفس بغير حق وهي مطابقة للحديث بطريق الأولى ، لأن القتل بغير حق وإن كان عظيماً لكن قتل الولد أشد قبحاً من قتل من ليس بولد ، وكذا القول في الزناة فإن الزنا بحليلة الجار أعظم قبحاً من مطلق الزنا ، ويحتمل أن يكون إنزال هذه الآية سابقاً على إخباره صلى الله عليه وسلم بما أخبر به لكن لم يسمعها الصحابي إلا بعد ذلك ، ويحتمل أن يكون كل من الأمور الثلاثة نزل تعظيم الإثم فيه سابقاً ولكن اختصت هذه الآية بمجموع الثلاثة في سياق واحد مع الاقتصار عليها فيكون المراد بالتصديق الموافقة في الاقتصار عليها ، فعلى هذا فمطابقة الحديث للترجمة ظاهرة جداً والله أعلم ، واستدل أبو المظفر بن السمعاني بآيات الباب وأحاديثه على فساد طريقة المتكلمين في تقسيم الأشياء إلى جسم وجوهر وعرض ، قالوا : فالجسم ما اجتمع من الافتراق ، والجوهر : ما حمل العرض ، والعرض : ما لا يقوم بنفسه ، وجعلوا الروح من الأعراض ، وردوا الأخبار في خلق الروح قبل الجسد والعقل قبل الخلق ، واعتمدوا على حدسهم وما يؤدي إليه نظرهم ثم يعرضون عليه النصوص فما وافقه قبلوه وما خالفه ردوه ، ثم ساق هذه الآيات ونظائرها من الأمر بالتبليغ ، قال وكان مما أمر بتبليغه التوحيد بل هو أصل ما أمر به فلم يترك شيئاً من أمور الدين أصوله وقواعده وشرائعه إلا بلغه ثم لم يدع إلى الاستدلال بما تمسكوا به من الجوهر والعرض ، ولا يوجد عنه ولا عن أحد من أصحابه من ذلك حرف واحد فما فوقه ، فعرف بذلك أنهم ذهبوا خلاف مذهبهم وسلكوا غير سبيلهم بطريق محدث مخترع لم يكن عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا أصحابه رضي الله عنهم ، ويلزم من سلوكه العود على السلف بالطعن والقدح ونسبتهم إلى قلة المعرفة واشتباه الطرق فالحذر من الاشتغال بكلامهم والاكتراث بمقالاتهم فإنها سريعة التهافت كثيرة التناقض ، وما من كلام تسمعه لفرقة منهم إلا وتجد لخصومهم عليه كلاماً يوازنه أو يقاربه ، فكل بكل مقابل وبعض ببعض معارض وحسبك من قبيح ما يلزم من طريقتهم أنا إذا جرينا على ما قالوه وألزمنا الناس بما ذكروه لزم من ذلك تكفير العوام جميعاً لأنهم لا يعرفون إلا الاتباع المجرد ولو عرض عليهم هذا الطريق ما فهمه أكثرهم فضلاً عن أن يصير منهم صاحب نظر ، وإنما غاية توحيدهم التزام ما وجدوا عليه أئمتهم في عقائد الدين والعض عليها بالنواجذ والمواظبة على وظائف العبادات وملازمة الأذكار بقلوب سليمة طاهرة عن الشبه والشكوك فتراهم لا يحيدون عما

الحديث ٧٥٣٣ — ٥١٧

اعتقدوه ولو قطعوا إرباً إرباً ، فهنيئاً لهم هذا اليقين وطوبى لهم هذه السلامة فإذا كفر هؤلاء وهم السواد الأعظم وجمهور الأمة فما هذا إلا طي بساط الإسلام وهدم منار الدين والله المستعان

باب ﴿ قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ﴾

وقول النبي صلى الله عليه : «أعطي أهل التوراة التوراة فعملوا بها ، وأعطي أهل الإنجيل الإنجيل فعملوا

✱ عقل پرست، بدعتی فرقے اور اہل سنت ✱

علامہ سید سلیمان ندوی کا رسالہ "اہل سنت والجماعت" آپ کے سامنے ہے، اس میں انہوں نے عقل پرست بدعتی فرقوں معتزلہ، اشعریہ، ماتریدیہ کی خبر لی ہے اور انہیں اہل سنت سے تقریباً خارج قرار دیا ہے،

❁ علامہ صاحب فرماتے ہیں:

"ان تصریحات سے واضح ہو گا کہ تارکین سنت اور متاخرین اہل سنت جنہوں نے معتزلہ اور دیگر عقل پرست فرقوں سے مرعوب ہو کر قدمائے اہل سنت کے اصول میں ترمیم کی اور اپنے مذہب کے قواعد عقلی بنانے کی کوشش کی، نتیجہ کی رو سے ان دونوں میں بہت ہی کم فرق ہے،

اور درحقیقت ان متاخرین کے اقوال کو سلف صالحین اور اہل سنت کے عقائد اور خیالات سے کوئی واسطہ نہیں ہے، اور اگر ہے تو صرف اسی قدر جس قدر وہ کتاب وسنت سے قریب ہیں،

جب ایک مسئلہ کے متعلق شریعت نے کچھ نہیں بتایا اور نہ اس کا جاننا اور اس کی اپنی عقل سے تفصیل کرنی مدار ایمان بتایا، اور نہ کسی حیثیت سے داعی اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے مومنین سے اس پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا، اس کے متعلق تمہارا نفیا یا اثباتا کوئی بھی پہلو اختیار کرنا اور اس کو اسلام کا مبنی قرار دینا کیا حقیقت رسی ہے؟ کیا اس بارے میں تمہارا فعل دوسرے فرقوں کے فعل کے مقابلہ میں کچھ زیادہ مستحسن ہو گا؟

اگر ان گرہوں کو کھولنے کے لیے تمہاری عقل رہبر بن سکتی ہے تو تم آگے بھی بڑھ سکتے ہو اور نعوذ باللہ پیغمبروں کی آمد وبعثت سے مستغنی بھی بنا سکتے ہو۔"

علامہ سید سلیمان ندوی صراحت فرما رہے ہیں کہ متاخرین اہل سنت بدعتیوں کے پیروکار ہیں ان میں اور معتزلہ جیسے عقل پرست فرقوں میں کم ہی فرق ہے، اور ان کا سلف صالحین کے عقائد ونظریات سے کوئی واسطہ نہیں،

ان متاخرین نے عقل پرستی میں وہ کام کیے ہیں جس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایمان لانے کا کسی مومن کو نہیں فرمایا، اللہ کی صفات میں نفیا یا اثباتا کوئی بھی پہلو اختیار کرنا شریعت سازی ہے، مثلاً اللہ نہ جسم ہے، نہ جوہر

ہے، نہ عرض ہے، نہ جہت میں ہے نہ مکاں میں ہے، یہ نفیا پہلو اختیار کرنا جو کہ شریعت نے نہیں بتائے شریعت سازی ہے، اگر تم عقل پرست یہ کام کر سکتے ہو تو آگے بڑھ کر تم لوگ رسولوں کو بعثت سے مستغنی بھی قرار دے سکتے ہو کیونکہ تمہاری عقل ہی رہبر ہے تمہاری تمہیں رسولوں کی کیا ضرورت ہے

❁ دوسری جگہ علامہ سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"حنابلہ سب سے زیادہ اہل سنت ہونے کے مدعی ہیں، اور اشاعرہ کو اسی طرح گمراہ سمجھتے ہیں جس طرح اشاعرہ معتزلہ کو، چنانچہ بغداد میں حنابلہ اور اشاعرہ کی معرکہ آرائیاں بدر و حنین کے جوش جہاد کو زندہ کرتی تھیں، اعاذنا اللہ

ماتریدیہ اپنی تصنیفات میں مثلاً عقیدہ بزدوی اور تمہید ابو شکور سالمی وغیرہ میں اپنے کو اشاعرہ کے مقابلے میں تنہا اہل سنت کہتے ہیں، یہی حال اشاعرہ کا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اگر تصریحات سلف سے ان متاخرین کے خیالات کو ملایا جائے تو معلوم ہو جائے

کہ یاراں دیگرے رامی پرستند

ظاہریہ اور حنابلہ کا یہ کہنا کہ خدا آسمان میں ہے اور تخت پر بیٹھا ہے اور جہمیہ اور معتزلہ کا جن کے اشاعرہ اور ماتریدیہ مدعیان سنت بھی ہم نوا ہیں، یہ کہنا کہ خدا کسی مکاں میں متمکن نہیں ہے، اور تعین جہت سے پاک ہے، شریعت کی حدود سے متجاوز ہونے میں دونوں برابر ہیں،

معتزلہ کے ساتھ اشاعرہ اور ماتریدیہ کا یہ اعتقاد کہ وہ نہ جسم ہے نہ جوہر ہے نہ عرض ہے نہ متشکل ہے نہ متصور ہے، کتاب وسنت کی دلالت نص سے دونوں خالی ہیں۔"

❁ تیسرے مقام پر سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو مسلمان غلام آزاد کرنا تھا وہ کوئی احمق حبشیہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائے، اور دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ رسول پاک نے اس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھادی، رسول پاک نے ان صاحب سے فرمایا، لے جاؤ یہ مسلمان ہے،

اللہ اکبر! اسلام کی حقیقت پر کتنے پردے پڑ گئے ہیں، رسول پاک اسلام کے لیے صرف آسمان کی طرف انگلی اٹھا دینا کافی سمجھتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک کوئی مسلمان، مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک نسفی کے تمام بندھے ہوئے عقائد پر حرفا حرفا آمنت نہ کہا جائے۔"

وضاحت:

نسفی ایک عقل پرست ماتریدی بدعتی تھا جس نے عقل سے بدعتیوں کے لیے عقائد تراشے، اس کے عقائد کی کتاب موجودہ بدعتیوں دیوبندیہ بریلویہ کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور اسی کتاب میں موجود عقیدوں پر دیوبندیہ بریلویہ کا ایمان ہے

❁ استواء کے بارے میں سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی آسمان پر ہے اور ہر جگہ ہے، قرآن مجید میں یہ دونوں باتیں مذکور ہیں، یہ بھی ہے جدھر منہ پھیر ادھر ہی خدا ہے،

یہ بھی مذکور ہے الرحمٰن علی العرش استوی، خدا تخت پر برابر ہوا

بعض آئمہ (اہل سنت) ان آیتوں کے معنی یہ لیتے ہیں کہ خدا وجودا (بذاتہ) آسمان پر ہے اور اپنے علم کے لحاظ سے وہ ہر جگہ ہے، جہمیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا اپنے وجود کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے،

امام مالک سے کسی نے الرحمٰن علی العرش استوی کے معنی دریافت کیے، انہوں نے سر کو جھکا لیا، پھر فرمایا:

استواء کے معنی معلوم ہیں، اس کی کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی نسبت بحث و سوال کرنا بدعت ہے،

در حقیقت امام مالک نے ان چند فقروں میں قدمائے اہل السنہ کے اصول کلیہ کی تعلیم فرمادی ہے۔"

جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ دار المصنفین

(۱۴۸)

رسالۂ اہل السنۃ والجماعۃ

یعنی

ان مضامین کا مجموعہ جو اہل السنۃ والجماعت کی لغوی و معنوی تشریح، تاریخی بیان، مذہب کے اصول و دلائل کی تحقیق اور معقول و منقول کے اصول تطبیق پر معارف اعظم گڈھ میں لکھے گئے،

از

مولانا سید سلیمان ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ میں طبع گردید

طبع دوم　　　سنہ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲　　　کتب لیڈ قبال

خالق کہیں گے، بخلوق، یہ بالکل صحیح جواب تھا کہ اصل شریعت کی رو سے اس کو مخلوق کہنا جس طرح شر ہے، غیر مخلوق کہنا اس سے کم نہیں،

ان تصریحات سے واضح ہوگا کہ تارکین سنت اور متاخرین اہل سنت جنھوں نے معتزلہ اور دیگر عقل پرست فرقوں سے مرعوب ہو کر، قدمائے اہل سنت کے اصول میں ترمیم کی، اور اپنے نظریہ کو قواعد عقلی کے مطابق بنانے کی کوشش کی، نتیجہ کی رو سے ان دونوں میں بہت ہی کم فرق ہے، اور درحقیقت ان متاخرین کے اقوال کو سلف صالح اور اہل سنت کے عقاید اور خیالات سے کوئی واسطہ نہیں ہے، اور اگر ہے تو صرف اسی قدر جس قدر وہ کتاب و سنت سے قریب ہیں،

جب ایک مسئلہ کے متعلق شریعت نے کچھ نہیں بتایا، اور نہ اس کا جاننا اور اس کی اپنی عقلی تفصیل کرنی مدار ایمان بتایا، اور نہ کسی حیثیت سے داعی اسلام نے اپنے مومنین سے اس پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا، اس کے متعلق تمھارا نفیاً یا اثباتاً کوئی بھی پہلو اختیار کرنا اور اس کو اسلام کا جنتی قرار دینا کیا حقیقت رکھتا ہے، کیا اس بارہ میں تمھارا عمل دوسرے فرقوں کے عمل کے مقابلہ میں کچھ زیادہ مستحسن ہوگا، اگر ان گرہوں کے کھولنے کے لئے تمھاری عقل رہبر بن سکتی ہے، تو تم آگے بھی بڑھ سکتے ہو، اور نعوذ باللہ پیغمبروں کی آمد و بعثت سے مستغنی بھی بنا سکتے ہو،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر تقریباً ایک لاکھ نفوس قدسیہ نے ایمان و اسلام کی بیعت کی، لیکن کیا تم کو وہ وفات معلوم ہیں، جن پر ان کو ایمان اور اسلام کی بنا تھی، کیا تمھارے پیدا کردہ سیکڑوں عقائد کلامی میں سے ایک بھی ان کے سامنے پیش کیا گیا، اگر نہیں تو اپنے خود ساختہ اصول کی حیثیت سے نعوذ باللہ تم ان کو کیا کہو گے، ان کا ایمان صرف یہ تھا جس کو سورۂ بقرہ کے اول و آخر میں بیان کیا گیا ہے،

آمن الرسول بما انزل الیہ　　　پیغمبر جو کچھ اس پر اس کے خدا کی طرف سے

جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ دار المصنفین

(۱۴۸)

رسالۂ اہل السنّت والجماعت

یعنے

ان مضامین کا مجموعہ جو اہل السنت والجماعت کی لغوی و معنوی تشریح، تاریخی بیانات، مذہب کے اصول و دلائل کی تحقیق اور معقول و منقول کے اصول تطبیق پر معارف اعظم گڈھ میں لکھے گئے،

از

مولانا سید سلیمان ندوی

در مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ طبع گردید

طبع دوم — ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ — کتبۂ اقبال احمد

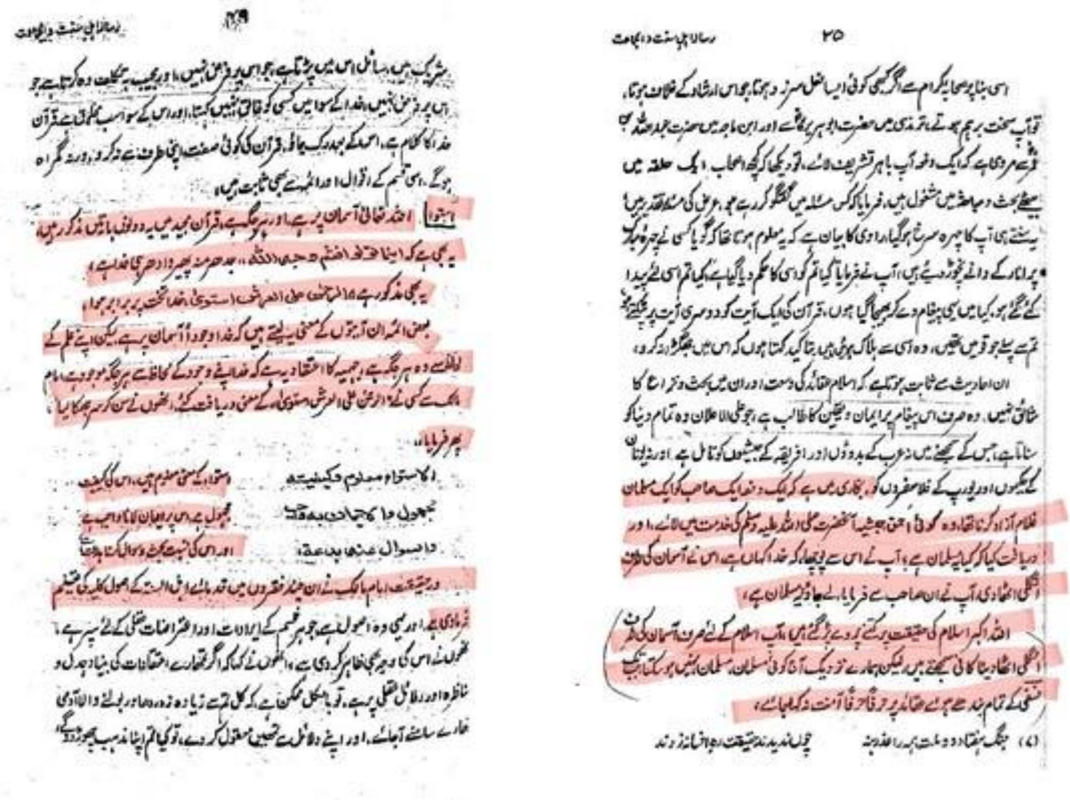
کرنے کے بجائے ان کی نسبت دیگر فرقوں کی طرح ادعائی پہلو اختیار کیا اور بہت سے فلسفیانہ مسائل کو جن کو شریعت سے اصلاً تعلق نہ تھا، ان کو داخلِ عقائد کر دیا،

حنابلہ سب سے زیادہ اہل السنۃ ہونے کے مدعی ہیں، اور اشاعرہ کو اسی طرح وہ گمراہ جانتے ہیں، جس طرح اشاعرہ معتزلہ کو، چنانچہ بغداد میں حنابلہ اور اشاعرہ کی معرکہ آرائیاں مدتوں تک جوشِ جہاد کو زندہ کرتی تھیں، اعاذنا اللہ،

ماتریدیہ اپنی تصنیفات میں مثلاً عقیدہ بزدوی، اور تمہید ابو سالم وغیرہ میں اپنے کو اشاعرہ کے مقابلہ میں تنہا اہل السنۃ کہتے ہیں، یہی حال اشاعرہ کا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اگر تصریحاتِ سلف سے ان متاخرین کے خیالات کو ملایا جائے تو معلوم ہو جائے،

کہ یاراں دیگرے رامی پرستند

ظاہریہ اور حنابلہ کا یہ کہنا کہ خدا آسمان پر ہے، اور تخت پر بیٹھا ہے، اور جہمیہ اور معتزلہ کا جن کے اشاعرہ اور ماتریدیہ وغیرہ مدعیانِ سنت بھی ہم نوا ہیں، یہ کہنا کہ خدا کسی مکان میں متمکن نہیں ہے، اور تعیین جہت سے پاک ہے، شریعت کے حدود سے متجاوز ہونے میں دونوں برابر ہیں، مجسمہ کا یہ قول کہ خدا کے جسم ہے، اس کے ہاتھ پاؤں اور منہ ہے، اور معتزلہ کے ساتھ اشاعرہ و ماتریدیہ کا یہ اعتقاد کہ وہ نہ جسم ہے، نہ جوہر ہے نہ عرض ہے، نہ متشکل ہے، نہ متصور ہے، کتاب و سنت کی دلالتِ نص سے دونوں خالی ہیں، کرامیہ کا تمام صفات کو حادث کہنا اور معتزلہ کا یہ اعتقاد کہ کلام الٰہی حادث ہے، سرمایۂ بدعقیدگی اور مخزن صد گونہ کفر سمجھا جاتا ہے، لیکن اشاعرہ اگر صفاتِ اضافی مثلاً صفت خلاقی و رزاقی کو ازلی اور قدیم نہ کہیں، تو کیوں ان کو بھی برا نہ کہا جائے کہ شریعت جس طرح اول و ثانی سے خاموش ہے، ثالث کی بھی اس نے تصریح نہیں کی ہے، اسی طریقہ سے معتزلہ کا یہ قول کہ صفات عین ذاتِ خدا ہیں،



رسالہ اہل سنت والجماعت — ۲۵

اسی بنا پر صحابہ کرام سے اگر کبھی کوئی ایسا فعل سرزد ہوتا جو اس ارشاد کے خلاف ہوتا، تو آپ سخت برہم ہوتے، ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آپ باہر تشریف لائے، تو دیکھا کہ کچھ اصحاب ایک حلقہ میں بیٹھے بحث و مباحثہ میں مشغول ہیں، فرمایا کہ کس مسئلہ میں گفتگو کر رہے ہو، عرض کی مسئلہ تقدیر میں، یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، راوی کا بیان ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی نے چہرۂ مبارک پر انار کے دانے نچوڑ دیئے ہیں، آپ نے فرمایا کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے، کیا تم اسی لئے پیدا کئے گئے ہو، کیا میں یہی پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں، قرآن کی ایک آیت کو دوسری آیت پر ٹکرانے سے تم سے پہلے جو قومیں تھیں، وہ اسی سے ہلاک ہوئی ہیں، بتاکید کہتا ہوں کہ اس میں جھگڑا نہ کرو،

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام عقائد کی وسعت اور ان میں بحث و نزاع کا مشتاق نہیں، وہ صرف اس پیغام پر ایمان و یقین کا طالب ہے، جو علی الاعلان وہ تمام دنیا کو سناتا ہے، جس کے سمجھنے میں نہ عرب کے بدوؤں اور افریقہ کے حبشیوں کو تامل ہے، اور نہ یونان کے حکیموں اور یورپ کے فلاسفروں کو، بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا تھا، وہ کوئی احمق حبشیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، اور دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے، آپ نے اس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے، اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دی، آپ نے ان صاحب سے فرمایا، لے جاؤ یہ مسلمان ہے،

اللہ اکبر اسلام کی حقیقت پر کتنے پردے پڑ گئے ہیں، آپ اسلام کے لئے صرف آسمان کی طرف انگلی اٹھا دینا کافی سمجھتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک آج کوئی مسلمان، مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام ہندسے ہمارے عقائد پر حرفاً حرفاً آمنت نہ کہا جائے،

(۷) جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ — چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

رسالہ اہل سنت والجماعت — ۲۶

شریک ہیں، مسائل اس میں پڑتا ہے جو اس پر فرض تھا نہیں، اور عجیب بے تکلف دعا کرتا ہے جو اس پر فرض نہیں، خدا کے سوا میں کسی کو قائل نہیں کہتا، اور اس کے سوا سب مخلوق ہے، قرآن خدا کا کلام ہے، اسے کہ بعد رک جاؤ، قرآن کی کوئی صفت اپنی طرف سے ذکر نہ کرو، ورنہ گمراہ ہو گے، اسی قسم کے اقوال اور ائمہ سے بھی ثابت ہیں،

استوا — اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اور ہر جگہ ہے، قرآن مجید میں یہ دونوں باتیں مذکور ہیں، یہ بھی ہے کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ، جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا ہے، یہ بھی مذکور ہے الرحمن علی العرش استویٰ، خدا تخت پر برابر ہوا، بعض ائمہ ان آیتوں کے معنی یہ لیتے ہیں کہ خدا وجوداً آسمان پر ہے، لیکن اپنے علم کے لحاظ سے وہ ہر جگہ ہے، جہمیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا اپنے وجود کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے، امام مالک سے کسی نے الرحمن علی العرش استویٰ کے معنی دریافت کئے، انھوں نے سن کر سر جھکا لیا، پھر فرمایا،

الاستواء معلوم والکیفیۃ — استواء کے معنی معلوم ہیں، اس کی کیفیت
مجھول والایمان بہ واجب — مجہول ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے
والسوال عنہ بدعۃ — اور اس کی نسبت بحث و سوال کرنا بدعت ہے

درحقیقت امام مالک نے ان چند فقروں میں تمام اہل سنت کے اصول کلیہ کی تعلیم فرما دی ہے، اور یہی وہ اصول ہے جو ہر قسم کے ایرادات اور اعتراضات عقلی کے لئے سپر ہے، لوگوں نے اس کی وجہ بھی ظاہر کر دی ہے، انھوں نے کہا کہ اگر تمہارے اعتقادات کی بنیاد جدل و مناظرہ اور دلائل عقلی پر ہے، تو بالکل ممکن ہے کہ کل تم سے زیادہ زور دار بولنے والا آدمی تمہارے سامنے آ جائے، اور اپنے دلائل سے تمہیں معقول کر دے، تو کیا تم اپنا مذہب چھوڑ دو گے،

✱ قدیم جہمیہ اور عصرِ حاضر کے جہمیہ ✱

جہمیہ قدیم فرقہ ہے جن کے باطل اور گمراہ کن عقائد کا رد سلف صالحین نے کیا یہاں تک کہ ان کو کفریہ عقائد قرار دیا اسلاف امت نے، انہی جہمیہ کے عقائد پر دیوبندیہ نے اپنے عقائد کی بنیاد رکھی اور اس طرح یہ عصر حاضر کے جہمی کہلائے،

جہمیہ کے وہ چند عقائد جو دیوبندیہ کے بھی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

❁ "امام حماد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جہمیہ اسی چکر میں پڑے ہیں کہ آسمانوں کے اوپر کوئی معبود نہیں۔"

یہی حال دیوبندیہ کا ہے ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ آسمانوں پر کوئی معبود نہیں،

❁ امام بخاری رحمہ اللہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"ہم اپنے رب کو ساتوں آسمانوں کے اوپر پہچانتے ہیں کہ وہ عرش پر مستوی ہے، اس سے اس کی مخلوق الگ ہے اور ہم جہمیہ کی طرح نہیں کہتے کہ وہ یہاں ہے اور انہوں نے زمین کی طرف اشارہ کیا"

یہی جہمیہ کا عقیدہ دیوبندیہ کا بھی ہے کہ اللہ زمین پر ہے،

❁ ابراہیم بن اشعث کہتے ہیں کہ میں نے امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے فرماتے ہوئے سنا:

"جب تم کو جہمی کہے کہ ہم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ اللہ رب العزت اترتے ہیں، تو اس کو کہہ کہ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔"

یہی جہمیہ کا عقیدہ دیوبندیہ کا بھی ہے کہ وہ اللہ کے آسمان دنیا پر نزول کے منکر ہیں،

❁ امام صابونی رحمہ اللہ، اللہ کے دو ہاتھوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کہ اہل سنت اس صفت کا اثبات کرتے ہیں، اور وہ معتزلہ اور جہمیہ کی طرح اللہ کی کلام میں تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ نہیں کہتے اللہ تعالی کے دونوں ہاتھوں سے مراد دو نعمتیں یا دو قوتیں ہیں۔"

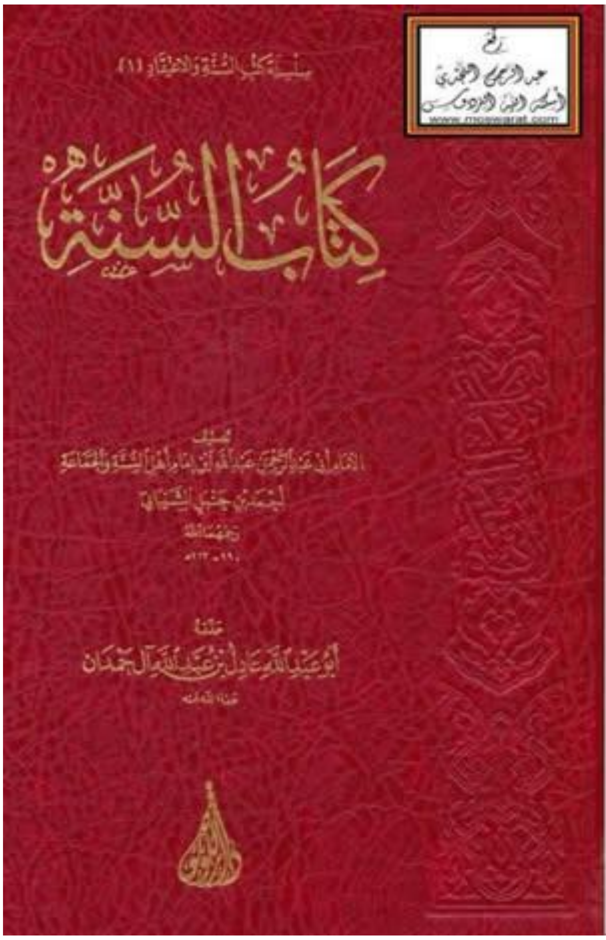
یہی عقیدہ دیوبندیہ کا ہے کہ اللہ کے ہاتھ سے مراد نعمت یا قدرت ہے، دیوبندیہ کے عقائد کی کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ کے ہاتھ سے مراد نعمت یا قدرت ہے تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔

❀ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں لکھا ہے کہ:

"جہمیہ کی بارہ شاخیں ہیں، تیسری شاخ ملتزمہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔"

یہی عقیدہ موجودہ جہمیہ دیوبندیہ کا بھی ہے۔

تو یہ تھے قدیم جہمیہ اور عصر حاضر کے جہمیہ اور ان کے چند عقائد، اب یہ آپ پر ہے کہ آپ نے اہل سنت واہل حدیث کے عقائد اختیار کرنے ہیں یا بدعتیوں کے اختیار کرکے گمراہی کی دلدل میں گرنا ہے۔



٤٠ ـ حدثنا محمد بن إسحاق الصاغاني، ثنا يحيى بن أيوب، ثنا السويدي، سمعتُ وكيعًا يقول: مَن قال: القرآنُ مخلوقٌ؛ فقد كفر[١].

حماد بن زيد، ومُعتمر بن سليمان [رحمهما الله]

٤١ ـ حدثنا أحمد بن إبراهيم الدَّورقي، وعليُّ بن مسلم الطُّوسي، قالا: حدثنا سليمان بن حرب، قال: سمعت حماد بن زيد ـ وذكر هؤلاء الجهمية ـ قال: إنما يُحاولون أن يقولوا: ليس في السماء شيء[٢].

---

(١) وفي «الإبانة الكبرى» (٢٣٥٤) عن السويدي، قال: سمعت وكيعًا يقول ـ وقيل له ـ: إن فلانًا يقول: إن القرآن مخلوق مُحدث، فقال: سبحان الله! هذا الكفر.

(٢) الخلال (١٦٩٥ و١٧٨١) من طريق المصنف.

ورواه أحمد (٢٧٥٨٦)، والخلال (١٦٨٠ و١٧٧٠)، ... بطة في «الإبانة الكبرى» (٣٩٨ و٣٧٣١).

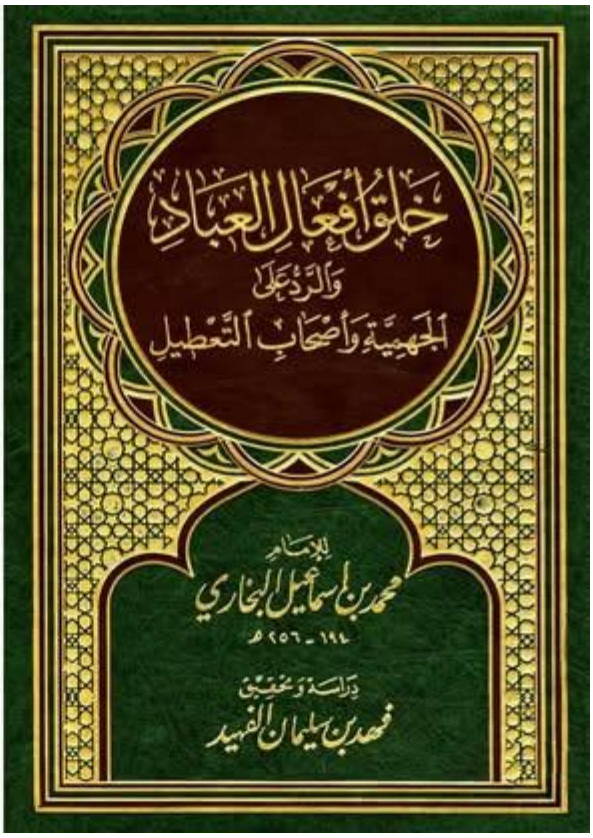
ـ قال الذهبي «العلو» (٣٢٤): هذا إسناد كالشمس وضوحًا، وكالأسطوانة ثبوتًا عن سيد أهل البصرة.

ـ وفي «الإبانة الكبرى» (٢٣٤٤/ب) نحوه عن يحيى بن سعيد القطان، وابن مهدي.

ـ وفيه (٢٤١٨) قال علي بن عاصم: احذر بشرًا المريسي، فإن كلامه أبو جاد الزنادقة، وأنا لقيت أستاذهم جهمًا، فلم يكن يثبت أن في السماء إلهًا.

ـ وقال جرير بن عبد الحميد: كلام الجهمية أوله عسل، وآخره سُم، وإنما يحاولون أن يقولوا: ليس في السماء إله. رواه ابن أبي حاتم كما في «بيان تلبيس الجهمية» (١/ ٢٠٠).

ـ وقال ابن القيم رحمه الله في «اجتماع الجيوش الإسلامية» (ص٧١) بعد أن ذكر أثر حماد رحمه الله: قال شيخ الإسلام ـ يعني: ابن تيمية ـ: وهذا الذي كانت الجهمية يحاولونه قد صرَّح به المتأخرون منهم، وكان ظهور السُّنة وكثرة الأئمة في عصر أولئك يحول بينهم وبين التصريح به، فلما بعد العهد، وخفيت السُّنة، وانقرضت الأئمة؛ صرَّحت الجهمية النُّفاة بما كان سلفهم يُحاولونه ولا يتمكنون من إظهاره. اهـ.



(١٣) وقال ابنُ المبارك: لا نقولُ كما قالت الجهمية إنه في الأرض هاهنا، بل على العرش استوى[١].

(١٤) وقيل له: كيف نعرفُ[٢] ربَّنا؟ قال: فوق سماواته على عرشه[٣].

(١٥) وقال لرجل منهم: أتظُنُّك خالٍ منه[٤]؟ فبُهِتَ الآخر.

(١٦) وقال: مَنْ[٥] قال ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ [طه: ١٤] مخلوق فهو كافر، وإنا لنحكي كلام اليهود والنصارى ولا نستطيعُ أنْ نحكي كلام الجهمية[٦].

(١٧) وقال مُعاوية بن عمّار[١]، سمعتُ جعفَر بنَ محمد[٢] يقول: القرآن كلام الله وليس بمخلوق[٣].

(١٨) وقال سعيد[١] بن عامر[٢]: الجهمية شرٌّ[٣] قولاً من اليهود والنصارى، قد اجتمعت[٤] اليهود والنصارى وأهل الأديان: أنّ الله تبارك وتعالى على العرش، وقالوا هم: ليس على العرش شيء»[٥][٦].

(١٩) وقال ضَمْرَة[٧] عن ابن شَوْذَب[٨]: ترك جَهْمٌ الصلاة أربعين يوماً على وجه الشك، فخاصمه بعض السُّمنية[٩]،

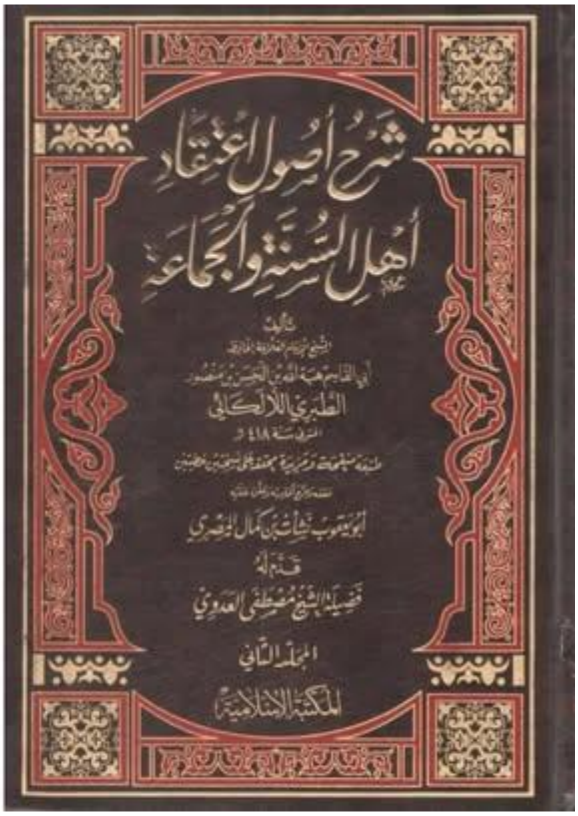
فشكّ فأقام أربعين يوماً لا يُصَلّي[١]. قال ضَمْرة: وقد رآه ابن شَوْذَب.

(٢٠) وقال عبدُ العزيز بن أبي سَلَمة[٢]: إنّ كلام جَهْم صفةٌ بلا معنى، وبناءٌ بلا أساس، ولم يُعَدّ قطُّ مِنْ أهل العلم، وقد سُئِل جَهْم عَنْ رجل طلّق امرأته قبل أن يدخل بها فقال: عليها العدّة !! فخالف كتاب الله تعالى بجهله وقال الله سبحانه ﴿فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا﴾ [الأحزاب: ٤٩][٣].

(٢١) وقال عليُّ بن عاصم[٤][٥]: ما الذين[٦] قالوا إنّ لله ولداً، أكفر من الذين قالوا إن الله لا يتكلم[٧].

(٢٢) وقال: احذر من المَريسي[٨] وأصحابه فإنّ كلامهم أبْجاد[٩] الزندقة، وأنا كلّمتُ أستاذهم جهْماً فلم يُثبِتْ أنّ في السماء إلهاً.

(٢٣) وكان إسماعيلُ بن أبي أويس[١٠] يسمّيهم زنادقة العراق.



٧٧٤ ـ أخبرنا أحمد بن محمد، قال: أخبرنا عمر بن أحمد، قال: ثنا أحمد بن خلف، قال: ذكر أحمد بن علي الأبَّار[١]:

أن عبد الله بن طاهر[٢] قال لإسحاق بن راهويه: ما هذه الأحاديث التي تحدث بها أن الله ـ عز وجل ـ ينزل إلى سماء الدنيا، والله يصعد وينزل؟!

قال: فقال له إسحاق: تقول إن الله يقدر على أن ينزل ويصعد ولا يتحرك؟

قال: نعم.

قال: فلم تنكر[٣]؟!

٧٧٥ ـ وأخبرنا أحمد، قال: أخبرنا عمر، قال: ثنا أحمد بن الحسن، قال: ثنا أحمد بن علي الأبار، قال: ثنا أبو محمد البلخي، قال:

قال الفضيل بن عياض: إذا قال لك الجهمي: أنا كفرت برب ينزل [يزول][٤] فقل: أنا أومن برب يفعل ما يشاء.

(١) الحافظ الإمام أبو العباس أحمد بن علي بن مسلم الأبار محدث، بغداد، كان ثقة حافظاً متقناً حسن المذهب[*]، مات يوم نصف شعبان سنة تسعين ومائتين. «تذكرة الحفاظ» (٢/ ٦٣٩).

(٢) عبد الله بن طاهر بن الحسين بن مصعب الأمير العادل أبو العباس حاكم خراسان وما وراء النهر، له ترجمة في «السير» (١٠/ ٦٨٤ ـ ٦٨٥). وراجع «الفتاوى» (٥/ ٣٧٤، ٣٧٥، ٣٧٦).

(٣) قال ابن تيمية: (٥/ ٣٧٦): رواه اللالكائي بإسناد منقطع.

(٤) من (ط)، وقال محققه: زيادة من الأصل وليست في (هـ) ولا (ز).

قلت: ويبدو أنها بدلاً من «ينزل» فقد ذكره البخاري في «خلق أفعال العباد» (ص ١٧ رقم ٤٦) بلفظ: «يزول».

وذكره شيخ الإسلام في «مجموع الفتاوى» (٥/ ٦١، ٦٢) فقال: وقال الشيخ الإمام أبو بكر أحمد بن محمد بن هارون الخلال في «كتاب السنة»: ثنا أبو بكر الأثرم ثنا إبراهيم بن الحارث =

(*) يعني: على السنة ومذهب السلف.



وقد مثل لذلك بإثبات اليدين لله تعالى حيث يقول الله تعالى: ﴿قَالَ يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ﴾[1].

وذكر أن أهل السنة يثبتون هذه الصفة بدون تحريف كما تفعله المعتزلة والجهمية وغيرهم، فإنهم يحملون (صفة اليدين) على النعمتين أو القوتين، وبدون تكييف، وبدون تشبيه بأيدي المخلوقين كما تفعله المشبهة، وكذلك يثبتون هذه الصفة بلا تعطيل لها عما تدل عليه. ولم يذكر المصنف ذلك هنا اكتفاء بما سيورده قريباً وهو قوله: (وتركوا القول بالتعطيل).

قال ابن القيم رحمه الله تعالى: (ورد لفظ اليد في القرآن والسنّة وكلام الصحابة والتابعين في أكثر من مائة موضع وروداً متنوعاً متصرفاً فيه مقروناً بما يدل على أنها يد حقيقة. . .)[2] إلخ.

وإيراد المؤلف رحمه الله تعالى لهذه الآية التي فيها صفة (اليدين) بالتثنية لأن فيها الرد الواضح على تلك الطوائف الضالة من الجهمية والمعتزلة والأشاعرة وغيرهم؛ حيث لا يسوغ أن يخلق الله تعالى آدم بنعمتين أو قوتين.

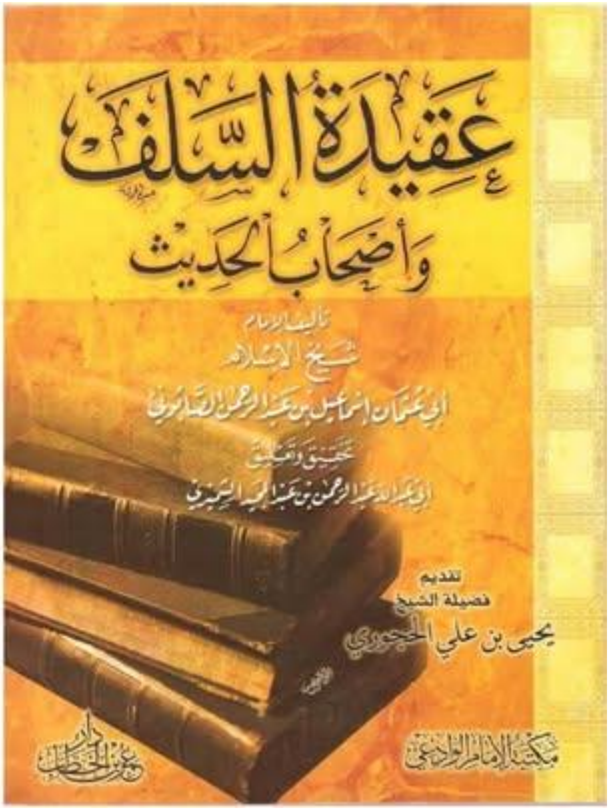
ثم ذكر المؤلف أن الله تعالى قد مَنَّ على أهل السنّة بالمعرفة والفهم حتى سلكوا سبيل توحيد الله تعالى وتنزيهه وتركوا القول بالتحريف والتشبيه والتكييف والتعطيل، وأنهم اتبعوا قول الله تعالى: ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾[3].

وهكذا فأهل السنّة وسط بين أهل التعطيل وأهل التمثيل.

يقول شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله تعالى: (مذهب السلف بين التعطيل

(١) سورة ص: الآية ٧٥.
(٢) انظر مختصر الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة لابن القيم ٢/ ١٧١.
(٣) سورة الشورى: الآية ١١.

٦٤



✱ نزول باری تعالی کے وقت عرش خالی ہوتا ہے؟ جہمیہ دیوبندیہ کے سوال کا جواب ✱

اللہ تعالی ہر رات کے پچھلے پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اہل سنت واہل حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ پاک کا نزول فرمانا حقیقی اور ظاہری معنی میں ہے لیکن کیفیت کا علم نہیں، جبکہ بدعتی فرقے جہمیہ، دیوبندیہ وغیرہ نزول باری تعالی کے منکر ہیں اور اس نزول کی کیفیات پر سوال اٹھاتے ہیں، انہی بدعتیوں کے سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں،

❁ ابو حفص شاہین رحمہ اللہ کے والد ابو الطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"میں ابو جعفر ترمذی رحمہ اللہ کے پاس آیا اور ان سے اس حدیث میں مذکور اللہ تعالی کے نزول کے بارے میں کسی سائل نے پوچھا کہ: نزول کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ کیا اللہ تعالی علو میں بھی باقی رہتا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا:

نزول کا معنی پتہ ہے، لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے جبکہ اس کی کیفیت کے بارے میں پوچھنا بدعت ہے۔"

❁ یہ قول نقل کرنے کے بعد امام ذہبی کہتے ہیں:

"اپنے زمانے کے بغداد کے فقیہ اور عالم نے بالکل صحیح کہا، کیونکہ نزول کی کیفیت کے بارے میں سوال لا یعنی سوال ہے، اس لیے کہ سوال تو ایسی چیز کے بارے میں ہوتا ہے جس کا لغت میں معنی معلوم نہ ہو، جبکہ نزول، کلام، سماعت، بصارت، علم اور استواوغیرہ کا معنی سامع کو سنتے ہی سمجھ آجاتا ہے، چنانچہ جب یہ صفات کسی ایسی ذات کی ہوں کہ جس کی کوئی نظیر اور مثیل نہیں ہے تو پھر یہ صفات بھی اس ذات کی ایسی ہی ہوں گی کہ اس کی نظیر اور مثیل نہ ہوں، نیز اس کی کیفیت ساری انسانیت کے لیے مجہول ہیں۔"

علا ، واستوى وجهه : اتصل ، واستوى القمر : امتلأ ، واستوى زيد وعمرو : تشابها في فعلهما وإن لم تتشابه شخوصهما . هذا الذي نعرف من كلام العرب » .

○ كان أبو العباس من علماء لسان العرب ، صنف التصانيف واشتهر اسمه ، توفي سنة إحدى وتسعين ومائتين .

« أبو جعفر الترمذي ، الفقيه »

٥٣٣ـ كتب إلي مؤمل بن محمد وجماعة قالوا : أنبأنا أبو اليمن الكندي أنبأنا أبو منصور القزاز أنبأنا أبو بكر الخطيب حدثني الحسن بن أبي طالب أنبأنا منصور بن محمد بن منصور القزاز قال سمعت أبا الطيب أحمد والد أبي حفص بن شاهين يقول : « حضرت عند أبي جعفر الترمذي فسأله سائل عن حديث نزول الرب : فالنزول كيف هو يبقى فوقه علو ؟ فقال :

(١) في السلفية : « أبو أبي » بدل « توفي » .

٢١٣

النزول معقول ، والكيف مجهول ، والإيمان به واجب ، والسؤال عنه بدعة » .

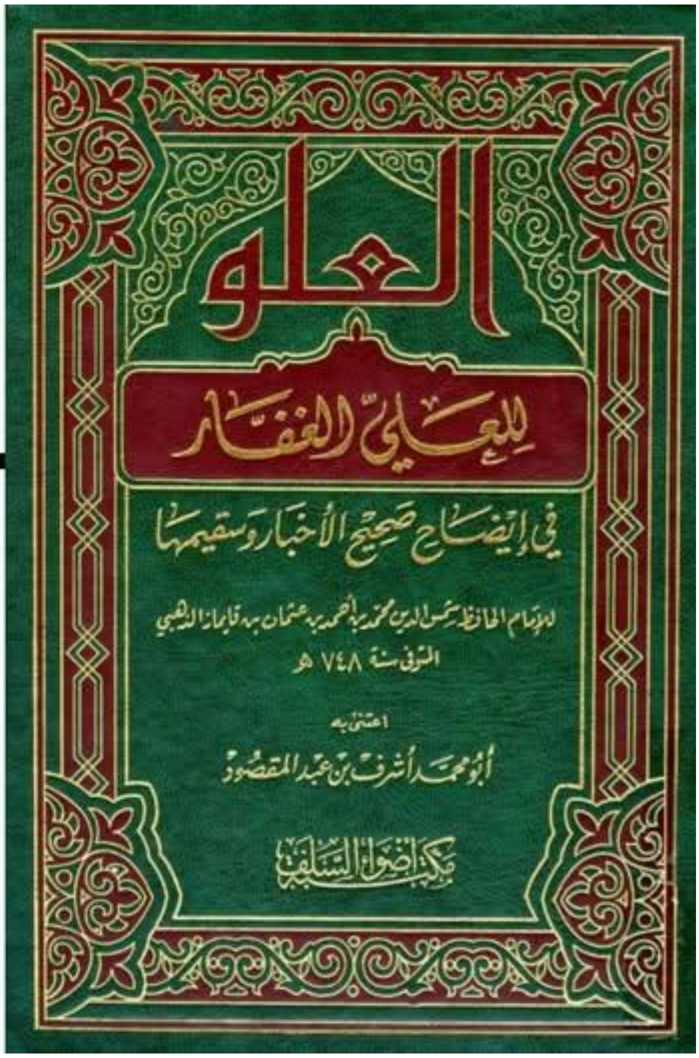
○ قلت : صدق فقيه بغداد (و) عالمها في زمانه ، إذا السؤال عن النزول ما هو ؟ عي ؛ لأنه إنما يكون السؤال عن كلمة غريبة في اللغة ، وإلا فالنزول والكلام والسمع والبصر والعلم والاستواء عبارات جلية واضحة للسامع ، فإذا اتصف بها من ليس كمثله شيء فالصفة تابعة للموصوف ، وكيفية[1] ذلك مجهولة عند البشر ، وكان هذا الترمذي من بحور العلم ومن العباد الورعين . مات سنة خمس وتسعين ومائتين .

« أبو العباس السراج »

٥٣٤ـ أجاز لنا إسماعيل بن جوسلين : أنبأنا أحمد بن تميم الحافظ أنبأنا عبد المعز بن محمد أنبأنا محمد بن إسماعيل أنبأنا أبو عمرو المليحي أنبأنا أبو الحسين الخفاف حدثنا أبو العباس السراج إملاء سنة اثني عشرة وثلاثمائة قال : « من لم يقر ويؤمن بأن الله تعالى يعجب ، ويضحك ، وينزل كل ليلة إلى السماء الدنيا فيقول « من يسألني فأعطيه » فهو زنديق كافر ، يستتاب ، فإن تاب وإلا ضربت عنقه ، ولا يصلى عليه ولا يدفن في مقابر المسلمين » .

○ قلت : إنما يكفر بعد علمه بأن الرسول ﷺ قال ذلك ، ثم إنه جهد ذلك ولم يؤمن به .

ولقد كان أبو العباس محمد بن إسحاق الثقفي النيسابوري السراج من حفاظ الحديث أكثر عن قتيبة وطبقته ، وصنف المسند على الأبواب وعمر دهرا ، توفي سنة ثلاث عشرة



* صفات باری تعالی کے معاملے میں برحق مسلک *

صفات باری تعالی کے معاملے میں ایک ہی مسلک حق ہے باقی سارے بدعتی ہیں اور وہ مسلک وہی ہے جو صحابہ کرام، سلف صالحین اہل سنت واہل حدیث کا مسلک ہے، یعنی اللہ پاک کی صفات کے معنی معلوم ہیں کیفیت مجہول ہے ،اس کے علاوہ باقی جتنے مسلک ہیں سارے بدعتی ہیں،

❀ علامہ عبدالحئ لکھنوی حنفی کے "فتاوی" کا سکین آپ کے سامنے ہے،صفات باری تعالی کے معاملے میں تین مسالک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس باب میں علماء کے چند مسلک ہیں ایک مسلک تاویل، یعنی استواء بمعنی استیلاء اور ید بمعنی قدرت علی هذا القیاس،اور یہی اکثر متاخرین متکلمین کا اختیار کردہ مسلک ہے،

دوسرا مسلک،

تشابه فی المعنی و فی الکیفیه ، یعنی صفات باری تعالی کے معنی معلوم ہے نہ ہی کیفیت معلوم ہے،یہ تفویض مطلق کا مسلک کسی کا نہیں،سوائے موجودہ بدعتیوں کے ان بدعتیوں کے نزدیک پہلا اور دوسرا دونوں حق ہیں جب دل کرتا ہے دونوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لیتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ دونوں باطل ہیں،

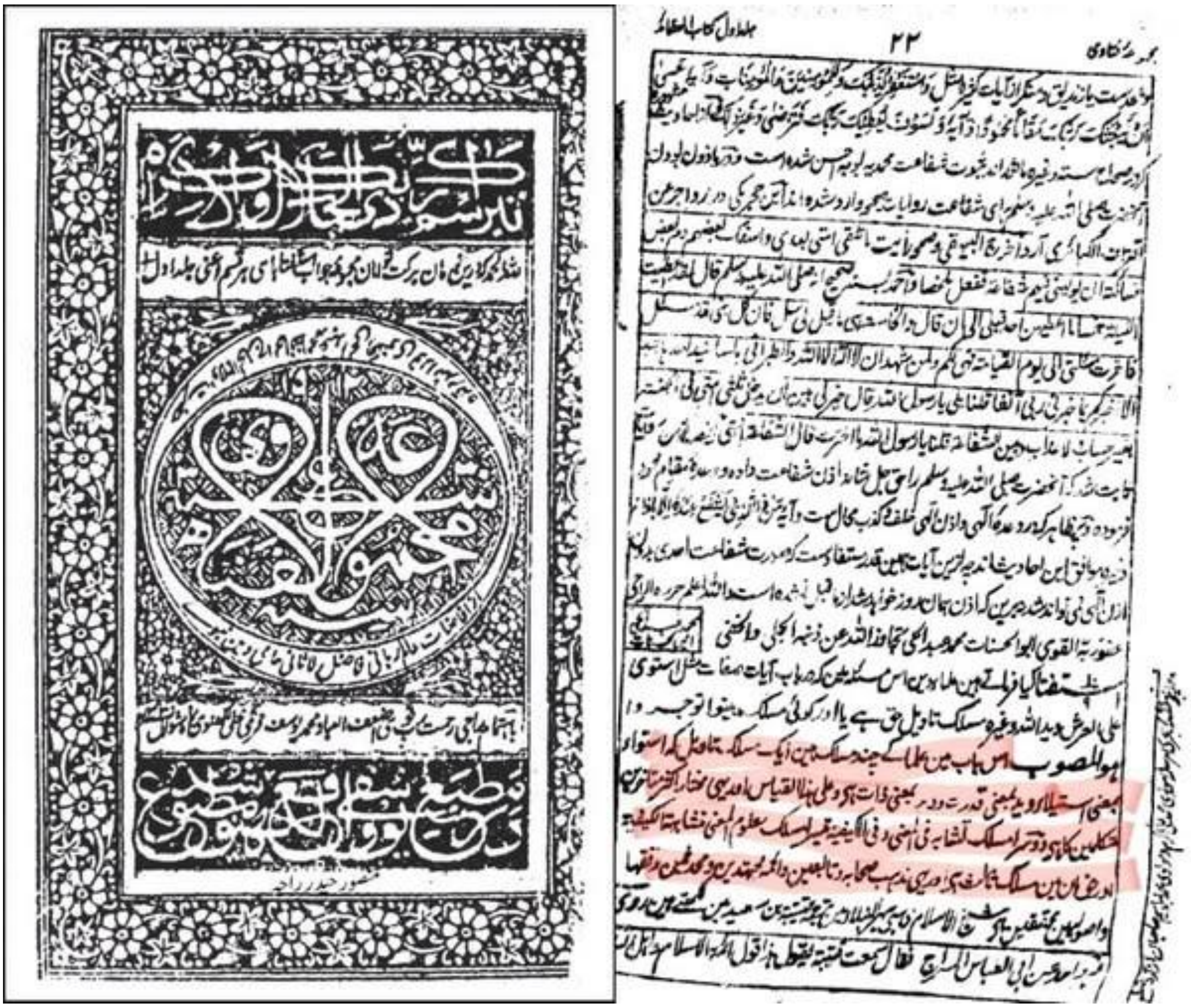
تیسرا مسلک،

معلوم المعنی متشابه الکیفیه ، یعنی صفات باری تعالی کے معنی معلوم ہیں کیفیت متشابہ ہے،

(علامہ عبدالحئ لکھنوی حنفی لکھتے ہیں کہ) یہ تیسرا مسلک برحق ہے،یہی مذہب صحابہ کرام وتابعین،آئمہ مجتہدین ومحدثین وفقہاءواصولین ومحققین کا ہے۔"

علامہ عبدالحئ لکھنوی حنفی کے بیان سے معلوم ہوا کہ صفات باری تعالی کے معاملے میں مسلک برحق جو کہ صحابہ کرام وسلف صالحین،آئمہ اربعہ وفقہاء، محدثین ومحققین کا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی صفات کے معنی معلوم ہیں کیفیت متشابہ ہے،

باقی دونوں بدعتی وگمراہ کن مسلک ہیں۔



جلد اول کتاب العقائد ۲۲ مجموعہ فتاوی

استفتا کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صاحب آیات صفات مثل استوی علی العرش و ید اللہ وغیرہ مسلک تاویل حق ہے یا اور کوئی مسلک بینوا توجروا

ہو المصوب اس باب میں علما کے چند مسلک ہیں ایک مسلک تاویل کا استواء بمعنی استیلا و ید بمعنی قدرت و وجہ بمعنی ذات ہے و علی ہذا القیاس اور یہی مختار اکثر متاخرین متکلمین کا ہے

✱ سلف صالحین کا مذہب اللہ کے لیے جہت علو ثابت ہے ✱

سلف صالحین کے اجماعی موقف آپ لوگو کے سامنے رکھ رہا ہوں جو کہ آج کے بدعتیوں دیوبندیہ بریلویہ کے مذہب کے بالکل خلاف ہیں لہذا آپ لوگو کو چاہیے سلف صالحین والے عقائد اختیار کریں نہ کہ بدعتی فرقوں دیوبندیہ بریلویہ کے،

انہیں عقائد میں سے ایک عقیدہ اللہ کے لیے جہت علو کا اثبات ہے سلف صالحین میں ایک بندہ بھی ایسا نہیں جو اللہ کے لیے جہت علو کا منکر ہو، جبکہ بدعتی فرقے اس کے منکر ہیں ان کی ناقص عقل کے مطابق اللہ اس طرح محدود ہو جاتا ہے۔

❁ اپنے لیے جہت علو کا اثبات اللہ پاک نے خود کیا ہے۔

❁ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"شارع نے لوگوں کو انہی امور سے خطاب کیا ہے جو فن حکمت، علم کلام اور علم اصول کے دقائق میں غور کرنے سے پیشتر ہی ان کی عقلوں میں فطری طور پر ودیعت رکھے گئے تھے، اسی واسطے اللہ تعالی نے اپنے لیے جہت کا اثبات کیا ہے اور فرمایا کہ

رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سیاہ رنگ عورت کو فرمایا کہ

اللہ کہاں ہے؟

اس عورت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا،

تو رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت مومنہ ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے اللہ پاک اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہی امور سے خطاب کیا ہے جو لوگوں کی فطرت میں ہے اسی لیے اللہ تعالی نے اپنے لیے جہت کا اثبات کیا ہے، انسان کے فن حکمت علم کلام، علم اصول سیکھنے کے بغیر ہی انسان کی فطرت میں یہ بات ہے کہ اللہ پاک اوپر کی جہت میں ہے، اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرآن وحدیث سے اس کو ثابت کیا ہے،

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بات بالکل درست ہے اگر آپ کسی بچے کو پیدا ہوتے ہی ایسی تنہا جگہ پر چھوڑ دیں جہاں وہ کسی ماحول سے متاثر نہ ہو تو شعور کی عمر پر پہنچنے پر وہ جان لے گا کہ اس کا کوئی خالق ہے اور وہ اوپر ہے، یعنی بغیر کسی تعلیم کے ہی اس کی فطرت میں یہ بات ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو اوپر ہے اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، لیکن پھر بھی اللہ پاک اور رسول پاک نے انسان کو انہی امور سے خطاب کیا ہے جو انسان کی فطرت میں ہیں،

بدعتیوں نے فطرت سے بغاوت کر کے اللہ کے لیے جہت علو کا انکار کر دیا جیسے ملحدین نے اپنی فطرت سے بغاوت کر کے خالق کا انکار کر دیا ہے،

اللہ پاک اور رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جہت کے اثبات کے بعد صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھتے ہیں، چنانچہ امام قرطبیؒ رحمہ اللہ کی تفسیر جامع احکام القرآن کا سکین آپ کے سامنے ہے،

❁ امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی جہت کی نفی نہیں کی ہے اور نہ اس پر کہتے تھے بلکہ وہ اس کے اثبات میں بیان کرتے تھے، جیسا قرآن میں ہے اور سنت نے اس کی خبر دی ہے اور سلف اور صالحین میں سے کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا کہ اللہ حقیقی طور پر عرش پر ہے۔"

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اللہ پاک کے لیے جہت کا اثبات کرتے تھے ان میں ایک بھی منکر نہیں تھا بدعتیوں کی طرح، جیسا کہ قرآن وسنت سے جہت ثابت ہے اور سلف صالحین میں ایک بندہ اس کا بھی منکر نہیں تھا کہ اللہ پاک حقیقی طور پر عرش پر ہے۔

موجودہ بدعتی ان دونوں باتوں کے منکر ہیں یہ اللہ کے حقیقی طور پر عرش پر ہونے کے بھی منکر ہیں اور اللہ کے لیے جہت علو کے بھی منکر ہیں، یہ صریح دلیل ہے کہ موجودہ بدعتی دیوبندی بریلوی اہل سنت نہیں، نہ ہی صحابہ کرام کے منہج پر ہیں،

❁ جبکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

"ناجی گروہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

❁ تیسرا سکین غنیۃ الطالبین کا ہے، پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی اوپر کی جہت میں ہے اور عرش پر مستوی ہے سارا جہاں اس کے احاطہ ء قدرت میں اور ہر چیز اس کے دائرہ علم میں ہے "

❁ چوتھا سکین امام ابن رشد اندلسی متوفی 595ھ کی کتاب کا آپ کے سامنے ہے،

جہت پر اقوال کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں:

"یہ صفت ہمیشہ اہل شریعت اول امر سے اللہ تعالی کے لیے ثابت کرتے آئے ہیں، یہاں تک کہ معتزلہ آئے جنھوں نے اس کی نفی کی پھر اس نفی پر معتزلہ کی تابعداری اور پیروی متاخرین اشعریوں جیسے ابو لمعالی اور اس کے مقتدیوں نے کی ہے، حالانکہ شریعت کے ظواہر نصوص تمام کے تمام جہت کا تقاضا کرتے ہیں۔"

آگے اس پر نصوص ذکر کرنے کے بعد اگلے صفحے پر لکھتے ہیں:

"پس (اے بدعتی!) تیرے سامنے اس سے ظاہر ہو گیا کہ جہت کا اثبات شرع اور عقل کی رو سے واجب ہے، اور یہی وہ بات ہے جس پر شریعت نے بنیاد رکھی ہے اور اس قاعدے کو باطل قرار دینا درحقیقت شریعت کو باطل قرار دینا ہے۔"

ابن رشد اندلسی رحمہ اللہ کا واضح دوٹوک بیان بدعتیوں کے رد میں آپ کے سامنے ہے کہ ہمیشہ سے اہل شریعت اول امر سے اللہ کے لیے جہت کا اثبات کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ بدعتی فرقے معتزلہ اشعریہ وغیرہ پیدا ہو گئے جنھوں نے اس کا انکار کیا، اور جہت کا اثبات شریعت اور عقل کی رو سے واجب ہے کیونکہ شریعت کی بنیاد اسی پر ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ شریعت کو باطل قرار دیتا ہے۔

❀ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فطرت صحیحہ و مستقیمہ واضح انداز میں گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالی تمام مخلوقات پر بلند ہے اور علو کی صفت سے متصف ہے، چنانچہ ہر شخص دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھاتا ہے اور جہت علو کا نہایت خشوع و خضوع سے قصد کرتا ہے۔"

[شرح عقیدہ طحاویہ]



حجۃ اللہ البالغہ اردو ۲۱۲

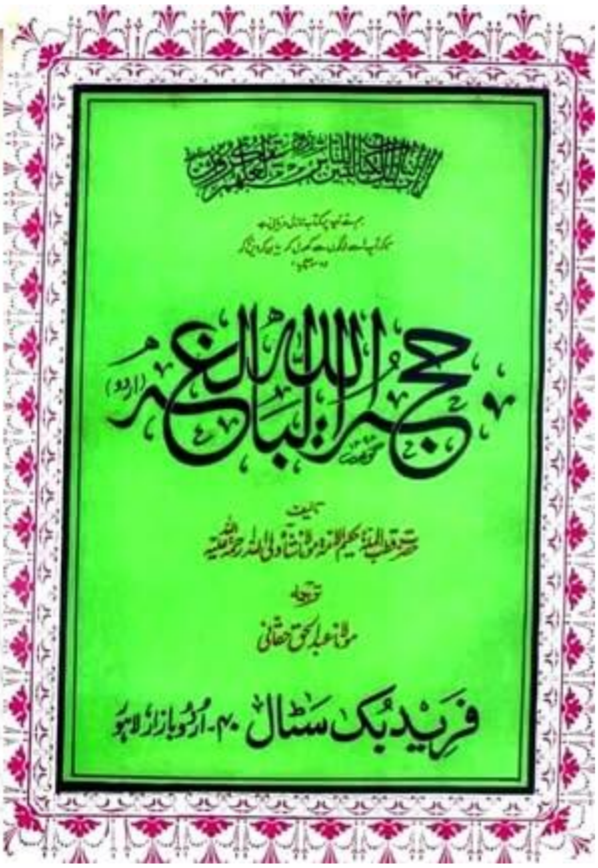
ظہور و خفا اور علم انضباط ویسا ہی ہوگا تو پھر اُن کے بیان کی ضرورت پڑے گی اور ایسے ہی ضرورت پڑتی جائے گی۔ اور اُس سے بڑا حرج ہوگا۔ اور جو تحقیق ہر ایک امر کی تعیین میں کسی قدر وقت ہی ہوا کرتی ہے جبجبت سے تعینات ہو جائیں گے۔ تو دقتیں بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ اور نیز شرع کے امور اوّل اور اعلیٰ سب بیہودہ کرتے ہیں۔ تو ان تفاصیل میں سب حدود و تعریفات کے محفوظ رکھنے میں زیادہ دقت ہوگی۔

نیز اگر لوگ اُن امور کا زیادہ اہتمام کریں۔ جن سے نیکیاں محدود کی جاتی ہیں تو وہ ان نیکیوں کے فوائد معلوم کر سکیں گے اور نیکیوں کے ارواح کی جانب ان کی توجہ نہ ہوا کرے گی۔ اکثر قراء کو دیکھ لو۔ اُن کی دلی توجہ زیادہ لفظوں کی طرف لگا رہتی ہے۔ ان کو معانی قرآن کے غور کرنے کی طرف کچھ توجہ نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے مصلحت یہی ہے کہ انضباط کے بعد اور امور کو اُن کی ہی رائے پر چھوڑ دیں اور نیز شارع نے لوگوں کو ان ہی امور سے خطاب کیا ہے۔ جو فن حکمت اور علم کلام اور علم اصول کے دقائق میں غور کرنے سے پیشتر ہی سے اُن کی عقلوں میں فطری طور پر ودیعت رکھے گئے تھے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے لئے جہت کو ثابت کیا فرمایا۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (خدا عرش پر ٹھیرا ہوا ہے) اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کالے رنگ کی عورت سے فرمایا۔ أَيْنَ اللَّهُ (خدا کہاں ہے) اس عورت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ تب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عورت ایماندار ہے۔ شارع نے استقبال قبلہ اور نماز عیدین کے اوقات معلوم کرنے کے لئے لوگوں کو علم ہیئت یا ہندسہ کے مسائل حفظ کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ اور اپنے قول اَلْقِبْلَةُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِذَا اسْتَقْبَلَ الْكَعْبَةَ (قبلہ وہی ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان کعبہ کے سامنے ہو جائے) میں سوال کی وجہ کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اور کہا۔ اَلْحَجُّ يَوْمَ تَحُجُّونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ (جس روز تم حج کرتے ہو۔ وہی حج کا دن ہے۔ اور جس روز افطار کرتے ہو، وہی یوم الفطر ہے) واللہ اعلم۔

باب نمبر ۶۸

"ترغیب اور ترہیب کے اسرار"

خدا تعالیٰ و تبارک کی اپنے بندوں پر یہ بڑی نعمت ہے، کہ اس نے وحی کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام کو ثواب اور عذاب بتا دیا۔ جو اعمال پر مرتب ہوتے ہیں۔ تاکہ انبیاء لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیں۔ اور ان کے دل بیم و رجا سے مملو ہو جائیں۔ اور اپنے ذاتی قصد اور ارادہ سے لوگ ان شرائع کی پیروی کریں۔ جیسے کہ اور باقی امور کی امید و بیم کیا کرتے ہیں۔ جن سے کوئی ضرور رہ جاتا ہے۔ یا اُن سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ... الَّذِينَ يَتْلُونَ ...



الجامع لأحكام القرآن

والمبين لما تضمنه من السنة وآي الفرقان

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي

(ت ٦٧١ هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

شارك في تحقيق هذا الجزء

محمد رضوان عرقسوسي   غياث الحاج أحمد

الجزء التاسع

مؤسسة الرسالة

اختصَّ بجهةٍ أن يكون في مكانٍ أو حيِّز، ويَلزم على المكانِ والحَيِّزِ الحركةُ والسكونُ للمتحيِّز، والتغيُّرُ والحدوث. هذا قولُ المتكلمين.

وقد كان السلف الأوَّل ﷺ لا يقولون بنفي الجهة ولا يَنْطِقون بذلك، بل نَطَقوا هم والكافَّةُ بإثباتها لله تعالى كما نطق كتابُه وأخبرتْ رسلُه.

ولم يُنكر أحدٌ من السلف الصالح أنه استوى على عرشه حقيقةً. وخَصَّ العرشَ بذلك لأنه أعظمُ مخلوقاته. وإنما جَهِلوا كيفيةَ الاستواء، فإنه لا تُعلم حقيقته، كما قال مالكٌ رحمه الله: الاستواءُ معلومٌ - يعني في اللغة - والكَيْفُ مجهولٌ، والسؤالُ عن هذا بدعةٌ[1]. وكذا قالت أمُّ سلمة رضي اللهُ عنها[2]. وهذا القَدْرُ كافٍ، ومَن أراد زيادةً عليه فَلْيَقِفْ عليه في موضعه من كُتب العلماء.

والاستواءُ في كلام العرب هو العُلُوُّ والاستقرار. قال الجوهريُّ: واستوى مِن اعوجاجٍ، واستوى على ظَهْر دابَّته، أي: استقرَّ. واستوى إلى السماء، أي: قَصَد. واستوى، أي: استولى وظَهر. قال:

قد استوى بِشْرٌ على العِراقِ   من غيرِ سيفٍ ودمٍ مُهْراقِ

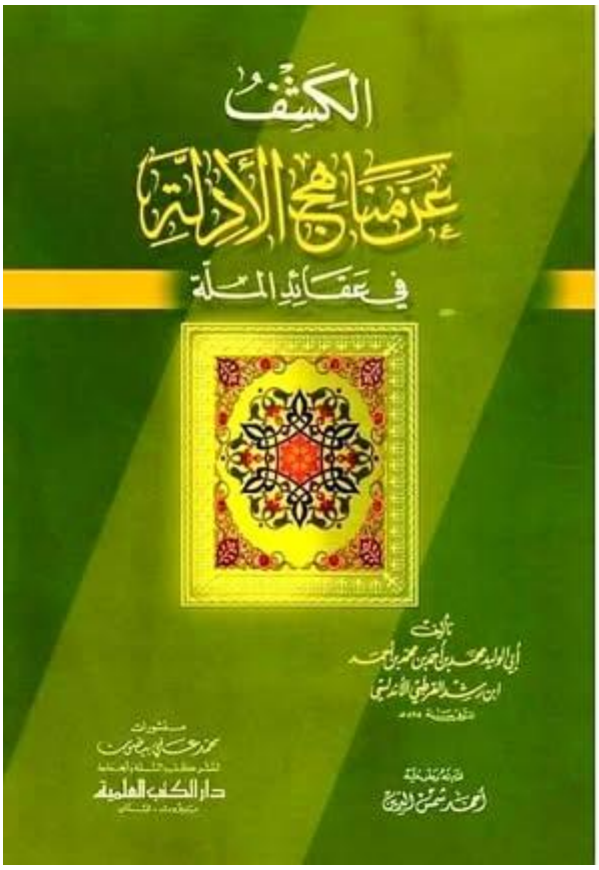
واستوى الرجلُ، أي: انتهى شبابُه. واستوى الشيءُ: إذا اعتدل[3].

وحكى أبو عمر بن عبد البَرّ عن أبي عُبيدة[4] في قوله تعالى: ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ [طه: ٥] قال: علا. وقال الشاعر:

فأوْرَدْتُهم ماءً بفَيْفاءَ قَفْرةٍ   وقد حَلَّقَ النجمُ اليمانيُّ فاستوى

أي: علا وارتفع[5].

(١) سلف ١/ ٣٨١.
(٢) أخرجه اللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (٦٦٣).
(٣) الصحاح (سوى)، والبيت للأخطل، وقد سلف ١/ ٣٨٢.
(٤) في مجاز القرآن ٢/ ١٥.
(٥) التمهيد ٧/ ١٣١، وسلف البيت ١/ ٣٨١.





— ١٧٦ —

محجوبا عن معرفة هذا المعنى من البارى سبحانه (١).

القول فى الجهة

وأما هذه الصفة فلم يزل أهل الشريعة ، من أول الأمر ، يثبتونها لله سبحانه حتى نفتها المعتزلة ، ثم تبعهم / على نفيها متأخرو الأشعرية ، كأبى المعالى ومن اقتدى بقوله . وظواهر الشرع كلها تقتضى إثبات الجهة ، مثل قوله تعالى (٢) : « ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية » ، ومثل قوله : « يدبر الأرض من السماء إلى الأرض ثم يعرج إليه فى يوم كان مقداره ألف سنة مما تعدون » ، ومثل قوله تعالى : « تعرج الملائكة والروح إليه » الآية ، ومثل قوله تعالى : « أأمنتم من فى السماء أن يخسف بكم الأرض فإذا هى تمور » ، إلى غير ذلك من الآيات ، التى إن سلط عليها التأويل عاد الشرع كله مؤولا ، (٣) وإن قيل فيها إنها من المتشابهات عاد الشرع كله متشابها ؛ لأن الشرائع كلها مبنية على أن الله فى السماء ، وأن منه تنزل الملائكة بالوحى إلى النبيين ، وأن من السماء نزلت الكتب ، وإليها كان الإسراء بالنبى صلى الله عليه وسلم ، حتى قرب من سدرة المنتهى ، وجميع الحكماء قد اتفقوا أن الله والملائكة فى السماء ، كما اتفقت جميع الشرائع على ذلك .

والشبهة التى قادت نفاة الجهة إلى نفيها هى أنهم اعتقدوا أن إثبات الجهة يوجب إثبات المكان ، وإثبات المكان يوجب إثبات الجسمية .

(١) توجد « ١ » زيادة فى ورقة ١٦ ، وهى مأخوذة من كلام سابق فى ورقة ٢١ ، وهى ثمانية عشر سطراً .

(٢) زيادة فى مخطوط « ا » : الرحمن على العرش استوى ، ومثل قوله تعالى : « وسع كرسيه السموات والأرض » ومثل قوله تعالى « الخ » .

(٣) فى س : مأولا .



القسم الثاني: العقائد والفرق الإسلامية ١٢١

باب
في معرفة الصانع عز وجل

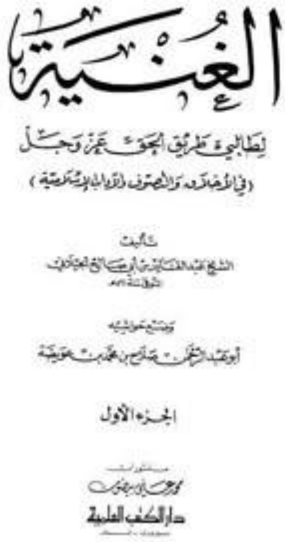
فنقول: أما معرفة الصانع عز وجل بالآيات والدلالات على وجه الاختصار، فهي: أن يعرف ويتيقن أن الله واحد أحد فرد صمد، ﴿لم يلد ولم يولد * ولم يكن له كفواً أحد﴾ [الإخلاص: ٣ - ٤]، ﴿ليس كمثله شيء وهو السميع البصير﴾ [الشورى: ١١] لا شبيه له ولا نظير، ولا عون ولا ظهير، ولا شريك ولا وزير، ولا ند ولا مشير، ليس بجسم فيمس، ولا بجوهر فيحس، ولا عرض فيقضى، ولا ذي تركيب أو آلة وتأليف، أو ماهية وتحديد.

وهو الله للسماء رافع، وللأرض واضع، لا طبيعة له من الطبائع، ولا طالع له من الطوالع، ولا ظلمة تظهر، ولا نور يزهر، حاضر الأشياء علماً، شاهد لها من غير مماسة، قاهر حاكم قادر، راحم غافر، ساتر معز ناصر، رؤوف خالق فاطر، أول آخر، ظاهر باطن، فرد معبود، حي لا يموت، أزلي لا يفوت، أبدي الملكوت، سرمدي الجبروت، قيوم لا ينام، عزيز لا يضام، منيع لا يرام، له الأسماء العظام والمواهب الجسام، قضى بالفناء على جميع الأنام فقال: ﴿كل من عليها فان * ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام﴾ [الرحمن: ٢٦ - ٢٧].

وهو بجهة العلو مستو على العرش، محتو على الملك، محيط علمه بالأشياء، ﴿إليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه﴾ [فاطر: ١٠]، ﴿يدبر الأمر من السماء إلى الأرض ثم يعرج إليه في يوم كان مقداره ألف سنة مما تعدون﴾ [السجدة: ٥].

خلق الخلائق وأفعالهم وقدر أرزاقهم وآجالهم، لا مقدم لما أخر، ولا مؤخر لما قدم، أراد ما العالم فاعلوه، ولو عصمهم لما خالفوه، ولو شاء أن يطيعوه جميعاً لأطاعوه، يعلم السر وأخفى، عليم بذات الصدور، ﴿ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير﴾ [الملك: ١٤].

هو المحرك، هو المسكن، لم تصوره الأوهام ولا تقدره الأفهام، ولا يقاس بالناس،



الغنية

لطالبي طريق الحق عز وجل

(في الأخلاق والتصوف والآداب الإسلامية)

تأليف

الشيخ عبد القادر بن أبي صالح الجيلاني

المتوفى سنة ٥٦١هـ

وضع حواشيه

أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة

الجزء الأول

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

❋ موجود بلا مکاں کا عقیدہ بدعتی فرقے معطلہ کا تھا ❋

اور یہی عقیدہ موجودہ بدعتی دیوبندیہ بریلویہ کا بھی ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہمیں آج تک کوئی بدعتی اس عقیدے کی وضاحت پیش نہیں کر سکا، اس عقیدے کی وضاحت پوچھو تو کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ کی وضاحت پوچھو تو کہتے ہیں موجود بلا مکاں ہے، جو لولی پاپ بدعتی مولوی انہیں پکڑا دیتے ہیں وہ پکڑ کر چوستے رہتے ہیں۔

یہ موجود بلا مکاں کا جملہ ہی تضاد پر مبنی ہے "موجود بلا مکاں" یعنی دیوبندیہ بریلویہ اللہ کو اپنے پاس یعنی مکاں میں موجود بھی مانتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ بلا مکاں ہے، یا تو دیوبندی بھی لا مکاں ہے یا پھر اللہ بھی مکاں میں مان لیا یہ نہیں ہو سکتا ایک جگہ دونوں ہوں اور ایک مکاں میں مانا جائے اور دوسرا لا مکاں، لیکن بدعتی فرقوں میں یہ تضاد چلتے ہیں اور اسی طرح یہ فرقے چلتے ہیں۔

❁ بدعتیوں کا عقیدہ پہلے دیکھیں، عبدالشکور سالمی ماتریدی صاحب لکھتے ہیں:

"اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صانع عالم ہے اور وہ نہ عالم میں ہے نہ عالم سے خارج ہے، اس لیے کہ اگر ہم کہیں کہ عالم میں ہے تو عالم سے چھوٹا ہوگا اس کا مکاں اور ظرف میں ہونا لازم آئے گا تو یہ کفر ہے، اور اگر ہم کہتے ہیں کہ عالم سے خارج ہے، تو پھر سوال پیدا ہوا کہ متصل بالعالم ہے یا منفصل عن العالم؟ تو اگر پہلی شق پر بات کرتے ہیں تو اس کو متصل بالعالم مانتے ہیں تو وہ جنس عالم سے ہے اور وہ عالم ہوا اور عالم مع اجناس مصنوع ہوا، صانع نہ ہوا،

اور اگر ہم کہیں کہ عالم سے مبائن و منفصل ہے تو تو بیونیت سے مراد قطع اور فصل ہے اور یہ واجب کرے گا تحدید کو اور محدود مقدور ہے اور مقدور صانع نہیں ہوتا اس لیے ہم نے کہا صانع عالم بلا اینیۃ اور بلا کیف ہے۔"

یہ ہے بدعتی عقیدے "موجود بلا مکاں" کا مطلب، عقل کے گھوڑے دوڑا دوڑا کر یہ اللہ کے وجود کے ہی منکر بن گئے ہیں، ان کے نزدیک اللہ کائنات کے اندر ہے نہ کائنات کے باہر، نہ کائنات سے ملا ہوا ہے نہ کائنات سے علیحدہ ہے، کیونکہ یہ ماننے سے ان کی عقلوں کے مطابق اللہ کا محدود ہونا، اللہ کا مکاں ہونا وغیرہ وغیرہ لازم آتا ہے اس لیے یہ کہتے ہیں کہ اللہ کہیں بھی نہیں یعنی اللہ کے وجود کے منکر ہو کر دہریہ اور ملحد بن بیٹھے!

❀ یہ موجود بلا مکاں کا عقیدہ بدعتی فرقے معطلہ کا بھی تھا، چنانچہ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جہمیہ کا کہنا ہے کہ اللہ بذاتہ ہر مکان میں ہے، جبکہ ان کے بھائیوں معطلہ کا کہنا ہے کہ اللہ بلا مکاں ہے، نہ عالم کے اندر ہے نہ عالم سے خارج، نہ کائنات سے متصل ہے نہ کائنات سے علیحدہ ہے، نہ کائنات کے اوپر ہے نہ اس کے نیچے، نہ اس کے آگے ہے نہ پیچھے۔"

بدعتیوں کے اس ملحدانہ عقیدے جو اپنی ناقص عقل سے بنایا گیا کا عقلی رد اصلی حنفی امام ابن ابی العز رحمہ اللہ سے ملاحظہ فرمائیں،

❀ امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جب اللہ تعالی نے کائنات کو پیدا کیا تو یہ بھی دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو اس نے کائنات کو اپنی ذات میں پیدا کیا ہو گا یا اپنی ذات سے خارج، پہلا قضیہ بالاتفاق باطل ہے کیونکہ اسے تسلیم کرنے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالی کی ذات بھی غلاظتوں اور گندگیوں کا محل ہو اور دوسرا قضیہ یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات کائنات سے منفصل و مبائن (خارج اور الگ) ہے اور یہی قائم بالذات کی صورت ہو گی،

(مزید برآں اللہ تعالی صمدیت سے متصف ہے نہ جنا ہے نہ جنا گیا ہے) اور یہ کہنا کہ اللہ تعالی کی ذات نہ عالم میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج ہے نہایت غیر معقول بات ہے کیونکہ اللہ کی ذات کو نہ داخل ماننا اور نہ خارج ماننا وجود باری کی ہی بالکلیہ نفی کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات موجود ہے اگر موجود ہے تو یا تو داخل ہو گا یا خارج، پہلا بالاتفاق باطل ہے لہذا دوسرا قضیہ خود بخود ثابت ہو گیا اور مباینت لازم ہو گئی۔"

امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نے جو ان بدعتی ملحدوں کا رد کیا ہے اس کا جواب دینے والا کوئی بدعتی ابھی پیدا نہیں ہوا، پورا کیل ٹھونکا ہے بدعتیوں کے تابوت میں سارے ماتریدیوں، اشعریوں کی بولتی بند کر دی ہے،

❀ امام ابن ابی العز رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"فطرت صحیحہ و مستقیمہ واضح انداز میں گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالی تمام مخلوقات پر بلند ہے اور علو کی صفت سے متصف ہے، چنانچہ ہر شخص دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھاتا ہے اور جہت علو کا نہایت خشوع و خضوع سے قصد کرتا ہے۔"

مختصر الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة

لابن قيم الجوزية ت ٧٥١ هـ

اختصار

محمد بن الموصلي ت ٧٧٤ هـ

قرأه وخرج نصوصه وعلق عليه وقدم له

الدكتور الحسن بن عبد الرحمن العلوي

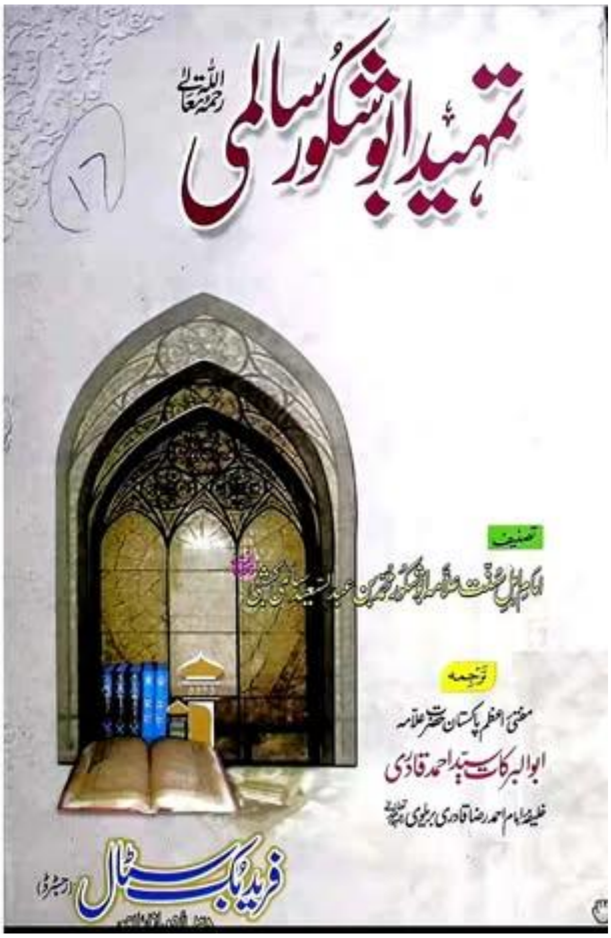
الأزل، والفعل ممتنع عليه، ثم انتقل من الامتناع الذاتي إلى الإمكان الذاتي بغير موجب في ذلك الوقت دون ما قبله، وهذا مما اعترى الفلاسفة بالقول بقدم العالم، ورأوا أنه خير من القول بذلك، بل حقيقة هذا القول أن الفعل لم يزل ممتنعاً منه أزلاً وأبداً إذ يستحيل قيامه به، وعن هذه الطريق قال جهم ومن وافقه بفناء الجنة، وفناء أهلها وعدمهم[1] عدماً محضاً، وعنها قال أبو الهذيل العلاف[2] بفناء حركاتهم دون ذواتهم، فإذا رفع أحدهم اللقمة إلى فيه وفنيت الحركات بقيت يده ممدودة لا تتحرك، وتبقى كذلك أبد الآبدين، وإذا جامع الحوراء وفنيت الحركات يبقيان كذلك في تلك الحال أبد الآبدين، فيبقون في سكون الأحجار، وعن هذه الطريق قالت الجهمية: إن الله في كل مكان بذاته، وقال إخوانهم: ليس في العالم، ولا خارج العالم، ولا متصلاً به، ولا منفصلاً عنه، ولا مبايناً له، ولا محادثاً له، ولا فوقه[3]، ولا خلفه،

(١) ظ، م: (وعرفهم)، وما أثبته من المختصر.

(٢) انظر: قول الجهم ابن صفوان بفناء الجنة وفناء أهلها في:
الملل والنحل للشهرستاني ١/٦٤، مقالات الإسلاميين للأشعري ٢/١٦٧، التبصير في الدين للإسفراييني، ص ٩٦، الفرق بين الفرق، ص ١٩٩، دار الآفاق.
وانظر: قول أبي الهذيل العلاف بفناء حركاتهم دون ذواتهم في الملل والنحل للشهرستاني ١/٦٤، مقالات الإسلاميين ٢/١٦٧، التبصير في الدين، ص ٦٦، ٦٧، الفرق بين الفرق، ص ١٠٢.

(٣) ظ: (وفوقه).

١١٩٢





تمہید (ابو شکور سالمی) 114 اثبات صانع کا بیان

کر سکتے اور اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صانع العالم ہے اور وہ نہ عالم میں ہے اور نہ عالم سے خارج ہے اس لیے کہ اگر ہم کہیں کہ عالم میں ہے تو عالم سے چھوٹا ہوگا اور اس کا مکان وظرف میں ہونا لازم آئے گا تو یہ کفر ہے اور اگر ہم کہتے ہیں کہ وہ عالم سے خارج ہے پھر سوال پیدا ہوا کہ متصل بالعالم ہے یا منفصل عن العالم؟ تو اگر پہلی شق پر بات کرتے ہیں اور اس کو متصل بالعالم مانتے ہیں تو وہ جنس عالم سے ہے اور وہ عالم ہوا اور عالم مع اجناس مصنوع ہوا صانع نہ ہوا۔

اور اگر ہم کہیں کہ عالم سے مبائن ومنفصل ہے تو بینونت سے مراد قطع اور فصل ہے اور یہ واجب کرے گا تحدید کو اور محدود مقدور ہے اور مقدور صانع نہیں ہوتا اس لیے ہم نے کہا کہ صانع عالم بلا کیفیت اور بلا کیفیت ہے۔

چھٹا قول

ماہیت کا بیان

جب تم کسی شئی کی پہچان کرنا چاہو تو سب سے پہلے اس کی ماہیت کو معلوم کرو پھر اس کی کیت (تعداد) و کیفیت کو دریافت کرو اس کے بعد اس کی لمیت کو دریافت کرو لیکن صانع جل شانہ کی معرفت ان معانی کے بغیر حاصل ہوتی ہے اور وہ ذات "ھــــل" (کیا) اور "ما" (کیا) اور "کیف" (کیسے) اور "متی" (کب) اور "این" (کہاں) اور "لِمَ" (کس لیے) سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔

خدا بے نیاز ہے

دلیل: یہ جو ہم نے کہا کہ وہ "ھل" "ما" "این" "متی" "کیف اور لم" سے مستغنی اور بے نیاز ہے یہ اس لیے کہ ہر حادث مصنوع ہے اور محدث وصانع سے مستغنی نہیں ہے اور شئی کی حقیت و ماہیت سے سوال کی احتیاج وہاں ہوتی ہے جب کہ اس کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل نہ ہو یا باوجود آیات کے بھی معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ معلوم ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ تمام عالم کا

بلندی اللہ پاک کی حقیقی بلندی کے عین مطابق ہے مگر اللہ پاک اپنی ذات کے لحاظ سے بھی تمام چیزوں پر بلند نہیں تو دونوں میں اللہ پاک کی بلندی ثابت نہ ہوگی۔ اس کی مثال تو اس شخص کی ہے جو ایسی چیز کو اعلیٰ کہتا ہے جو اعلیٰ نہیں ہے۔

اللہ پاک کی بلندی جیسا کہ دلائل نقلیہ سے ثابت ہے عقل اور فطرت سے بھی ثابت ہے۔ عقل کے ساتھ اس کا ثابت ہونا اولاً اس لئے ہے کہ یہ بات بدیہی اور یقینی ہے کہ ہر دو موجود چیزیں یا تو ایک چیز دوسری میں سرایت کرنے والی ہے اس کے ساتھ قائم ہے جیسے صفات یا وہ اپنی ذات کے ساتھ قائم ہے اور دوسری چیز سے الگ ہے۔ جب وہ اپنی ذات کے ساتھ قائم ہے اور دیگر چیزوں سے جدا ہے تو جب اس نے عالم کو پیدا کیا تو اس کا پیدا کرنا اپنی ذات میں یا اپنی ذات سے خارج ہے پہلی چیز باطل اس کے بطلان پر اتفاق ہے نیز اگر تسلیم کیا جائے کہ عالم اللہ کی ذات میں ہے تو عالم میں خسیس اور گندی چیزیں بھی موجود ہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ خسیس اور گندی چیزوں کا محل ہے حالانکہ اللہ اس سے پاک اور بلند ہے اور اگر عالم اللہ کی ذات سے خارج ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ اس عالم کے بارے میں اللہ کا علم اللہ کی ذات سے الگ یا خارج ہے اور جب وہ خارج ہے تو اللہ کی ذات سے منفصل ہے اس سے اللہ کی ذات میں اور عالم میں تضاد لازم آتا ہے اس لئے کہ یہ کہنا کہ اللہ کا علم نہ عالم کے ساتھ متصل ہے اور نہ اس سے منفصل ہے یہ بات عقل کے خلاف ہے اور یہ خیال کہ اللہ پاک نہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۶۰

ہے یہ تقاضا کرتا ہے اس بات کا کہ اللہ کا وجود نہیں ہے اور یہ بات بھی عقل کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ موجود ہے یا عالم میں داخل یا خارج ہے داخل ہونا تو باطل ہے لہذا خارج ہونا متعین ہو گیا اور جب خارج ہے تو کائنات اور اللہ کے درمیان مباینت لازم ہے۔

اللہ کا علو فطرتاً بھی ثابت ہے

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تمام لوگ عاد تاً جب دعا مانگتے ہیں تو وہ اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے۔ وہ نہایت بے تابی کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے بلندی کی جہت کا قصد کرتے ہیں جس سے مراد ان کی اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ محمد بن طاہر مقدسی بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو جعفر ہمدانی امام الحرمین کی مجلس میں حاضر ہوا جو ان کے استاد ہیں جبکہ امام الحرمین صفت علو کی نفی میں بحث کر رہے تھے اور کہتے تھے اللہ تھا عرش نہ تھا اب اللہ جس چیز پر بھی ہے ... شیخ ابو جعفر نے عرض کیا آپ ہمیں بتائیں کہ ہمارے دلوں میں اللہ کے ہونے کا جو موجود ہوتا ہے جب بھی کوئی عارف یا اللہ کہتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی جانب جو خواہش موجود ہوتی ہے نہ وہ دائیں جانب جھانکتا ہے نہ بائیں جانب جھانکتا ہے اس کا مقصود صرف بلندی کی جانب ہوتا ہے ہم کبھی بھی اپنے دل کے اس داعیہ کو ختم نہیں کر سکتے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جب امام الحرمین نے امام ہمدانی کے یہ کلمات سنے تو وہ اپنے سر کو پیٹنے لگا اور مسند سے نیچے اتر آیا بلکہ وہ رو پڑا اور یوں کہا کہ مجھے ہمدانی نے حیران کر دیا ہے مقصود

www.KitaboSunnat.com

اسلامی عقائد

اردو ترجمہ

شرح عقیدہ طحاویہ

http://salfibooks.blogspot.com

تالیف

علامہ ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا محمد صادق خلیل

ناشر

عبد الحفیظ مدنی نائب مدیر ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف

رحمت آباد فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اصلی حنفیوں کے نزدیک اللہ کی صفات متشابہات نہیں

موجودہ دیوبندیہ بریلویہ اصلی حنفی نہیں یہ معتزلہ، مرجیہ، جہمیہ، معطلہ، شیعہ، ماتریدیہ، اشعریہ اور صوفیاء جیسے بدعتی فرقوں کا معجون مرکب ہے جو ہمارے متھے لگا ہوا ہے، اصل حنفی وہ تھے جو فروع کے ساتھ اصول میں بھی حنفی تھے، فروع میں بہت سے فرقے حنفی رہے ہیں یہاں تک کہ شیعہ بھی، اسی وجہ سے صفات باری تعالی کے باب میں یہ بدعتی اہل سنت سے خارج ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ دیوبندیت اور بریلویت اپنے آغاز سے اللہ پاک کی ذات اور اسماء وصفات کے بارے عقائد میں کنفیوز رہے ہیں ہر چڑھتے دن کے ساتھ ان کے عقیدے بدلتے رہتے ہیں، ہر دیوبندی بریلوی کا اپنا اپنا عقیدہ ہے،

کبھی یہ جہمی بن کر اللہ کو ہر جگہ موجود ہے قرار دیتے ہیں، کبھی یہ صوفی بن کر ہر چیز میں اللہ قرار دیتے ہیں، کبھی یہ معتزلی بن کر صفات باری تعالی کی تاویلیں کرتے ہیں، کبھی یہ معطلہ کی طرح اللہ کی بہت سی صفات کا انکار کرتے ہیں، کبھی تفویض کرتے ہیں کہ صفات باری تعالی کے معنی ہمیں معلوم نہیں پتہ نہیں اللہ پاک نے یہ کیا فرما دیا ہے،

❀ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی فرماتے ہیں:

"عقیدہ کے اعتبار سے حنفی مذہب کی کئی شاخیں اور فروع ہیں۔ بہت سارے حنفی شیعہ، معتزلہ اور مرجئہ ہیں، درحقیقت حنفی فرقہ وہ جماعت ہے جو فروعی مسائل اور شرعی اعمال میں امام ابو حنیفہ کی تقلید کرتے ہیں اگرچہ ان کا عقیدہ امام صاحب کے موافق ہو یا نہ ہو، اگر موافق ہو گا تو وہ کامل حنفی کہلائے گا مگر جو دوسرے فرقوں کے موافق عقیدہ رکھے گا وہ بھی حنفی ہی کہلائے گا لیکن اس کے عقیدے کی وضاحت کی جائے گی، اس طرز پر بہت سارے لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں اور عقیدہ کے اعتبار سے معتزلی مثلاً زمخشری، نجم الدین الزاہدی، عبدالجبار، ابو ہاشم اور جبائی وغیرہم، اسی طرح کتنے ہی فروعی مسائل میں حنفی ہیں اور اصولی مسائل کے اعتبار سے مرجئہ اور زیدی شیعہ ہیں۔"

یہ بدعتی فرقوں کا معجون جو دیوبندیت اور بریلویت کی صورت ہمارے سامنے ہے۔

❀ اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے علامہ تاج الدین سبکی شافعی فرماتے ہیں:

"حنفیہ کے ایک طائفہ کے دل میں اعتزال اور شیعت گھر کر گیا ہے۔"

❁ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حنفی امام ابو حنیفہ کے مذہب میں معتزلہ، کرامیہ، اور کلابیہ کے کچھ اصول خلط ملط کرتے ہیں۔"

❁ اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"یہ مرض فقہاء حنفیہ میں معتزلہ کی چھوت سے پیدا ہوا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ (حنفی اصول) قاعدہ نمبر 5 سب سے پہلے عیسی بن ابان (معتزلی) نے نکالا، پھر حنفی فقہاء کے اکثر متاخرین نے اسے قبول کر کے فروغ دیا۔"

قاعدہ نمبر 5 یہ ہے، جب رائے کا دروازہ مسدود ہو جائے تو غیر فقیہ صحابی کی حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ یہ تقلید کے کرشمے دیکھ لیں۔

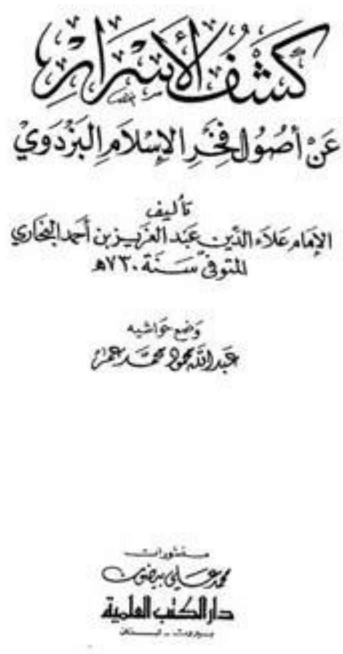
تو یہ ہے صورت حال حنفیت کی، آج ہمارے سامنے ان بدعتی فرقوں کا مکسچر دیوبندیہ بریلویہ موجود ہے یہ جعلی حنفی ہیں۔

اصل حنفی صفات باری تعالی کا اثبات کرتے اور ان کے اصل اور حقیقی معنی اختیار کرتے تھے جیسا کہ گذشتہ پوسٹوں میں آپ نے دیکھا، اس پوسٹ میں مشہور حنفی اصولی علامہ بزدوی کی کتاب "اصول بزدوی" سے صفات باری تعالی کے بارے اصل حنفیہ کا مذہب آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں،

❁ علامہ بزدوی حنفی فرماتے ہیں:

"(اللہ کی صفات میں سے) ہاتھ اور چہرہ کا اثبات ہمارے (اصل حنفیوں کے) نزدیک حق ہے اور اس کا اصل معنی (یعنی حقیقی معنی) معلوم ہے جبکہ اس کی کیفیت متشابہ ہے۔ پس صفات کے اصل (یعنی حقیقی) معنی کو اس وجہ سے ردّ کرنا جائز نہیں ہے کہ صفات کے اس اصل معنی کی کیفیت کا اِدراک ممکن نہیں ہے۔ معتزلہ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے اور اُنہوں نے اپنی جہالت کے سبب صفات کے حقیقی معانی کا بھی انکار کر دیا اور معطلہ بن گئے۔"

علامہ بزدوی حنفی کا واضح بیان آپ کے سامنے ہے کہ اللہ پاک کی صفات کا اصل اور حقیقی معنی جو کہ معلوم ہے وہی لیا جائے گا، معنی معلوم ہے کیفیت مجہول ہے، جبکہ آج کے جعلی حنفی دیوبندی بریلوی کہتے ہیں معنی معلوم ہی نہیں، اصل حنفیوں کے نزدیک یہ معتزلہ اور معطلہ ہیں، جو کہ نرے جاہل ہیں۔





٩٤ المتشابه

والوجه حقٌ عندنا معلومٌ بأصله متشابه بوصفه. ولن يجوز إبطال الأصل بالعجز عن درك الوصف وإنما ضلّت المعتزلة من هذا الوجه فإنهم ردّوا الأصول لجهلهم بالصفات فصاروا معطّلة.

قوله: (وكذلك) أي وكإثبات الرؤية (إثبات الوجه واليد لله تعالى حقٌ عندنا) فبقوله عندنا احترز عن قول من قال: لا يوصف الله تعالى سبحانه بالوجه واليد. بل المراد من الوجه الرضاء أو الذات ونحوهما ومن اليد القدرة أو النعمة ونحوها. فقال الشيخ: بل الله تعالى يوصف بصفة الوجه واليد مع تنزيهه جلّ جلاله عن الصُّورة والجارحة لأن الوجه واليد من صفات الكمال في الشاهد لأن من لا وجه له أو لا يد له يعد ناقصاً وهو تعالى موصوف بصفات الكمال فيوصف بهما أيضاً إلا أن إثبات الصورة والجارحة مستحيل وكذا إثبات الكيفية فتشابه وصفه فيجب تسليمه على اعتقاد الحقية من غير اشتغال بالتأويل. واعلم أن في أمثال ما ذكرنا يتبع اللفظ الذي ورد به النص من الكتاب والسنة فلا يشتق منه الاسم ولا يقال الله تعالى متوجه إلى فلان بنظر الرحمة أو العناية ولا يبدل بلفظ آخر لا بالعربية ولا بغيرها فلا يبدل لفظ العين بالباصرة ولا لفظ القدم بالرجل ولا يقال بالفارسية أيضاً: چشم خداي وروي خداي ودست خداي وغير ذلك.

قوله: (ولن يجوز إبطال الأصل) أي لا يجوز الحكم بأن القول بالرؤية والوجه واليد باطل بالعجز عن درك الوصف أي الكيفية لما فيه من إبطال المتبوع بالتبع والأصل بالفرع وذلك كمن رأى شخصاً على شط نهر عظيم لا يتصور العبور منه بدون سفينة وملاح ثم رأى ذلك الشخص في الجانب الآخر من غير أن يشاهد سفينة وملاحاً لا يمكنه أن ينكر عبوره من النهر، وإن لم يدرك كيفية العبور فكذا فيما نحن فيه لما ثبت بالدلائل القاطعة جواز الرؤية وصفة الوجه واليد لله سبحانه لا يجوز إنكارها بالعجز عن درك أوصافها والجهل بطريق ثبوتها. (فإنهم ردوا الأصول) يجوز أن يكون معناه ردوا أصل الرؤية والوجه واليد لجهلهم بالصفات اللام في الصفات دل المضاف إليه أي بكيفياتها، ويجوز أن يكون معناه ردوا الأصول أي الصفات جميع بأن قالوا ليس له صفة العلم والقدرة والحياة وغيرها لجهلهم بالصفات أي بكيفية ثبوتها بأن اشتبه عليهم طريقه وذلك لأن الصانع القديم واحد لا شريك له والصفات لو ثبتت لكانت غير الذات لا محالة لأن الصفة إذا لم تكن هي الذات فهي غير الذات لا محالة كزيد لما لم يكن عمراً كان غير عمرو لا محالة والقول بإثبات الأشياء المتغايرة في الأزل منافٍ للتوحيد ومن هذا سمّوا أنفسهم أهل التوحيد ولم يعلم أنهم أبطلوا توحيدهم بتوحيدهم، ويدلّ على هذا الوجه قوله: وفصاروا

طبقات الشافعية الكبرى

لتاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي

٧٢٧ — ٧٧١ هـ

تحقيق

عبد الفتاح محمد الحلو — محمود محمد الطناحي

الجزء الرابع

— ٢٠٩ —

وسمع من مشايخ وقته بخراسان ، والعراق ، مثل النَّصْرَوِيّ(١) ، وأبي حسان المزكي(٢) ، وأبي حفص بن مسرور ، وكان يجمع(٣) مجمع العلماء ، وملتقى الأئمة .

توفي أبوه سنة أربعين ، فاختلف به الأصحاب ، وراموا فيه حق والده ، وقدموه للرياسة ، وقام الأستاذ أبو القاسم القشيري في تهيئة أسبابه ، واستدعى الكل إلى متابعته ، وطلب من السلطان ذلك ، فأجيب ، وأرسل إليه الخلع ، ولقب بلقب أبيه جمال الإسلام ، وصار ذا رأي ، وشجاعة ، ودهاء ، وظهر له القبول عند الخاص والعام ، حتى حسده الأكابر ، وخاصموه ، فكان يخصمهم ، ويتسلط عليهم ، فبدأه خصوم ، واستظهروا بالسلطان عليه ، وعلى أصحابه ، وصارت الأشعرية مقصودين بالإهانة ، والمنع عن الوعظ والتدريس ، وعزلوا من(٤) خطابة الجامع(٥) ، ونبغ(٦) من الحنفية طائفة أشربوا في قلوبهم الاعتزال(٧) والتشيع ، فخيلوا إلى ولي الأمر الإزراء بمذهب الشافعي عموما ، وبالأشعرية خصوصا .

وهذه هي الفتنة التي طار شررها ، وطال ضررها ، وعظم خطبها ، وقام في سب أهل السنة خطيبها ، فإن هذا الأمر أدى إلى التصريح بلعن أهل السنة في الجمع ، وتوظيف سبهم على المنابر ، وصار لأبي الحسن الأشعري بها أسوة بعلي بن أبي طالب رضي الله عنه ، واستعلى(٨) أولئك في الجامع ، فقام أبو سهل في نصر السنة قياما مؤزرا ،

(١) في المطبوعة : « النصري » وفي ن : « النصروي » بدون نقط ، والمثبت من الطبقات الوسطى والمشتبه ٨٢ ، وهو عبد الرحمن بن حمدان وفي اللباب ٣/٢٢٩ : « النصروي » بفتح النون وسكون الصاد وضم الراء وفي آخرها ياء تحتها نقطتان ، نسبة إلى نصرويه ، وهو جد المنتسب إليه .

(٢) في د ، ز : « الزكي » والمثبت في المطبوعة ، والطبقات الوسطى ، والعبر ٣/١٧٧ ، وهو محمد ابن أحمد بن جعفر . (٣) في الأصول : « يجمع » ، والمثبت في الطبقات الوسطى .

(٤) في الطبقات الوسطى : « من » .

(٥) في المطبوعة : « الجامع » ، والمثبت من : د ، ز ، والطبقات الوسطى .

(٦) في المطبوعة : « ونبغ » ، وفي د ، ز : « ونبغ » ، وفي الطبقات الوسطى « ونبغ » ولعل ما أثبتناه هو الصواب والنبوغ : الظهور . (٧) في د ، ز : « الاعتزال » ، والمثبت في المطبوعة ، والطبقات الوسطى .

(٨) في د : « واشتغل » ، وفي ز : « واشتعل » ، والمثبت في المطبوعة .

(١٤/٤ شافعية)

المنتسبين إلى السنة. فالكُلَّابي يقول: ليس الكَرَّامي على شيء. والكرّامي يقول: ليس الكُلَّابي على شيء. والأشعري يقول: ليس السالمي على شيء. والسالمي يقول: ليس الأشعري على شيء.

ويصنِّف[1] السالمي كأبي على الأهوازي كتابا في «مثالب الأشعري»[2] ويصنف[3] الأشعري كابن عساكر كتابا يناقض ذلك من كل وجه، وذكر فيه مثالب السالمية[4].

وكذلك أهل المذاهب الأربعة وغيرها، لا سيما وكثير منهم قد تلبّس ببعض المقالات الأصولية، وخلط هذا بهذا. فالحنبلي والشافعي والمالكي يخلط بمذهب مالك والشافعي وأحمد شيئا من أصول الأشعرية والسالمية وغير ذلك. ويضيفه إلى مذهب مالك والشافعي وأحمد. وكذلك الحنفي يخلط بمذهب أبي حنيفة شيئا من أصول / المعتزلة والكرّامية والكُلَّابية، ويضيفه إلى مذهب أبي حنيفة. ط ٢٠٢

وهذا من جنس الرفض والتشيع، لكنه تشيع في تفضيل بعض الطوائف والعلماء، لا تشيع في تفضيل بعض الصحابة.

والواجب على كل مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله

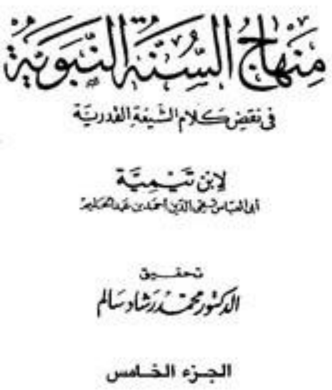
(١) ح، ب: وصنّف.

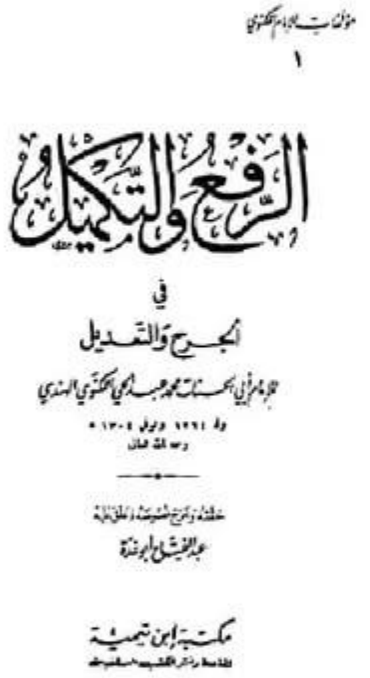
(٢) ذكر هذا الكتاب سزكين (م١ جـ٤، ص٣٦) ومؤلفه هو أبو علي الحسن بن علي بن إبراهيم الأهوازي المتوفى سنة ٤٤٦ وذكر سزكين أنه توجد نسخة خطية منه في الظاهرية بدمشق.

(٣) ب (فقط): وصنّف.

(٤) وهو كتاب «تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الإمام أبي الحسن الأشعري» لأبي القاسم على بن الحسن بن هبة الله بن عساكر الدمشقي المتوفى سنة ٥٧١. وطبع الكتاب بدمشق عام ١٣٤٧.

- ٢٦٦ -





٣٨٦

وبالجملة: فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة، فمنهم الشيعة، ومنهم المعتزلة، ومنهم المرجئة، فالمراد بالحنفية هاهنا هم الحنفية المرجئة، الذين يتبعون أبا حنيفة في الفروع ويخالفونه في العقيدة، بل يوافقون فيها المُرْجِئةَ الخالصة.

وهذا الجوابُ وإنْ كان أحسَنَ من الأجوبة السابقة، لكن لا يخلو عن سخافة قادحة، وذلك لأن عبارة «الغنية» تَحْكُم بأنَّ المُرْجِئة أصلٌ ومن فروعِه الحنفية، ومقتضى الجواب أنَّ الحنفية أصل(1)، ومن فروعه المرجئة.

ومنهم من قال: إنَّ لفظ الحنفية عند ذِكر فروع المُرْجِئة، وقع تصحيفاً سهواً أو عمداً من كُتّابِ «الغنية» موضعَ الغَسّانيّة، فإنَّ أصحاب المقالات ذكروا الغَسّانيَّة من فروع المُرْجِئة، ولم يذكروا الحنفية، و«الغنيةُ» خاليةٌ عن ذكر الغسانية.

وفيه أيضاً سخافة ظاهرة، فإنَّ مجرَّدَ احتمالِ التصحيف من الكاتب من غير حُجَّة: غيرُ مسموع عند أرباب النُّصوح، مع أنَّ تفسيرَ الحنفية الواقعَ في «الغنية» يأبَى عن هذا الاحتمال، إلاَّ أنْ يُلتَزَمَ أنَّ ذلك أيضاً تصحيفٌ وقع من الكاتب النقّال، وهو احتمال على احتمال، فلا يُصغِي إليه ربُّ الكمال.

ومنهم من قال: إنَّ المراد هاهنا بالحنفية: الحنفيةُ القائلون بأنَّ

(1) وقع في أحد الأصلين: (أو مقتضى الجواب) وهو سبق قلم.



حصہ اول (521)

روایل کرکے شرط اور وصف کے مفہوم کو در خور اعتناء سمجھ لیا) اس اعتراض سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے بھی وہ بے ہودہ تکلفات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

جو شخص خود تحقیق نہیں کرتا اس کے لیے تطویل لاحاصل ہے:

قاعدہ نمبر 5 کو اس سے استنباط کیا کہ ان کے حضرات نے مصراۃ کی حدیث پر اس لیے عمل نہیں کیا کہ اس کا مفہوم ہمارے رائے کے خلاف ہے اور اس کا راوی غیر فقیہ ہے۔ اس پر یہ اشکال وارد کیا گیا کہ پھر تم نے قہقہ والی حدیث پر کیوں عمل کیا؟ (قہقہ سے وضو کا ٹوٹ جانا خلاف قیاس ہے اور راوی بھی غیر فقیہ ہے۔ پھر اس یک بام دو ہوا کی کچھ سمجھ نہیں آئی) اسی طرح تم نے اس حدیث پر بھی عمل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص بھولے سے روزہ کی حالت میں کھا پی لے تو اس کا روزہ بحال رہتا ہے، اب تم خود کھو کر کھانے پینے کے باوجود روزہ کا نہ ٹوٹنا کہاں کا قیاس ہے؟ اور یہ بھی تم ثابت نہیں کرسکتے کہ اس کا راوی فقیہ ہے۔ اس قسم کے اشکالات کا جواب دینے میں وہ ہمیشہ تکلف سے کام لیتے ہیں۔ جو نمونہ ہم نے تمہارے سامنے پیش کیا ہے اس طرح کی مثالیں ڈھونڈنے سے بکثرت مل سکتی ہیں لیکن جو شخص خود ان کی تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتا اس کے لیے تطویل کچھ بھی مفید نہیں۔

حدیث کے مقابلہ میں رائے کو ترجیح دینا معتزلہ کی تعلیم ہے

یہ جو محققین کہتے ہیں۔ کہ یہ مرض فقہاء حنفیہ میں معتزلہ کی چھوت سے پیدا ہوا ہے (یعنی یہ کہ حدیث صحیح کے مقابلہ میں وہ اپنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں) اس کی دلیل یہ ہے کہ قاعدہ نمبر 5 سب سے پہلے عیسیٰ بن ابان نے نکالا۔ پھر حنفی فقہاء کے اکثر متاخرین نے قبول کرکے اس کو فروغ دیا۔ علامہ کرخی اور بہت سے دیگر علماء محققین نے اس اصول کے ماننے سے انکار کیا ہے۔ ان کا قول ہے۔ کہ راوی کا فقیہ ہونا شرط نہیں حدیث صحیح کو بہر حال قیاس اور رائے پر مقدم رکھنا لازم ہے۔ اس پر وہ دلیل یہ لاتے ہیں کہ فقہاء ابو ہریرہؓ کو غیر فقیہ راوی سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمارے آئمہ نے ان کی اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ کہ اگر آدمی بحالت نسیان کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ گو یہ حکم قیاس کے خلاف ہے۔ خود امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر حدیث ثابت نہ ہوتی تو میں اپنا قیاس استعمال کرکے یہی کہتا کہ ایسے شخص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (تم نے دیکھا خود امام صاحب کی تصریح اس بارے میں کیا ہے؟ یہی نا۔ کہ حدیث صحیح کو قیاس پر بہر حال مقدم رکھنا چاہیے۔ فقہاء کو خوب سمجھ لینا چاہیے) اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ اصول فقہ فقہاء کی تخریجات ہیں۔ ائمہ کرام نے ان کو وضع نہیں کیا۔ یہ بھی ہے کہ ان اصول کے متعلق وہ خود اکثر آپس میں اختلاف کرتے اور ایک دوسرے کے کلام کو رد کرنے میں جہد بلیغ کرتے ہیں۔

✱ اللہ کی صفات متشابہات نہیں ✱

بدعتی فرقے جہمیہ، معتزلہ، معطلہ، دیوبندیہ، بریلویہ اللہ پاک کی صفات متشابہات قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے اصلی اور حقیقی معنی کا انکار کرتے ہیں، اس طرح یہ صفات باری تعالی کے منکر بن جاتے ہیں،

اس بارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ تو آپ نے گذشتہ پوسٹوں میں دیکھ لیا جو کہ صفات کے اصلی اور حقیقی معنی لینے کا ہے اب حنفی فقہاء کا عقیدہ بھی دیکھ لیں،

❀ حنفیوں کے مشہور فقہی اور اصولی علامہ سرخسی حنفی متوفی 438ھ اپنی حنفی اصولوں کی مشہور کتاب "اصول سرخسی" میں لکھتے ہیں:

"اعتقادی مسائل میں متشابہ کا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ آخرت میں آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالی کا دیدار نص سے معلوم، حق اور ثابت ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے کہ

کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے ربّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

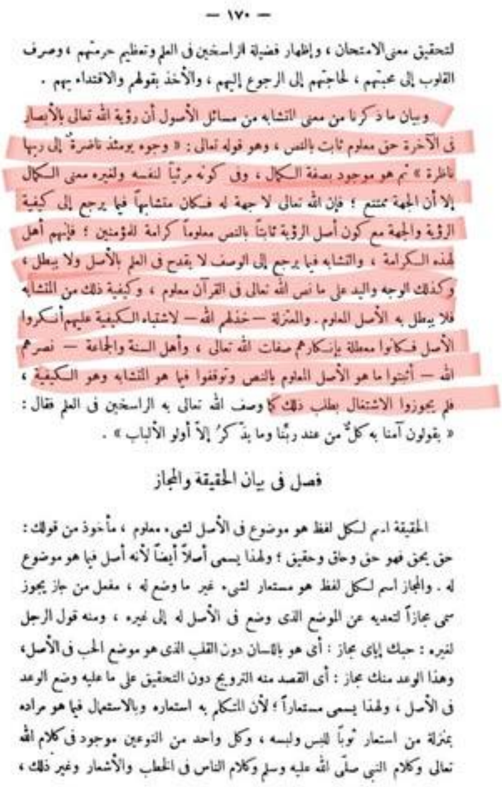
پھر وہ صفتِ کمال کے ساتھ موجود بھی ہے اور اللہ کے اپنی ذات اور دوسروں کے لیے دیکھنے جانے سے مراد کمال درجے میں دیکھا جانا ہے مگر اس دیکھنے میں کوئی خاص جہت نہیں ہو گی کیونکہ اللہ تعالی جہات سے پاک ہے۔ پس اس صورت میں متشابہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو دیکھے جانے کی کیفیت اور جہت متشابہ ہے (نہ کہ دیکھنا، یعنی رؤیت کا حقیقی معنی متشابہ نہیں) جبکہ دیکھنا تو نص سے معلوم اور ثابت ہے اور اس میں اہل ایمان کی فضیلت ہے۔ اور تشابہ (یعنی متشابہ ہونا) یہاں پر رؤیت کی کیفیت میں ہے اور ایسے تشابہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ رؤیت کا حقیقی و اصلی معنی ہی باطل یا قابل عیب ٹھہرے۔

اس طرح کا معاملہ 'صفتِ ید' اور 'صفتِ وجہ' کا بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اُنہیں قرآن میں بیان کیا ہے تو اُن کا معنی معلوم ہے لیکن ان کی کیفیات متشابہ ہیں۔ پس کیفیت کے متشابہ ہونے کی وجہ سے حقیقی و اصلی معنٰی باطل قرار نہیں پائے گا۔ جہاں تک معتزلہ کا تعلق ہے، اللہ اُنہیں رسوا کرے، اُنہوں نے صفات کی کیفیت کے مشتبہ ہو جانے کی وجہ

سے ان کے حقیقی معنی کا بھی انکار کر دیا، پس وہ اللہ کی صفات کے منکر بن گئے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت، اللہ تعالی ان کی مدد و نصرت فرمائے، صفات کی نصوص کے حقیقی واصلی معنی کا اثبات کرتے ہیں اور ان صفات میں جو چیز متشابہ ہے اس میں توقف کرتے ہیں اور وہ متشابہ چیز ان کی کیفیت ہے اور اس کیفیت کے پیچھے پڑنے کو اہل سنت جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔"

علامہ سرخسی کے بیان سے واضح ہے کہ اہل سنت کا مذہب اللہ کی صفات کے حقیقی اور اصلی معنی لینے کا ہے، بدعتی فرقے صفات کی کیفیت متشابہ ہونے کی وجہ سے صفات کو ہی متشابہ قرار دے دیتے ہیں، جیسا کہ موجودہ بدعتی فرقے دیوبندیہ بریلویہ کی کتب اس پر دال ہیں۔ ایک جاہل عبدالواحد دیوبندی نے تو کتاب کا نام ہی **"صفات متشابہات"** رکھا ہے۔

نوٹ: علامہ سرخسی نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ جہات سے پاک ہے یہ جہمیہ اور صوفیاء کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ ہر جہت میں ہے، علو باری تعالی کے امام ابو حنیفہ سمیت تمام اصلی حنفی قائل ہیں۔



— ١٧٠ —

لتحقيق معنى الامتحان ، وإظهار فضيلة الراسخين فى العلم وتعظيم حرمتهم ، وصرف القلوب إلى محبتهم ، لحاجتهم إلى الرجوع إليهم ، والأخذ بقولهم والاقتداء بهم .

وبيان ما ذكرنا من معنى التشابه من مسائل الأصول أن رؤية الله تعالى بالأبصار فى الآخرة حق معلوم ثابت بالنص ، وهو قوله تعالى : « وجوه يومئذ ناضرةٌ إلى ربها ناظرة » ثم هو موجود بصفة الكمال ، وفى كونه مرئياً لنفسه ولغيره معنى الكمال إلا أن الجهة ممتنع ؛ فإن الله تعالى لا جهة له فكان متشابهاً فيما يرجع إلى كيفية الرؤية والجهة مع كون أصل الرؤية ثابتاً بالنص معلوماً كرامة للمؤمنين ؛ فإنهم أهل لهذه الكرامة ، والتشابه فيما يرجع إلى الوصف لا يقدح فى العلم بالأصل ولا يبطل ، وكذلك الوجه واليد على ما نص الله تعالى فى القرآن معلوم ، وكيفية ذلك من المتشابه فلا يبطل به الأصل المعلوم . والمعتزلة — خذلهم الله — لاشتباه الكيفية عليهم أنكروا الأصل فكانوا معطلة بإنكارهم صفات الله تعالى ، وأهل السنة والجماعة — نصرهم الله — أثبتوا ما هو الأصل المعلوم بالنص وتوقفوا فيما هو المتشابه وهو الكيفية ، فلم يجوزوا الاشتغال بطلب ذلك كما وصف الله تعالى به الراسخين فى العلم فقال : « يقولون آمنا به كلٌّ من عند ربنا وما يذّكّرُ إلا أولو الألباب » .

فصل فى بيان الحقيقة والمجاز

الحقيقة اسم لكل لفظ هو موضوع فى الأصل لشىء معلوم ، مأخوذ من قولك : حق يحق فهو حق وحاق وحقيق ؛ ولهذا يسمى أصلاً أيضاً لأنه أصل فيما هو موضوع له . والمجاز اسم لكل لفظ هو مستعار لشىء غير ما وضع له ، مفعل من جاز يجوز سمى مجازاً لتعديه عن الموضع الذى وضع فى الأصل له إلى غيره ، ومنه قول الرجل لغيره : حبك إياى مجاز : أى هو باللسان دون القلب الذى هو موضع الحب فى الأصل، وهذا الوعد منك مجاز : أى القصد منه الترويج دون التحقيق على ما عليه وضع الوعد فى الأصل ، ولهذا يسمى مستعاراً ؛ لأن المتكلم به استعاره وبالاستعمال فيما هو مراده بمنزلة من استعار ثوباً للبس ولبسه ، وكل واحد من النوعين موجود فى كلام الله تعالى وكلام النبى صلّى الله عليه وسلم وكلام الناس فى الخطب والأشعار وغير ذلك ،



أصول السرخسي

للامام الفقيه الأصولى النظار أبى بكر محمد بن أحمد بن أبى سهل السرخسى المتوفى سنة ٤٩٠ من الهجرة النبوية رضى الله عنه

الجزء الأول

حقق أصوله

أبو الوفا الأفغانى

رئيس اللجنة العلمية لإحياء المعارف النعمانية

عُنيت بنشره لجنة إحياء المعارف النعمانية بحيدر آباد الدكن بالهند

✱ امام ابو حنیفہ اور ان کا بیٹا موجودہ بدعتیوں کے نزدیک مجسمی ہیں ✱

❁ موجودہ بدعتیوں کا مفتی عبدالواحد دیوبندی لکھتا ہے:

"ید سے جب ظاہری معنی مراد ہوں تو وہ ذات کا جزو اور عضو ہے.... اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ کا جسم ہو، اللہ کی آنکھ اور کان سے بھی ظاہری معنی مراد ہوں تو وہ اعضاء ذات ہیں جن سے اللہ دیکھتے اور سنتے ہیں، اس طرح اللہ ان اعضاء کے محتاج ہوئے۔"

بدعتی مفتی کے بیان سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاتھ، آنکھ، کان، وغیرہ کا ظاہری معنی لینا اللہ کا جسم ماننا ہے، اور وہ بندہ مجسمی ہے، چلیں پہلے ابو حنیفہ مجسمی کو دیکھتے ہیں،

❁ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس کا ہاتھ بھی ہے، چہرہ بھی ہے، اور نفس بھی جس طرح کے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اپنے لیے چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے، وہ اس کی ایسی صفات ہیں جن کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں،

لیکن (تاویل کر کے) یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اس کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا اس کی نعمت ہے، کیونکہ اس طرح اس کی صفات کا اُبطال لازم آئے گا، اور قدریہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے (یہاں ترجمہ کرتے بریکٹ میں دیوبندی مولوی نے روایتی دجل سے کام لیا ہے کہ یہ درست عقیدہ ہے جبکہ امام ابو حنیفہ اسے باطل اور بدعتیوں کا عقیدہ قرار دے رہے ہیں، جیسا کہ آگے بھی اس کی صراحت ہے) کہ اس کا ہاتھ اس کی ایسی صفت ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، اسی طرح اللہ کی ناراضگی اور خوشی دو ایسی صفات ہیں جن کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔"

❁ امام ابو حنیفہ مزید فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی کی وہ صفات جو انسانی جسم کا خاصہ ہیں اور لوازم ہیں جیسے ہاتھ، چہرہ اور نفس یا جن کا تعلق بعض انسانی اعضاء سے ہے، جیسے غصہ اور خوشی وغیرہ، تو ان الفاظ کی تاویل و توجیہ اس طرح کرنا کہ اس سے خود ان صفات کا مفہوم ہی لغو و

باطل ہو جائے درست نہیں ہے، ہم ان صفات پر اسی معنی اور مفہوم میں ایمان رکھتے ہیں جو ان الفاظ کو سن کر فوراً ہی ذہن میں آجائے" ...

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ واضح طور پر آپ کے سامنے ہے کہ ان کے نزدیک اللہ کے ہاتھ، چہرہ، اور ہر وہ صفت جن کا تعلق انسانی اعضاء سے ہے ان کا وہی معنی لیا جائے گا جو یہ الفاظ سن کر فوراً ذہن میں آتا ہے، مثلاً کوئی کہے ہاتھ! تو یہ لفظ سن کر جو ذہن میں آتا ہے وہی معنی لیا جائے گا،

یعنی آسان الفاظ میں اللہ کی ان صفات کا جن کا تعلق انسانی اعضاء سے ہے ان کا ظاہری معنی لیا جائے گا کیونکہ ہاتھ کا لفظ سن کر فوراً ذہن میں ہاتھ ہی آتا ہے بدعتیوں کے دماغ میں کچھ اور آتا ہو تو اس کا ہم کچھ نہیں کر سکتے، اس طرح امام ابو حنیفہ مجسمی ہے موجودہ بدعتیوں دیوبندیہ بریلویہ کے نزدیک۔

❁ بدعتی مفتی عبدالواحد دیوبندی لکھتا ہے:

"اللہ تعالی کے وہ افعال جن سے وہ خود متاثر ہوں، مثلاً غضبناک ہونا خوش ہونا، اور آنا اور اترنا وغیرہ... ظاہری معنی میں اللہ کی صفت نہیں ہو سکتے،

آنا، جانا، چلنا پھرنا دوڑنا ان سب کا حاصل حرکت کرنا ہے"...

موجودہ بدعتیوں کے نزدیک جو اللہ پاک کے آنے کا قائل ہو وہ مجسمی ہے۔

❁ اللہ پاک نے تو قرآن میں ارشاد فرمایا:

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا -

"اور آئے تیرا رب اور فرشتے آئیں قطار قطار۔"

[الفجر، 22 ترجمہ: محمود الحسن دیوبندی]

اس آیت میں قیامت کے دن اللہ کے آنے کا ذکر ہے، سلف صالحین اور اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ یہ حق ہے کہ اللہ قیامت کے دن آئے گا لیکن اس کی کیفیت کا علم نہیں کہ کیسے آئے گا، لیکن موجودہ بدعتی اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے اللہ کا مجسم ماننا قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبدالواحد دیوبندی کا بیان اوپر موجود ہے۔

❁ امام صابونی رحمہ اللہ سلف صالحین اور اہل حدیث کے عقائد پر مشتمل کتاب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بیٹے حماد بن ابی حنیفہ کا قول نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"ہم ان جہمیہ (بدعتیوں) سے کہتے ہیں کہ تمہارا کیا خیال ہے اللہ پاک کے اس فرمان کے بارے:

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا -

'اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے)'

[الفجر،22]

تو وہ (بدعتی) کہتے ہیں کہ فرشتے تو آئیں گے صف در صف لیکن اللہ تعالی کے بارے ہم نہیں جانتے کہ اس نے اس قول سے کس مفہوم کا ارادہ کیا ہے، اور ہم نہیں جانتے کہ اس کے آنے کی کیفیت کیا ہو گی،

تو میں نے (حماد بن ابو حنیفہ) نے ان سے کہا کہ ہم نے تمہیں اس کا مکلف نہیں بنایا کہ تم اللہ کے آنے کی کیفیت جان لو، ہم نے تمہیں اس بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ تم اس کے آنے پر ایمان لاؤ،

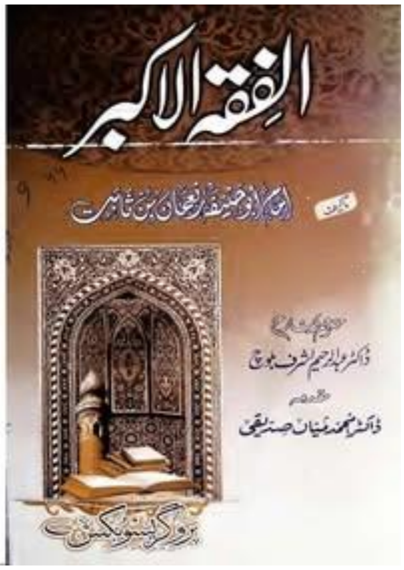
تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک شخص فرشتوں کے آنے کا منکر ہو جائے تو تمہارے نزدیک اس شخص کا کیا حکم ہے؟

تو انہوں (بدعتیوں) نے کہا وہ شخص کافر ہے اور کذاب ہے،

میں (حماد بن ابو حنیفہ) نے کہا:

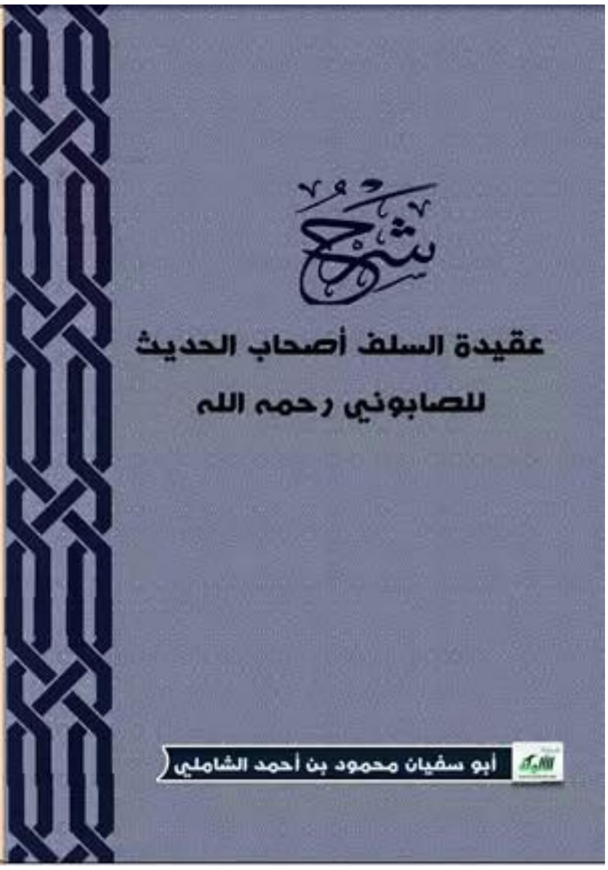
کہ اسی طرح اس شخص کا بھی یہ حکم ہے جو اس بات کا منکر ہو جائے کہ اللہ تعالی کے لیے آنا ثابت نہیں ہے۔"

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سگے پتر حماد بن ابی حنیفہ کے نزدیک موجودہ بدعتی دیوبندیہ بریلویہ کافر اور کذاب ہیں، اور بدعتیوں کے نزدیک امام ابو حنیفہ اور اس کا پتر مجسمی ہیں۔



الله تعالیٰ کے ہاتھ اور چہرہ کا بیان

(١٦) ولهُ يدٌ ووجهٌ ونفسٌ كما ذكرهُ اللهُ تعالى في القرآنِ. فما ذكرهُ اللهُ تعالى في القرآنِ من ذكرِ الوجهِ واليدِ والنفسِ فهوَ لهُ صفاتٌ بلا كيفٍ ولا يقالُ انَّ يدهُ قدرتهُ او نعمتهُ لانَّ فيهِ ابطالَ الصفةِ. وهوَ قولُ اهلِ القدرِ والاعتزالِ ولكنْ يدهُ صفتهُ بلا كيفٍ وغضبهُ ورضاهُ صفتانِ من صفاتِ اللهِ تعالى بلا كيفٍ.



يَقُولُ الْمُشَبِّهَةُ وَالْمُعَطِّلَةُ عُلُوًّا كَبِيرًا، وَلَعَنَهُم اللهُ لَعْنًا كَبِيرًا.

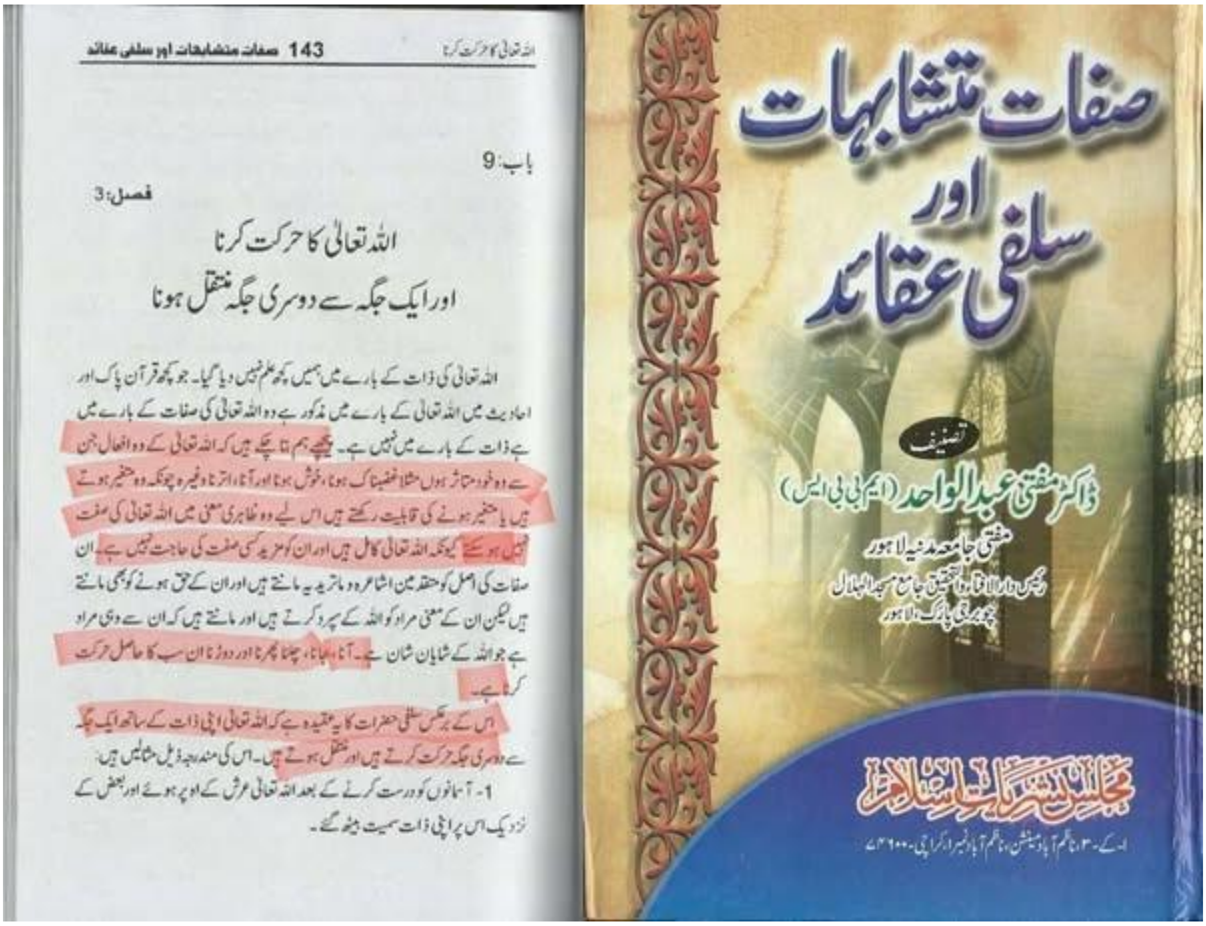
وَقَرَأْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَفْصٍ الْبُخَارِيِّ، وَكَانَ شَيْخَ بُخَارَى فِي عَصْرِهِ بِلَا مُدَافَعَةٍ، وَأَبُو حَفْصٍ كَانَ مِنْ كِبَارِ أَصْحَابِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ -أَعْنِي ابْنَ أَبِي حَفْصٍ-: هَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ وَهُوَ عَبْدَانُ شَيْخُ مَرْوٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ: قُلْنَا لِهَؤُلَاءِ: أَرَأَيْتُم قَوْلَ اللهِ عز وجل: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾؟ قَالُوا: أَمَّا الْمَلَائِكَةُ فَيَجِيئُونَ صَفًّا صَفًّا، وَأَمَّا الرَّبُّ تَعَالَى فَإِنَّا لَا نَدْرِي مَا عَنَى بِذَلِكَ، وَلَا نَدْرِي كَيْفَ جِيئَتُهُ، فَقُلْنَا لَهُمْ: إِنَّا لَمْ نُكَلِّفْكُمْ أَنْ تَعْلَمُوا كَيْفَ جِيئَتُهُ، وَلَكِنَّا نُكَلِّفُكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِمَجِيئِهِ، أَرَأَيْتُمْ مَنْ أَنْكَرَ أَنَّ (الْمَلَكَ لَا يَجِيءُ صَفًّا صَفًّا)[1]، مَا هُوَ عِنْدَكُم؟ قَالُوا: كَافِرٌ مُكَذِّبٌ، قلنا: فَكَذَلِكَ مَنْ أَنْكَرَ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ (لَا يَجِيءُ)[2]، فَهُوَ كَافِرٌ مُكَذِّبٌ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ أَبِي حَفْصٍ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا فِي كِتَابِهِ: ذَكَرَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ

(١) هكذا في جميع النسخ، والصواب حذفها، فيكون السياق: (أرأيتم مَنْ أنكرَ أنَّ الملكَ يجيءُ صفًّا صفًّا ما هوَ عندكم؟ قالُوا: كافرٌ مكذِّبٌ).

(٢) هكذا في جميع النسخ، والصواب حذفها، فيكون السياق: (فكذلِكَ مَنْ أنكرَ أنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يجيءُ، فهُوَ كافرٌ مكذِّبٌ).

[١٢٦]



باب: 9

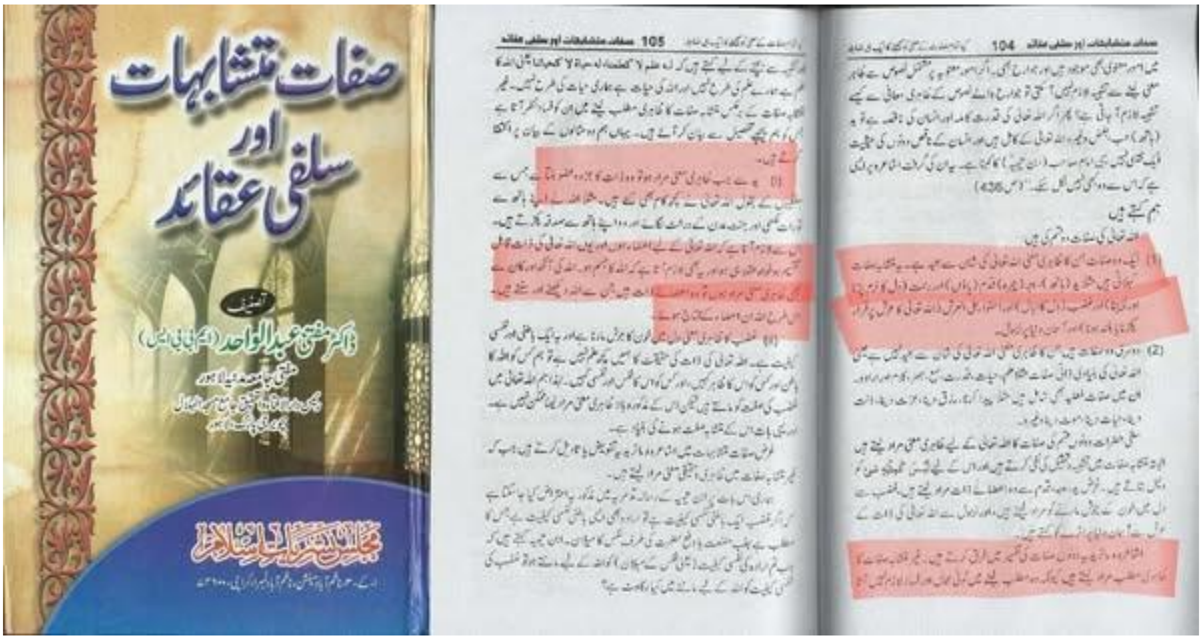
فصل: 3

اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا
اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں دیا گیا۔ جو کچھ قرآن پاک اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں مذکور ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ہے ذات کے بارے میں نہیں ہے۔ پیچھے ہم بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وہ افعال جن سے وہ خود متاثر ہوں مثلاً غضبناک ہونا، خوش ہونا اور آنا، اترنا وغیرہ چونکہ وہ متغیر ہوتے ہیں یا متغیر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں اس لیے وہ ظاہری معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل ہیں اور ان کو مزید کسی صفت کی حاجت نہیں ہے۔ ان صفات کی اصل کو حقد مین اشاعرہ و ماتریدیہ مانتے ہیں اور ان کے حق ہونے کو بھی مانتے ہیں لیکن ان کے معنی مراد کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ان سے وہی مراد ہے جو اللہ کے شایان شان ہے۔ آنا، جانا، چلنا پھرنا اور دوڑنا ان سب کا حاصل حرکت کرنا ہے۔

اس کے برعکس سلفی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے ہیں اور منتقل ہوتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل مثالیں ہیں:

1- آسمانوں کو درست کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہوئے اور بعض کے نزدیک اس پر اپنی ذات سمیت بیٹھ گئے۔



٭ دیوبندی اور ملحد کا خدا کے وجود پر مکالمہ ٭

ملحد: مجھے اپنے رب کا تعارف کرواؤ؟

دیوبندی: ہمارا رب لا محدود اور لا متناہی ہے۔

ملحد: لا محدود اور لا متناہی کا کیا مطلب؟

دیوبندی: یعنی اس کی کوئی حد ہے نہ انتہاء ہے۔

ملحد: پھر تو ہر جگہ ہر چیز میں تمہارا رب ہی رب ہے اور کچھ نہیں؟

دیوبندی: نہیں اگرچہ بعض ہمارے پنڈت ایسا ہی مانتے ہیں لیکن بعض پنڈتوں کے نزدیک ایسا نہیں، بعض کہتے ہیں دو وجود ہیں ایک مخلوق اور دوسرا خالق۔

ملحد: اگر دو ہیں تو لا محدود اور لا متناہی کیسے ہوا، دوسرا جو مخلوق ہے وہ کس جگہ ہے کیا وہ بھی خالق کے اندر ہے؟

دیوبندی: نہیں مخلوق خالق کے اندر نہیں، ایسے حلول بن جاتا ہے بلکہ وہ خالق سے الگ ہے۔

ملحد: اگر الگ ہے تو پھر لا محدود اور لا متناہی کا کیا معنی؟ لا محدود اور لا متناہی تو کوئی شے نہیں ہوتی۔

دیوبندی: پتہ نہیں ہمارے پنڈتوں نے کہا ہے کہ لا محدود اور لا متناہی ہے، ہاں تو اللہ کوئی شے نہیں اس لیے لا محدود اور لا متناہی ہے۔

ملحد: اچھا یہ بتاؤ تمہارا رب کہاں ہے؟

دیوبندی: جب میں نے کہا کہ وہ کوئی شے ہی نہیں تو پھر یہ پوچھنا کہ وہ کہاں ہے عجیب بات ہے، وہ کہیں نہیں۔

ملحد: یہ تو میں بھی مانتا ہوں۔

دیوبندی: کیا مطلب؟

ملحد: یہ تو میں بھی مانتا ہوں کہ خدا کوئی شے نہیں اور کہیں نہیں۔

دیوبندی: تم تو بے ایمان ہو اور یہ الحاد ہے۔

ملحد: تم بھی تو یہی مانتے ہو۔

دیوبندی: ہم مانیں تو ٹھیک ہے تم مانو تو الحاد ہے۔

ملحد: جب تمہارا رب کوئی شے نہیں نہ کہیں پر ہے تو پھر وہ معدوم ہے کیونکہ یہ معدوم کی صفت ہے کسی ذات و وجود کی نہیں؟

دیوبندی: نہیں وہ معدوم نہیں بلکہ موجود ہے اور جو موجود ہوتا ہے وہ وجود رکھتا ہے۔

ملحد: کہاں موجود ہے؟

دیوبندی: ہر جگہ موجود ہے۔

ملحد: پہلے تم نے کہا کہیں موجود نہیں اب کہتے ہو ہر جگہ موجود ہے۔

دیوبندی: اس کا علم و قدرت ہر جگہ موجود ہے۔

ملحد: علم و قدرت ہر جگہ موجود ہے تو ذات کہاں موجود ہے؟

دیوبندی: کہیں بھی نہیں۔

ملحد: یہ کیا بونگیاں مار رہے ہو؟

دیوبندی: ہمارے پنڈت کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہے۔

ملحد: یہ بتاؤ ہر موجود کے لیے وجود ہونا ضروری ہے اور وجود کا کہیں نہ کہیں ہونا ضروری ہے، تم کہتے ہو کہیں نہیں تو پھر اس کا وجود بھی نہیں۔

دیوبندی: اگر کہیں پر خدا کو مانیں تو محدود اور مجسم ماننا پڑے گا اس لیے ہم کہیں نہیں مانتے نہ عالم کے اندر ہے نہ عالم سے خارج ہے، نہ مخلوق سے الگ ہے نہ مخلوق کے اندر ہے۔

ملحد: یہ تو میں بھی مانتا ہوں کہ عالم کے اندر اور باہر کوئی خدا نہیں۔

دیوبندی: تم تو بے ایمان ملحد ہو۔

ملحد: یہ بتاؤ کسی نے تمہارے خدا کو دیکھا ہے؟

دیوبندی: خدا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معراج کی رات خدا کو دیکھا ہے۔

ملحد: کہاں پر دیکھا ہے خدا کو رسول پاک نے؟

دیوبندی: ساتوں آسمانوں سے اوپر۔

ملحد: کیا خدا ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے؟

دیوبندی: نہیں وہاں نہیں وہاں مانیں تو محدود ہو جاتا ہے۔

ملحد: ابھی تو تم نے کہا کہ رسول پاک نے ساتوں آسمانوں کے اوپر خدا کو دیکھا ہے تو ظاہر ہے جہاں دیکھا ہے وہاں خدا ہے۔

دیوبندی: ہمارے پنڈت کہتے ہیں کہ وہاں خدا کو رسول پاک نے دیکھا ہے لیکن خدا وہاں نہیں۔

ملحد: کیا بونگیاں مار رہے ہو جہاں دیکھا ہے وہاں بھی نہیں تو پھر کہاں ہے؟

دیوبندی: کہیں بھی نہیں۔

ملحد: یہ تو میں بھی مانتا ہوں وہ کہیں نہیں۔

دیوبندی: تم تو بے ایمان ملحد ہو۔

ملحد: تمہارے نبی نے خدا کو دیکھا ہے تو وہ کیسی ذات ہے کچھ تفصیل بتاؤ؟

دیوبندی: وہ جسم ہے نہ عرض ہے نہ جوہر ہے نہ متشکل ہے نہ متصور ہے۔

ملحد: اچھا وہ کلام کرتا ہے؟

دیوبندی: نہیں۔

ملحد: وہ خوش ہوتا غضبناک ہوتا ہے۔

دیوبندی: نہیں۔

ملحد: وہ محبت وپیار کرتا ہے۔

دیوبندی: نہیں۔

ملحد: اس کا چہرہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ہیں؟

دیوبندی: نہیں۔

ملحد: وہ کوئی حرکت وفعل بھی کرتا ہے یا کوئی میت کی طرح ہے؟

دیوبندی: وہ کوئی حرکت وفعل بھی نہیں کرتا، لیکن وہ زندہ ہے۔

ملحد: یہ کیسا زندہ ہے جو نہ کلام کرتا ہے نہ خوش ہوتا ہے نہ غضبناک ہوتا ہے نہ محبت وپیار کرتا ہے، نہ کوئی حرکت وفعل کرتا ہے۔

دیوبندی: نہیں ان سب سے اس کا مجسم ہونا لازم آتا ہے۔

ملحد: جو وہ کرتا ہے وہ بتاؤ؟

دیوبندی: وہ سنتا ہے دیکھتا ہے علم رکھتا ہے، زندہ ہے وجود رکھتا ہے۔

ملحد: سننے دیکھنے زندہ ہونے اور وجود ہونے سے مجسم ہونا لازم نہیں آتا؟

دیوبندی: نہیں ہمارے مولوی کہتے ہیں نہیں آتا۔

ملحد: پھر خوش ہونے اور غضبناک ہونے سے مجسم ہونا کیسے لازم آتا ہے؟

دیوبندی: اس سے مخلوق سے تشبیہ ہو جاتی ہے۔

ملحد: مخلوق سے تشبیہ تو سننے دیکھنے علم رکھنے سے بھی ہو جاتی ہے بلکہ تم نے تومیت سے تشبیہ دے دی یہ کہہ کر کہ وہ نہ کلام کرتا ہے نہ حرکت و فعل کرتا ہے۔

دیوبندی: ہمارے مولوی کہتے ہیں ایسے تشبیہ نہیں ہوتی۔

ملحد: تم نے کہا نبی پاک نے آسمانوں کے اوپر خدا کو دیکھا اس کا مطلب خدا اوپر کی جہت میں ہے؟

دیوبندی: نہیں جہت میں ماننے سے خدا محدود ہو جاتا ہے اس لیے خدا اوپر نہیں نہ نیچے ہے نہ دائیں ہے نہ بائیں ہیں نہ آگے ہے نہ پیچھے ہے کہیں بھی نہیں۔

ملحد: یہ تو میں بھی مانتا ہوں کہ خدا کسی جہت میں نہیں نہ اوپر ہے نہ نیچے ہے نہ دائیں بائیں آگے پیچھے مشرق مغرب شمال جنوب کہیں بھی نہیں۔

دیوبندی: تم تو بے ایمان ملحد ہو۔

دیوبندی: ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ ہم بھی اپنے رب کو دیکھیں گے قیامت کے دن۔

ملحد: اچھا جی جی یہ تو کمال ہو گیا، کیسے دیکھو گے؟

دیوبندی: پتہ نہیں بس دیکھیں گے۔

ملحد: نہیں میرا یہ مطلب تھا کہ کیسے دیکھو گے جب وہ کہیں ہے ہی نہیں نہ عالم کے اندر ہے نہ عالم سے خارج ہے نہ اوپر ہے نہ نیچے ہے نہ آگے ہے نہ پیچھے ہے؟

دیوبندی: ہمارے مولوی کہتے ہیں ہم دیکھیں گے۔

ملحد: تم خدا کو دیکھو گے تو اس کے لیے خدا کا کسی جہت میں ہونا ضروری ہے۔

دیوبندی: نہیں وہ جہت میں نہیں ہو گا لیکن ہم دیکھیں گے۔

ملحد: تمہارے خدا کو دیکھنے کے لیے خدا کا فاصلے پر ہونا ضروری ہے۔

دیوبندی: نہیں وہ فاصلے پر نہیں ہو گا پھر بھی ہم دیکھیں گے۔

ملحد: تمہارا خدا کو دیکھنے کے لیے خدا کا کسی ماہیت اور وجود میں ہونا ضروری ہے۔

دیوبندی: نہیں وہ کسی ماہیت اور وجود میں نہیں ہو گا لیکن ہم دیکھیں گے۔

ملحد: تمہارا خدا کو دیکھنے سے خدا کے مختلف حصے بن جائیں گے کیونکہ تمہارے ساتھ دوسرے بھی ہوں گے جو ہر کوئی اپنے اپنے حصے میں خدا کو دیکھے گا۔

دیوبندی: نہیں بس ہم دیکھیں گے ہمارے مولوی کہتے ہیں۔

ملحد: جب خدا کوئی شے نہیں، لا محدود اور لا متناہی ہے، نہ کسی جہت میں نہ کوئی حد ہے اس کی، نہ وہ اوپر ہے ہے نہ نیچے ہے نہ دائیں بائیں آگے پیچھے ہے، نہ عالم کے اندر ہے نہ عالم سے خارج ہے، نہ وہ کلام کرتا ہے نہ کوئی حرکت و فعل، نہ وہ کسی جگہ موجود ہے نہ اس کو کسی نے دیکھا ہے تو پھر یہ کوئی وجود باری تعالی نہیں بلکہ معدوم ہے جسے تم دیوبندیوں نے خدا بنا رکھا ہے،

خدا کہیں نہیں، دیوبندی تو اور میں دونوں یہی مانتے ہیں،

آ گلے مل!

❀ ❀ ❀